تاریخِ روہیل کھنڈ

مع

تاریخِ بریلی

مؤلفہ

مولوی عبدالعزیز خان بریلوی

مقدمہ

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

مہران اکیڈمی

۸/۷۰۔ لیاقت آباد ۞ کراچی

تاریخ روہیلکھنڈ

مؤلفہ

عبدالعزیز خاں عاصی بریلوی

مقدمہ

ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

وائس چانسلر۔ کراچی یونیورسٹی

ناشر

مکتبۂ علم و فکر۔ فریر مارکیٹ۔ کراچی

قیمت

اشاعت اوّل — اکتوبر ۱۹۶۳ء

کتابت — چمن

قیمت: — دس روپے

۹۵۹

خورشید زبیری نے رشید آرٹ پریس میکلوڈ روڈ میں چھپوا کر

مکتبۂ علم و فکر کی طرف سے شائع کیا

انتساب

منشی سعید احمد مارہروی ثم الاکبرآبادی
کے نام

عبدالعزیز خاں عاصی

فہرست

نمبر شمار		صفحات
۱	سببِ تالیف	۷
۲	فہرست کتب جن سے استفادہ کیا گیا	۱۱
۳	شکریہ مہربانان	۱۳
۴	مقدمہ	۱۶
۵	باب ۱ - شہر بریلی اور روہیلے	۲۱
۶	باب ۲ - روہیلوں کا عروج	۴۲
۷	باب ۳ - بریلی پر رحمت خاں کا قبضہ	۵۵
۸	باب ۴ - شجاع الدولہ کے پردے میں انگریزوں کی سازش	۷۵
۹	باب ۵ - جنگِ مرہٹہ، حافظ الملک کے خلاف سازش	۹۸
	حافظ رحمت خاں کے خطوط (انکشافِ حقیقت و اتمامِ حجت)	
۱۰	باب ۶ - آغازِ جنگ	۱۲۱
۱۱	باب ۷ - بعد از جنگ، اقرار نامے۔ حافظ الملک کے خلاف الزامات، شرکائے سازش کا انجام۔ حافظ رحمت خاں سے متعلق بعض رائیں	۱۳۰

١٢ باب ٨ - حافظ رحمت خاں کا طرزِ حکومت اور زندگی ١٥١
کی جھلکیاں۔
١٣ باب ٩ - بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ، شجاع الدولہ ١٦١
کے متعلق مختلف رائیں
١٤ باب ١٠ - وارن ہسٹینگز ١٧٦
١٥ باب ١١ - بریلی کا مالک آصف الدولہ، ہزیمت جنگ ١٧٣
١٦ باب ١٢ - آصف الدولہ اور انگریزوں کی رام پور پر چڑھائی ١٧٩
١٧ باب ١٣ - آصف الدولہ کی موت اور بریلی پر سعادت علی ١٩٠
خاں اور پھر انگریزوں کا قبضہ۔
١٨ باب ١٤ - دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ١٩٧
١٩ باب ١٥ - تحریکِ انقلاب ١٨٥٧ء، انگریزوں کا ٢٠٢
غدر اور مظالم
٢٠ باب ١٦ - جنگِ آزادی، ہندوستانیوں اور انگریزوں کی ٢١٨
بغاوتوں کا فرق اور نتیجہ۔

فہرست

حصۂ دوئم

اسرار الصنادید عرف تاریخِ بریلی

٭ ٭ ٭

نمبر شمار				صفحات
۱	باب	۱	بریلی کا جغرافیہ	۲۳۰
۲	باب	۲	مشہور مقام اور قصبے	۲۳۴
۳	باب	۳	بریلی کی آبادی اور محلے وغیرہ	۲۴۶
۴	باب	۴	بعض تاریخی آثار	۲۴۸
۵	باب	۵	اسلامی مدارس وغیرہ	۲۵۵
۶	باب	۶	انگریزی عہد میں بریلی کے قاضی	۲۶۲
۷	باب	۷	نرخنامۂ اجناس و سکے وغیرہ	۲۶۳
۸	باب	۸	بریلی کے بعض فاضلانِ علم، شعراء اور امراء	۲۷۱
۹	باب	۹	ساداتِ نومحلہ، صوفیا و صاحبِ مزار وغیرہ	۳۱۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سببِ تالیف

بریلی کی آبادی کو کم وبیش ساڑھے چار سو برس گزرے لیکن بریلی کی کوئی تاریخ نہیں پائی جاتی اور ایک قلمی تاریخ بریلی نظر سے گزری بھی تو وہ تاریخ نہیں بلکہ ایک عددی وہندسی کتاب ہے جو منشی گلزاری لال سررشتہ دار کی لکھی ہوئی ہے اور وہ غالباً انگریز کے ذرائع مالی کے اضافہ کے لئے لکھی گئی ہے۔ پس ایک ایسی تاریخِ بریلی کی ضرورت پھر بھی باقی رہتی ہے جس میں تمام امورِ ضروریہ متعلقۂ تاریخ موجود ہوں۔ اس لئے ہم نے چاہا کہ اس کمی کو ہم پورا کریں۔ اور اس سلسلہ میں جب تاریخوں کا مطالعہ کیا گیا اور ان میں ان روہیلوں کے حالات پڑھے جنھوں نے کٹھیر میں اپنی ایک آزاد حکومت قائم کی اور کٹھیر کو روہیلکھنڈ بنا دیا تو ہمیں یہ نظر آیا کہ شاید وہ انسانی گروہ ہی نہیں بلکہ انسان نما فرشتوں کی جماعت تھی جن کے ایک ہاتھ پر دین تھا اور دوسرے پر دنیا۔ پھر ان کی بے مثل شجاعت بھی جو ان کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

ہندوستان کی تاریخ پر فریب کاریوں کے تو برتو پردے پڑے ہوئے ہیں۔ بعض جری اور حق پسند لوگوں نے بعض بعض حصۂ ملک کی تاریخیں لکھتے

ہوئے حق گوئی اور راست بیانی کی کوشش کی ہے اور اس طرح معتبر تاریخوں سے ملک روشناس ہوا ہے مثلاً وہ لوگ یہ ہیں، اور یہ ان کی تاریخیں،
میجر بی ڈی باسو کی "رائز آف دی کرسچین پاور ان انڈیا"
اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کی تاریخِ اسلام،
محمود میسوری کی "تاریخ سلطنتِ خداداد میسور"
باری لائل پوری کی "کمپنی کی حکومت"

لیکن چہرۂ تاریخِ روہیلہ پر ۱۷۵ برس سے فریب بافیوں اور مکاریوں کے دبیز نقاب ڈالے جارہے ہیں اور اس کے رخِ روشن کو نمایاں کرنے کی کوئی ایک سعی اس وقت تک نہیں ہوسکی ہے۔

دشمنانِ روہیلہ کی تو کوئی کمی نہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کے دوستوں کا کیا حال ہے۔ روہیلوں کے حالات میں قدیم کتابیں تین ملتی ہیں،

(۱) **فرح بخش**، حافظ رحمت خاں کے بے گناہ قتل اور روہیلوں کی بربادی و تباہی کے بعد ان بے گناہوں کے لئے جو عام ہمدردی اور ہجوم غم کا طوفان ملک میں اٹھ کھڑا ہوا، اس کے دبانے کے لئے شاید یہ تدبیر نظر آئی کہ روہیلوں کی برائیاں کتابوں میں لکھائی جائیں، چنانچہ علی محمد خاں کے لڑکے فیض اللہ خاں کے ذریعہ سے انگریز کی فرمائش پر فرح بخش وجود میں آگئی، یہ فیض اللہ خاں کے نوکر شیو پرشاد نے اسکے حکم سے لکھی۔

یہ پہلی کتاب ہے جس سے غلط حالات انگریزی تاریخوں تک پہنچے اور غلط بیانیوں کی بنیاد رکھی گئی جس کے بعد اسی بنیاد پر عمارت تعمیر ہوئی اور سقف و ایوان سجائے گئے۔

(۲) **جامِ جہاں نما** } حافظ رحمت خاں کی موت ۱۷۷۴ء میں ہوئی۔ اس تاریخ کا سنہ کتابت ۱۷۷۶ء ہے۔ قاضی قدرت اللہ شوق تخلص موہی پرگنہ کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی کے ایک شاعر گزرے ہیں۔ ان کی لکھی ہوئی ہے، غالباً ۱۷۷۶ء میں لکھی گئی۔

(۳) **سیر المتاخرین** } سید غلام حسین جاگیردار چیلا پرگنہ صوبہ بہار کی لکھی ہوئی، یہ ہسٹینگز کا آلہ کار تھا یہ تاریخ ہندوستان ہے جو ہسٹینگز کے مقدمہ میں بطور صفائی بھی پیش ہوئی۔ اس میں روہیلہ حالات نہایت مختصر ہیں، یہ مصنف ذاتی طور پر بھی روہیلوں سے صاف نہیں تھا، اس نے دل کھول کر روہیلوں کو گالیاں دی ہیں، غالباً ۱۷۸۰ء یا اس کے بعد لکھی گئی۔ اب جو تاریخیں متوسلین روہیلہ نے لکھی ہیں وہ سامنے آتی ہیں اور وہ حافظ رحمت خاں کے بیٹوں اور پوتوں کی لکھی ہوئی تھی ان کو پڑھ کر ایک متلاشی حقیقت کو جس مایوسی و حیرانی سے واسطہ پڑ جاتا ہے وہ حد درجہ افسوسناک ہے ان کے لکھنے والوں میں سیاسی حالات سے باخبر کوئی ایک بھی نہ تھا اور نہ مورخ، جو تاریخی ذمہ داریوں کے اصولوں سے واقفیت رکھتا۔ عربی فارسی داں شاعر تھے جو تاریخ لکھنے بیٹھ گئے تھے۔ تاہم ان کی تاریخیں ہیں (۱) **گلستانِ رحمت**:۔ نواب مستجاب خاں کی۔ (۲) **گلِ رحمت** گلستانِ رحمت کا خلاصہ، نواب سعادت یار خاں کی۔ (۳) **اخبارِ حسن**، نواب حسن رضا خاں کی۔ (۴) **تاریخ روہیلکھنڈ** نواب نیاز احمد خاں کی (۵) **تاریخ سلیمانی** نواب سلیمان خاں کی۔

نمبر ۱ و ۲ و ۳ قلمی ہیں نمبر ۴ و ۵ مطبوعہ۔ مفصل تاریخ فرخ
گلستان رحمت ہے۔ نمبر ۱ و ۴۔ انگریزوں کی فرمائش پر لکھی گئی ہیں
۱۹۳۳ء میں ایک چیز اور سامنے آتی ہے۔ اور وہ حیاتِ حافظ
رحمت خاں ہے، یہ سید الطاف علی بریلوی کی لکھی ہوئی اور مطبوعہ ہے
تاریخ لکھتے ہوئے عموماً یہ لغزش اکثر ہو جاتی ہے کہ گزشتہ
تاریخوں کی تقلید کی دلدل میں تاریخ نگار پھنس کر رہ جاتے ہیں
اور وہ روایت و درایت کے اصولوں کا فرق ملحوظ نہیں رکھتے۔
پھر حق گوئی کی راہ نہایت دشوار ہے۔
بدایونی نے تو اکبر کے دربار میں رہتے ہوئے حق گوئی کی
اور منتخب التواریخ لکھی تھی ۔۔۔ بہر حال تاریخ بریلی لکھنے کی
غرض اول یہ کہ بریلی کی کوئی تاریخ موجود نہیں تھی۔ اور سبب دوم
یہ کہ اگر ہو سکے تو روہیلہ تاریخ کے خط و خال ہم اصلی حالات میں
نمایاں کر سکیں۔
کوئی انسانی ارادہ کما حقہ پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تاوقتیکہ
امداد ربانی و رضائے سبحانی اس کی رفیق نہ ہو۔
پس ہم نے تاریخ بریلی لکھنے کے لئے جس روز قلم اٹھایا تو
عاجزانہ خدائے کارساز و عاجز نواز کے حضور میں دعا کی کہ تیری
توفیق ہماری رفیق ہو۔ ہماری فکر و فہم و ادراک تیرے نورِ ہدایت سے
منور ہوں۔ یارب العالمین۔ آمین۔

کتابیں

تاریخِ بریلی لکھنے کے لئے جو کتابیں پڑھوانا اور پڑھنا پڑیں وہ یہ ہیں،

(۱) واقعات دارالحکومت دہلی (۲) ہسٹری ونسنٹ اسمتھ (۳) دربارِ
اکبری (۴) قاموس المشاہیر (۵) سوانحات سلاطین اودھ (۶)
اخبار الصنادید طبع اول و دوئم (۷) افسانۂ حیرت (۸) دیوان خلیفہ
امیر الدین آزاد بریلوی (۹) مثنوی غازۂ تعشق (۱۰) نظمِ خوش آب (۱۱)
جغرافیہ بریلی سنہ ۱۳ء (۱۲) کارنامۂ راجپوتان (۱۳) بادشاہ نامہ (۱۴)
رسالہ ہمدردِ صحت (۱۵) تاریخِ فرخ آباد آروِن (۱۶) ہسٹینگز اینڈ دی
روہیلہ وار (۱۷) عماد السعادت (۱۸) تاریخِ مظفری (۱۹) سیر المتاخرین
(۲۰) روہیلکھنڈ گزیٹر (۲۱) محتشم خانی (۲۲) تاریخ اودھ نجم الغنی خاں
(۲۳) بہارستانِ اودھ (۲۴) و ترجمۂ اردو مولوی عبداللہ عاشق (۲۵)
حسنہ بریلی رسالۂ اسبابِ بغاوت ہند (۲۶) شباب لکھنؤ (۲۷) مختصر
تاریخِ اقوام کائستھ (۲۸) تاریخ فرشتہ (۲۹) تائید الہدایت (۳۰)
شمعِ انجمن (۳۱) آئینِ اکبری (۳۲) ماثر الامراء (۳۳) تاریخِ سلیمانی (۳۴)
تاریخِ روہیلکھنڈ (۳۵) بلغ رام (۳۶) تاریخ عبداللہ جہاں آبادی (۳۷)
دیوانِ لطف (۳۸) دیوان حسن (۳۹) المشاہیر (۴۰) تاریخِ شاہجہانپور
(۴۱) بنیانِ شاہجہانپور (۴۲) تاریخِ امروہہ (۴۳) رپورٹ مردم شماری
(۴۴) تاریخِ افاغنہ (۴۵) صولتِ افغانی (۴۶) خلاصۃ الانساب (۴۷)
بہارِ سخن (۴۸) خمخانۂ جاوید (۴۹) رسالہ مشاعرہ ٹونک (۵۰) دیوانِ عزیز

(۵۱) دیوانِ نیاز (۵۲) دیوانِ ہوش (۵۳) حیاتِ حافظ رحمت خاں
(۵۴) رسالہ زمانہ سنہ ۴۵ء و سنہ ۹۶ء جلد ۲۰ (۵۵) صحرانورد کے رومال
(۵۶) قصصِ عجیب (۵۷) ذوالفقار بدیع (۵۸) تاریخ نجیب (۵۹)
آثار اولیائے بدایوں (۶۰) کنز التاریخ (۶۱) لیل و نہار (۶۲) طلسمِ ہند
(۶۳) جامع التواریخ (۶۴) ہندو تیوہاروں کی دلچسپ اصلیت (۶۵)
رسالۂ بغاوتِ ہند۔ مکند لال (۶۶) تاریخ ہند شیو پرشاد (۶۷) دیوانِ
ناصر (۶۸) سلسلۂ عالیہ (۶۹) رسالۂ علمی (۷۰) حیات دوندے خاں
(۷۱) عین الانسان (۷۲) حدائق النجوم (۷۳) دیوانِ مشتاق (۷۴)
غدرِ ہندی (۷۵) تذکرۂ طورِ کلیم (۷۶) بزمِ سخن (۷۷) خطوطِ امیر مینائی
(۷۸) دیوانِ ساقی (۷۹) دیوان سرشار (۸۰) کمپنی کی حکومت (۸۱)
دیوانِ رضا (۸۲) انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ (۸۳)
رسالۂ نشو و نما (۸۴) تصویر کا دوسرا رخ (۸۵) رسالہ مصنف نمبر ۱۵ سنہ ۴۵ء
(۸۶) مجموعۂ فائق (۸۷) یادگارِ نجو (۸۸) گلِ رحمت (۸۹) گلستانِ رحمت
(۹۰) اخبارِ حسن (۹۱) سفرنامہ برنیئر (۹۲) سفرنامہ منوچی (۹۳) تاریخِ ہند
ذکاء اللہ خاں (۹۴) آبحیات (۹۵) دیوانِ محبت (۹۶) کلیاتِ سودا
(۹۷) ہمایوں نامہ گلبدن بیگم (۹۸) امیر نامہ (۹۹) تاریخ سبحان رائے
(۱۰۰) تاریخ نثری گلزاری لال (۱۰۱) حقیقت رام پور (۱۰۲) تذکرۂ صبحِ چمن
(۱۰۳) انتخابِ یادگار (۱۰۴) فرح بخش (۱۰۵) حیاتِ جاوید (۱۰۶) مغل
اور اردو (۱۰۷) رائز آف دی کرسچین پاور اِن انڈیا (۱۰۸) مکتوبات
شاہ عبدالعزیز (۱۰۹) انشائے لچھمی نرائن (۱۱۰) صحیفۂ ولا قدری (۱۱۱)
سفرنامہ انند رام مخلص (۱۱۲) کلیات میر (۱۱۳) تاریخ عالم شاہی (۱۱۴)

تاریخ شاہ آباد (۱۱۵) تاریخ سنڈیلہ (۱۱۶) لائف آف وارن ہسٹینگز (۱۱۷) تاریخ فرخ آباد ولی اللہ (۱۱۸) عبرت نامہ (۱۱۹) لائف آف کلائیو (۱۲۰) لائف آف ڈیہاؤذی (۱۲۱) سیاسی تاریخ ہند میلکم (ترجمہ اردو)

شکریۂ مہربانان

جن حضرات نے ازراہِ مہربانی تاریخ بریلی کی تیاری کے زمانہ میں اور اس کے بعد میری مدد فرمائی میں ان کا صدق دل سے مشکور ہوں اور وہ یہ ہیں

نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی نے ہر وقت ہر ممکن مدد فرمائی خصوصاً اپنے بہترین کتب خانہ سے استفادہ کا مجھے موقع دیا۔

بابو منموہن لال صاحب ماتھر ایڈوکیٹ، آغازِ کار سے تا تیاریٔ تاریخ۔ مجھے بابو جی کی غیر معمولی قابلیت سے ہر قسم کی مدد ملتی رہی خصوصاً ترجمہ کتب انگریزی سے۔

بابو جگیشور ناتھ صاحب بیتاب وکیل۔ انگریزی کتابوں کے ترجمہ کا بار زیادہ تر آپ نے برداشت کیا اور اپنے یہاں کی بعض قدیمی کتابیں مجھے مطالعہ کے لئے مرحمت کیں، آپ خود بھی ایک کہنہ مشق نثر نگار اور شاعر ہیں۔

سید آصف علی صاحب ایم اے اکبرآبادی۔ تیاریٔ کتاب کے بعد آپ نے تقسیم ابواب و فصول کر کے اس کو مرتب صورت دیدی اور پوری کتاب پر اصلاحی نظر ڈالی۔

جناب سرور حسین خاں صاحب زبیری۔ لکچرر لنگوسٹکس ڈیپارٹمنٹ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، آپ کی امداد سے میں لٹن لائبریری علی گڑھ

کی کتابوں سے مستفید ہو سکا اور تمام زمانہ قیام علی گڑھ میں آپ کے یہاں بطور مہمان مقیم بھی رہا۔

پروفیسر محمد حبیب صاحب ہیڈ آف دی ہسٹری و پالٹیکس بدر باغ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بکمالِ مہربانی آپ نے تاریخ بریلی تمام و کمال مطالعہ فرمائی اور نہایت قیمتی و قابلانہ مشوروں سے مستفید فرمایا

علامہ محمد یعقوب بخش صاحب راغب، بدایونی، لکچرر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، آپ کی تمام عمر مطالعۂ کتب میں بسر ہوئی اور دوران مطالعہ لٹن لائبریری میں آپ سے ملاقات ہوئی، آپ نے اپنی نشاندہی سے مجھے وہ امور جن کی مجھے تلاش تھی آسان کردی اور میں کتابوں کی زحمت مطالعہ سے بچ گیا۔ پھر تیاری کتاب پر جستہ جستہ نظر بھی ڈالی اور نہایت پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

تیس برس تک بعض بعض شہروں قصبوں جنگلوں میدانوں گورستانوں میں پھرنے کی نوبت وقتاً فوقتاً آتی رہی ہے، کون سی جگہ تھی جہاں مہربان نہ ملے اور کون سا مقام تھا جہاں مسافر نواز نہ تھے کیونکر نام بنام ان کا شکریہ ادا کیا جاسکے گا بس میں ان تمامی حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تفصیلات طولانی ہیں۔ اور جس قسم کی نوازشیں ہوئیں ایک فقیر بے نوا کیونکر ان کے شکریہ سے عہدہ برآ ہو سکے۔ مثلاً اجھیانی سے سہسوان تک یکہ کے سفر میں ایک بزرگ سے ساتھ ہوا حافظہ اگر غلطی نہیں کرتا تو شاید ان کا نام عبد الباقی صاحب تھا، ان کو جب میرے سبب سفر پر اطلاع ہوئی تو اپنے مکان سہسوان پر لے گئے حیوٰۃ العلماء جو ان کی لکھی ہوئی مطبوعہ تھی مرحمت فرمائی اور رخصت

کے وقت بے اختیار رونے لگے ۔ یا جناب مولانا الحاج الحرمین الشریفین مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب (بریلی) نے تاریخ بریلی کا کوئی حصہ سنا تو بے اختیار رونے لگے ۔ کہنا یہ ہے کہ میرے پاس شکریہ کے موتی کہاں ہیں جو ان آنسوؤں پر لٹا دوں ۔

مقدمہ

(ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی ۔ وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی)

جناب عبدالعزیز خاں صاحب بریلوی، مسلمانوں کی ایک قدیم روایت کے حامل ہیں، یہ روایت افسوس مردہ ہو چکی ہے۔ اور ہمارے درمیان ایسے بزرگ اب کم رہ گئے ہیں جو اس کی نشاندہی کر سکیں پہلے پڑھے لکھے شرفا کو اپنے ماحول سے دلچسپی ہوتی تھی، خصوصاً اپنے وطن سے ایسا لگاؤ رکھتے تھے کہ اس کے ماضی و حال کے متعلق معلومات فراہم کرنے کا انھیں شوق ہوتا تھا اور کبھی کبھی یہ شوق تحریر کے جامہ میں بھی نمودار ہو جاتا تھا۔ وطن سے اس محبت کی تعبیر اپنی روایات پر اعتماد اور اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر کے جذبات سے ہوتی تھی ورنہ وہ ماضی کی کرید میں کیوں لگے رہتے اور اپنے اسلاف کے سوانح کو معلوم کرنے کی کاوش میں محنت کیوں کرتے؟ ان کی دلچسپی کے طفیل دوسروں کی معلومات میں اضافہ ہوتا تھا اور بہت سے واقعات جو مختلف کتابوں کے اوراق میں ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح بکھرے ہوتے

تھے، پھر تسلسل اختیار کر لیتے تھے اور ان میں ربط پیدا ہونے سے ایک نئی داستان مرتب ہو جاتی تھی۔

واقعات کو محض واقعات کی حیثیت سے تحقیق کے ساتھ جمع کرنا اور ان میں تسلسل پیدا کرنا ماضی شناسی کی تشنگی کو دور کرتا ہے۔ مسلمانوں کی تاریخ نویسی کی تاریخ میں اس کو بڑا دخل رہا ہے مسلمانوں میں مورخین کا بڑا طبقہ اسی کو تاریخ کا جزو اعظم سمجھتا رہا ہے اور اکثر چوٹی کے مورخین نے اسی کو اپنی توجہ کا محور تصور کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ واقعات کی تلاش و ترتیب ہی ازمنۂ وسطیٰ تک بیشتر تاریخ کا مقصدِ اولین شمار ہوتا رہا۔ کہیں مقام و وقت کو تنگ بنا کر تفصیلات کو وسعت دی گئی، کہیں مقام و وقت کی وسعت سے تنگنائے تاریخ میں تفصیلات کا سمانا دشوار ہو گیا، اور چونکہ واقعات کی اہمیت سے انکار دشوار تھا لہٰذا چھوٹے علاقوں کی تاریخ محدود زمانہ کے لئے لکھ کر تفصیلات کی گنجائش بھی نکالی گئی۔ تاریخ کا یہ میدان ہمارے ان بزرگوں کے لئے بہت کارآمد ثابت ہوا جو اپنے مخصوص علاقے سے محبت رکھتے تھے اور اس کے ماضی سے خود واقف ہونا چاہتے تھے اور دوسروں کو آگاہ کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔

یہ درست ہے کہ آج تاریخ کا تصور بہت تبدیل ہو چکا ہے اب تاریخ کی نظر واقعات سے زیادہ ان محرکات پر ہے جو واقعات کو معرضِ وجود میں لاتے ہیں۔ اس جستجو میں مورخ کو طویل سفر کرنا پڑتا ہے۔

ایک طرف تو وہ واقعات کی تہہ میں غوطہ لگانا چاہتا ہے، دوسری طرف وہ اُن اثرات و رجحانات سے بھی باخبر ہونا چاہتا ہے جو مقامی طور پر بروئے کار آتے ہیں یا دوسرے علاقوں یا زمانوں سے پہنچتے ہیں۔ تاریخ کا یہ رجحان خود زیادہ قدیم نہیں ہے اور ابھی تک پوری طرح پروان نہیں چڑھا ہے، بہر نوع اگر اس جدید تلاش میں واقعات کے لنگر سے کشتی ٹوٹ کر بہنے لگے تو تاریخ، تاریخ نہیں رہتی اور محقق کو تخیلات کے سراب میں گمراہ کر دیتی ہے علوم کی بنیاد واقعات کی ٹھوس بنیاد پر ہی قائم ہو سکتی ہے اور تاریخ کی دکان تو واقعات کی فراوانی سے ہی رونق پاتی ہے۔ اس لئے خواہ تاریخ کے منتہائے نظر میں کتنی ہی پیچیدگیاں کیوں نہ جمع ہو جائیں مربوط واقعات سے اس کی دلچسپی ختم نہیں ہو سکتی۔

البتہ طرزِ نگارش میں اس جدید مطمحِ نظر نے تبدیلی ضرور پیدا کی ہے اور سادہ اظہارِ واقعات کی بجائے فلسفیانہ تگ و پو نے بیان میں عمق اور بعض جگہ ژولیدگی پیدا کر دی ہے۔ اس کے علاوہ اب تاریخ کی نظر میں مدت و مقام کی تنگی ایک وادیِ غیر ذی زرع کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے کہ انسانی حیات کے مظاہر کو پرکھنے کے لئے تجربہ کی کسوٹی میں وسعت ضروری ہے مگر جیسا کہ اس سے قبل بیان ہو چکا ہے مدت و مقام کی وسعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کے اجزا کا علم غلط واقعات و غیر مکمل مواد پر قائم نہ ہو۔ اس لئے تاریخ محدود علاقوں اور زمانوں کی ماضی شناسی سے رابطہ ختم نہیں کر سکتی۔ مختلف مقامات کے حالات سے باخبر ہونا اگرچہ تاریخ

کے موجودہ نصب العین کو پورا نہیں کرتا، لیکن اسے پورا کرنے میں ممد و معاون ضرور ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے تاریخی مواد کو جمع کرنا تاریخ نویسی نہیں ہے لیکن تاریخ کی عمارت کی بنیاد ضرور ہے۔

تاریخ روہیلکھنڈ کا مطالعہ اس لئے مورخ کے لئے دلچسپ ہے کہ وہ ہماری تاریخ کے ایک گوشہ پر روشنی ڈالتی ہے اور ان رجحانات کی مثالیں مہیا کرتی ہے۔ جنھوں نے ہماری قوم کی تعمیر و تخریب میں حصہ لیا مجھے تاریخ روہیلکھنڈ اسی وجہ سے اور دلچسپ نظر آئی کہ اسے پڑھ کر ان بزرگوں کی دلچسپیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا۔ جنھوں نے ہماری علمی روایات کو قائم رکھا۔ اور زمانہ کی حوصلہ شکن لاپرواہی کے باوجود ان سے سرد مہری نہیں برتی۔ اس کتاب میں وہی علمی کاوش موجود ہے جو واقعات کی تلاش میں سرگرداں کراتی تھی اور اس کے اوراق میں وہ بلند حوصلگی بھی پرتو فگن ہے جو پیرانہ سالی کے باوجود علمی تحقیقات کی صعوبتوں کو ایک خوشگوار اور دلچسپ مشغلہ بنا دیتی تھی۔ اگرچہ جدید تحقیقات کے طریقوں کے تربیت یافتہ حوالوں کو غیر مکمل پائیں گے اور مواد کے تقابل و نقد کو غیر کافی، مگر یہ طریقے نئے ہیں اور قدیم بزرگ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ میرے دل میں اس سے بھی اس روایت کی یاد زندہ ہوتی ہے جو میرے بزرگوں کے زمانہ میں زندہ تھی۔ ہم ان کی تحریر کو صحیفۂ آسمانی کی طرح صحیح سمجھتے تھے، حوالہ کی ضرورت محض اس لئے ہوتی تھی کہ آیندہ مطالعہ میں کام آئے، اگر صفحہ کا ذکر ہوا تو محنت آسان ہوئی ورنہ کتاب کی ورق گردانی سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ غرض ان کوتاہیوں سے کتاب کی افادیت میں کمی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اگر اس قدیم نقطۂ نظر

سے دیکھا جائے تو اس کتاب کی افادیت بھی ہمیں پوری نظر آئے گی۔ اس لئے کہ مواد ایک جگہ جمع ہو گیا ہے، اور واقعات کو دلچسپ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔

انھیں وجوہ کی بنا پر میں نے شروع میں عرض کیا تھا کہ اس کتاب کے مولف ایک قدیم روایت کے حامل ہیں جو اپنی علم دوستی اور تحقیقاتی کاوش کے اعتبار سے قابل قدر و لائق تحسین ہیں۔

اشتیاق حسین قریشی
۱۴ر اگست ۱۹۶۳ء

باب ۱
شہر بریلی اور روہیلہ

بریلی ہمالہ پہاڑ کے دامن میں آباد ہے۔ کٹھریا ٹھاکر جگت سنگھ نے موجودہ آبادی بریلی سے پورب کی طرف موضع جگت پور آباد کیا ر سنہ ۵۰ء م پھر باسدیو بریلدیو نے (۱۵۳۷ء) بریلی آبادی اور انھیں کے ناموں پر یہ بریلی مشہور ہوئی۔ تاریخی بیانات مختلف ہیں کہیں یہ لکھا ہے کہ اکبر کے خان زمان کو حکم دیا کہ افغانوں کو مطیع کرے اور اس زمانے میں بریلی کی بنیاد پڑی بریلدیو نے ۱۵۵۰ء میں بریلی کا قلعہ بنوایا جس کا کا بیچ کا کنواں موجود مشہور ہے قلعہ کا نام کوٹ اسی نام پر ہے جو اب (شہر کہنہ) محلہ ہے۔ شہر جہاں آباد ہوا وہ اب پرانا شہر کہلاتا ہے۔ ان کٹھریا ٹھاکروں کا زمانہ تقریباً ۲۰ ـــ ۲۲ برس تھا

بریلی پر اکبر کا قبضہ :-

کٹھریا ٹھاکروں پر غلبہ حاصل کرنے والے ہمایوں یا اکبر بتائے جاتے ہیں کہیں ہمایوں کو لکھا ہے کہیں اکبر کو۔ بابر نے ہمایوں کو ممالک شرقی کی فتح کیلئے مقرر کیا تھا اور وہ سنبھل (مراد آباد) میں رہتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے بریلی فتح کرلی ہو لیکن اکتوبر ۱۵۴۲ء میں وہ ایران جاچکا تھا ۱۵۵۵ء میں واپس ہوا ۲۴ جنوری ۱۵۵۵ء کو انتقال ہوگیا۔ کہیں لکھا

---

(۱) واقعات دارالحکومت دہلی

ہے ۹۷۷ھ میں اکبر کے ایک فوجی افسر الماس علیخاں نے بریلی فتح کی۔
اسی سنہ میں حسین خان کنٹریہ ایک اکبری امیر اودھ کے جاگیردار تھے اور کانت گولہ ان کا صدر مقام تھا۔ ملّا عبدالقادر بدایونی سے ان کا بڑا یارانہ تھا۔ انہوں نے پہاڑیوں سے شکست بھی کھائی تھی فوجیں بھی برباد کرائیں اور پھر اکبر سے کہا میں انتقام لئے بغیر نہ چھوڑوں گا اور اکبر کے منظور کر لینے کے بعد کئی دفعہ پہاڑ کے دامن کو ہلا ہلا دیا مگر اندر نہ جاسکا۔ بہر حال ہماؤں بیلی کا فاتح ہو یا امرائے اکبر باسدیو سمہ اپنے بھائی ناگدیو کے مارے گئے کٹھریوں کا قلعہ گرا دیا گیا۔
۹۸۰ھ میں ابراہیم حسین مرزا لوٹتا مارتا ہندوستان کی طرف آیا۔ حسین خاں لڑائیوں کے ہنگاموں سے خستہ ماندہ بیمار واپس ہوا تھا اور کانت گولہ میں رستی سامان وعلاقہ کے بندوبست میں مصروف تھا اتنے میں مرزا نواحی لکھنور (شاہ آباد۔ رام پور) میں سنبھل سے ۱۵ کوس پر آپہونچا۔ حسین خاں پالکی میں پڑ کر جلی کھڑا ہوا۔ مرزا باس بریلی کی طرف کترا گیا۔

۹۸۵ھ میں راجہ منجھولہ کو باس بریلی کے علاقہ میں دامنِ کوہ کے انتظام کیلئے اکبر نے بھیجا راجہ نے دربار کو ایک رپورٹ روانہ کی جس کی چند درخواستوں میں سے ایک یہ تھی وہ درگاہ سے جدا ہو کر اس صحرائے بیابان میں آگیا ہوں کوئی رفیق و آشنا ساتھ نہیں اگر شیخ عبدالقادر کو بھیج دیا جاوے کہ وہ اس ملک کے نیک و بد سے خوب واقف ہے۔ لوگ اس کے اعتبار

پر رجوع بھی ہو جاوینگے اور بندۂ درگاہ کی سرفرازی کا موجب ہوگا۔ الحکم اعلیٰ"
خواجہ شاہ منصور نے ایک ایک فقرہ پڑھ کر سنایا اور حسب حرف بحرف ہر بات کا جواب
جو فرمایا وہ لکھا اس مطلب پر نہیں کی نہ ہاں۔[1]

سنہ ۱۵۷۷ء میں کانت گولہ کے بجائے بریلی صدر مقام ہو گیا۔ بریلی کا
پہلا ناظم حکیم عین الملک شیرازی مقرر ہوا۔ اسی کے عہد نظامت میں جب
شاہ دانا۔ عرب بہادر۔ نیابت خاں نے سنبھل کے نواح میں بغاوت کی تو
حکیم نے بریلی کے قلعہ کو مستحکم کر کے جاگیرداروں کی جماعت کے ساتھ باغیوں
کا مقابلہ کیا۔ اس کو باغیوں نے دھمکی بھی دی اور لالچ بھی کہ کسی طرح
حکیم ہماری سازش میں شریک ہو جائے لیکن اس نے باغیوں کی جماعت
میں پھوٹ ڈالدی اور نیابت خاں شاہی فوج کا شریک ہو گیا۔ حکیم نے
حریفوں سے جنگ کی اور انھیں شکست دی۔[2] سنہ ۱۵۸۳ء تک شاہی توپخانہ
بریلی رہتا تھا مرزائی محلہ۔ مرزائی باغ۔ مرزائی مسجد عہد اکبری و نظامت
عین الملک کی یادگاریں جن میں سے مرزائی مسجد شہر کہنہ محلہ گھیر جعفر خاں میں
موجود ہے۔ جو اکبر کے حکم اور عین الملک کے اہتمام سے سنہ ۱۵۷۹ء میں تعمیر ہوئی۔
یہ سن تعمیر آئین اکبری کی رو سے اور فیضی کی رعایت کے اعتبار سے ہے
سنہ ۱۷[illegible]ء میں حقداد خاں نے اس کی مرمت کرائی تھی۔ بریلی میں یہ مسجد
سب سے پہلی مسجد ہے۔

---

[1] دربار اکبری [2] ماثر الامرا

عین الملک کے بعد بہرہ مند خاں صوبہ دار بریلی مقرر ہوا۔ دور اکبری ختم ہونے سے پہلے بریلی ایک بڑے پرگنہ کا ایک صدر مقام تھا۔ اکبر کے زمانہ میں یہ صوبہ سرکار سنبھل و بدایوں سے متعلق تھا۔ بدایوں میں کردر۔ نوا گنج۔ فرید پور اور سنبھل میں سبڑی۔ میر گنج۔ سرولی۔ خاص بریلی کی اراضی دو لاکھ اکسٹھ ہزار دو سو ستائیس بیگہ زمیندار اس کے راجپوت اور ایک ہزار سوار اور دس ہزار پیادہ فوج بریلی خاص میں علاوہ اس کے متعلقات کے رہتی تھی[1]

دورِ جہانگیری:-

جہانگیر کے زمانہ میں بریلی کے گورنر شیخ فرید مقرر ہوئے۔ انھیں کے زمانہ میں رمشہورہ کا فرید پور نام ہوا۔ فرید پور کا قلعہ انھیں نے بنوایا ہے اصلی نام شیخ فرید جہانگیر نے نواب فرید خاں خطاب دیا[2]

شیخ فرید کے بعد سلطان علی خاں و علی قلی خاں حاکم بریلی مقرر ہوتے جہانگیر کے زمانہ میں صوفی شاہ درویش شہر کہنہ میں جس جگہ سکونت رکھتے تھے وہ صوفی ٹولہ (محلہ) مشہور ہو گیا۔

دورِ شاہجہانی:-

بریلی سرکار بدایوں سے متعلق تھی شاہجہاں کے زمانہ میں بریلی صدر مقام ہو گیا کٹھریا اور کٹھار کے راجپوت دق کرنے لگے تھے سب سے پہلا حاکم عبداللہ خاں ملیح آبادی اور راجہ مکرند کھتری ساکن دہلی

---

[1] آئین اکبری [2] شیخ سلیم چشتیؒ کے خاندان سے تھے شیخوپور (بدایوں) انکا آباد کیا ہوا دریائے سوت کے کنارے آباد ہے وہیں ان کا شاندار مقبرہ دفن ہے۔

ہوتے ہوتے ۱۶۵۷ء میں مکرند رائے ہوگیا۔ کلیان رائے جہانگیر آ حاکم زیدپور
کی وفات پر اس کا بھتیجہ اسلام قبول کر کے مالک بن گیا۔ دھیان سنگھ
وارث کلیان رائے نے بالغ ہونے پر اس کو فرید پور کے دربار میں قتل
کرادیا۔ مکرند رائے نے اس کو باوجود حکم رہائی دربار دہلی کے، توپ کے
منہ پر رکھ کر اڑوادیا۔ جب یہ خبر دہلی پہونچی تو مکرند رائے گرفتار کر دیا
گیا اور اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے کٹوا دی گئیں اور محمد رفیع حاکم بریلی
مقرر ہوا اس کو جنگھارے راجپوتوں نے دق کیا آخر کار خوردیہ دیوریا
(بیلپور) کے پاس لڑائی ہوئی راجپوتوں نے شکست کھائی اور دیوریا
جلا کر زمین دوز کر دی گئی ہے

دورِ عالمگیری:۔

عالمگیر کے زمانہ میں مکرند رائے کے پسر نانک چند کھتری ساکن دہلی
شہر بریلی کا حاکم ہوگیا جس نے بریلی کے پچھم کی طرف ساکھوں کا بن جو کہ تھا
تھا کٹوا کر نیا شہر آباد کیا۔ قدیم آبادی پرانا شہر اور یہ نیا شہر مشہور ہوئے۔
جامع مسجد بنوائی۔ شاہ دانا کا مقبرہ بنوایا۔ نو محلہ اس کی شکار گاہ تھی جس
کے گرد پختہ چہار دیواری تھی۔ کتور پور مکرند پور محلے اس کے اور بھائی بھتیجوں
کے نام پر آباد ہوئے۔ یہ شہر کی جامع مسجد عہد عالمگیری کی تعمیر پہلی
مسجد ہے۔ فروری ۱۷۰۷ء میں عالم گیر کا انتقال ہوگیا۔

روہیلوں کا فروغ:۔

عالمگیر کے جانشینوں سے حکومت مغلیہ کا زوال شروع ہوگیا

جغرافیہ بریلی ۱۳ء

ملک میں فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ بد امنی اور لوٹ کھسوٹ مار شروع ہوگئی اور حکومت کا خوف دلوں سے جاتا رہا۔ عالمگیر کے لڑکے بہادر شاہ کا زمانہ تھا کہ سرحد پر بنگش اور بد الیاں پر ایک شخص داؤد خاں نمودار ہوا جو افغانی آزاد قبائل سے تعلق رکھتا تھا اور وہیں سے آیا تھا تاریخ میں یہ بھی عام طور پر مشہور ہے کہ روہیلے نادر شاہ کے خوف سے جانیں بچا کر ہندوستان آرہے تھے۔ داؤد خاں غلام تھا جو شاہ عالم خاں کو میراثِ پدری میں ملا تھا۔ شاہ عالم خاں کا سلسلۂ خاندان یہ ہے شہاب الدین خاں ان کے تین لڑکے۔ ۱ باقی خاں۔ محمود خاں۔ آدم خاں محمود خاں کے پانچ بیٹے ۱۔ آزاد خاں، ۲ شہزاد خاں، ۳ حکیم خاں ۔

۴ حسن خاں، ۵ شاہ عالم خاں۔ اس خاندان کی شاخِ نسل بڑی بہت ہے اور معزز ہے۔ اعزاز کی وجہ مذہبی اقتدار بھی ہے کہ شہاب الدین خاں زہد و تقوے و عبادت گذاری کیلئے بہت مشہور تھے یہاں تک کہ وہ اپنے زمانہ میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مثل سمجھے جاتے تھے۔ یوسف زئی قبیلہ ان کا خصوصاً بہت معتقد تھا۔ یہی تمام خصوصیات ان کے بیٹوں پوتوں میں بھی پائی جاتی رہیں۔ اور وہ تورو شہامت پور علاقہ ہ کے رہنے والے تھے۔ روہ ایک وسیع کوہستانی سلسلہ افغانستان میں ہے شمال میں کوہ کاشغر جنوب میں بھکر و بلوچستان مشرق میں کشمیر کے پہاڑ مغرب میں دریائے ہلمند جو قندھار کے قریب بہتا ہے

کٹھر کے دو ضلع بریلی، بدایوں ہیں یہاں کے زمیندار زبردست لوگوں کو رکھ کر ان سے لوٹ مار کراتے تھے۔ داؤد خاں زمینداروں کی نوکری کرنے لگا اس کی حالت بہتر ہو گئی اسے شہرت بھی ہو گئی۔ اور پٹھان جو اس کے ملک سے ہندوستان آرہے تھے اس کے ساتھ ہو گئے ان کی تعداد تین سو تک ہو گئی۔ ان میں ملک شادی خاں۔ پائندہ خاں، دوند خاں۔ صمد خاں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ داؤد خاں کسی موضع پر حملہ کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ کہا یہ جاتا ہے کہ وہاں اسکو ایک دودھ پیتا بچہ ملا جس کو وہ لے آیا۔ دایہ کے سپرد کیا۔ اپنا بیٹا بنالیا۔ اس کو تاریخوں میں اہیر یا جاٹ کا بچہ اس کی ماں لچھو جاٹنی ذکر کی گئی ہے یہ بھیک مانگنے نکلی تھی کہ مر گئی بچہ رہ گیا داؤد خاں اٹھا لایا۔ علی محمد خان نام رکھا اس بچے کے ملنے کی جگہ میں اختلاف ہے بعض تاریخیں بانکولی پرگنہ کابر تحصیل بہیڑی ضلع بریلی بتاتی ہیں لیکن عماد السعادت اور صحیفہ والا قدری اسے تحصیل بسولی ضلع بدایوں کا موضع باکولی بتاتی ہیں قرینہ چاہتا ہے کہ یہی صحیح ہو۔ داؤد خاں موضع بنیا بیولی ضلع بدایوں میں رہتا تھا اور یہ دو موضع ہیں۔ آنولہ ضلع بریلی سے پانچ کوس۔ بیولی سڑک بدایوں بسولی کے تیرھویں میل پر۔ بنیا پندرھویں میل پر اور اب اس کا نام وزیر گنج ہے۔ پس بانکولی موضع بسولی کا علی محمد خاں کے پاتے جانے کی جگہ صحیح ہو گی۔ علی محمد خاں کا جاٹ بچہ ہونا مسلمہ ہے۔ وہ سید یا برہمن آج بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ حالانکہ یہ کوشش ۱۸۶۵ء سے ۱۹۱۸ء

تک کہجاتی رہی ہے۔ اور محمد علی خانی نسل کے دو مستند نشینوں نے اس کی سعی کی ہے لیکن جام جہاں نما. تاریخ راجگان پنجاب۔ تاریخ ہندوستان انفنسٹن۔ تاریخ فرخ آباد ولی اللہ۔ تنقیح الاخبار جلد دویم۔ تاریخ حقی۔ روہیلکھنڈ گزیٹر۔ تاریخ عبداللہ جہاں آبادی۔ سیرالمتاخرین میں اہیر یا جاٹ ہی لکھا ہوا ہے۔ تاریخوں کے علاوہ زبانوں پر جو کچھ ہے اسے کون روک سکتا ہے

ویسے ایسا یہ کچھو پرہب کے ٹھاٹ
آنولا کا راجہ بھیو با کولی کو جاٹ

پسندیدہ زسرتا پا صفاتش یگانہ در گروہ جاٹ ذاتش

شاہ عالم خاں گھوڑوں کی سوداگری کے سلسلے میں ہندوستان آتے رہتے تھے چنانچہ وہ داؤد خاں کے پاس آتے اور انہوں نے اس کو ساتھ لے جانے کیلئے اصرار کیا۔ داؤد خاں جانا نہیں چاہتا تھا داؤد خاں کے پاس علی محمد خاں بھی تھا۔ اس نے یعنی محمد علی خاں نے خفیہ شاہ عالم خاں کو قتل کرادیا۔ یہ واقعہ بدایوں کے قریب کا ہے وہ بدایوں میں دفن ہوئے[1] عموماً تاریخوں نے ذکر کیا گیا ہے کہ داؤد خاں نے قتل کرادیا۔ لیکن تاریخ عماد السعادت و گزیٹر صاف بتاتی ہیں کہ علی محمد خاں کے اشارے سے وہ قتل ہوئے۔ غرض شاہ عالم خاں اس خاندان کا پہلا شہید ہے۔ پھر داؤد خاں راجہ المورڑہ کا ملازم ہوگیا۔ اسوقت حکومت مغلیہ کی طرف سے عظمت اللہ خاں مراد آباد کا حاکم تھا۔ راجہ

---

[1] محلہ بدایوں میں درگاہ سید احمد کو چلے جائیں تو عرب صاحب کے مزار کے قریب بلکہ مسجد کے اندر انکی قبر ہے

الموڑہ کو اس سے جنگ کرنا پڑی۔ عظمت اللہ خاں نے داؤد خاں سے سازش کرنی چاہی جو اس نے منظور کرلی۔ اس وقت تک حکومت یا کسی عہدہ دارسے روہیلہ گروہ کو کوئی تعلق نہ تھا غالباً اس لئے عظمت اللہ خاں کی موافقت غنیمت سمجھی گئی ہوگی۔ چنانچہ جنگ میں راجہ کو شکست اور عظمت اللہ خاں کی فتح ہوئی۔ مگر راجہ خاموش ہوگیا۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد تنخواہ دینے کے حیلے سے داؤد خاں کو پہاڑ پر بلایا اور قتل کرا دیا۔ روہیلہ گروہ اس وقت ۵۰۰ سو آدمیوں کا تھا۔ ملک شادی خاں - پائندہ خاں۔ دوندے خاں۔ صدر خاں جو شاہ عالم خاں کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے یعنی ملک شادی خاں ان کے سمدھی پائندہ خاں پائی خاں کے پوتے ہیرک خاں کے پوتے میرک خاں کے لڑکے۔ دوندے خاں ان کے بھائی کے لڑکے۔ صدر خاں بھی ان کے بھتیجے۔ یہی لوگ محمد علی خاں کو لے کر عظمت اللہ خاں کے پاس گئے۔ ظاہر ہے کہ ان سے بحوالہ داؤد خاں کچھ رعایت و مرحمت کے لئے کہا گیا ہوگا کہ علی محمد خاں ان کا بچہ ہے عظمت اللہ خاں نے ایسی مرحمت کی کہ روہیلہ کو اطمینان ہوگیا۔ یعنی محمد علی خاں کو رسالدار کردیا۔ کچھ جاگیر بھی دے دی۔ اور کچھ علاقہ ٹھیکہ پر دیدیا۔ حکومت میں چونکہ ضعف تھا اسلئے روہیلوں کی ملک گیری برابر بڑھتی گئی علی محمد خاں روہیلوں کے زیرنگرانی و اثر رہا جب مقبوضات بڑھتے گئے اور ایک ریاستی حیثیت پیدا ہوگئی تو نظم و نظام قائم کرنے کی ضرورت پڑی انھوں نے ناشی طریقہ علی محمد خاں کو مسند نشین کردیا

اور برائے نام ورنہ ملک و اقتدار روہیلوں کا پیدا کیا ہوا تھا اور تمام اختیارات انھیں کے ہاتھ میں تھے۔ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ اس شہادت کی بنا پر کہہ رہے ہیں جو درج ذیل ہے۔ سب سے وزنی شہادت اس بارے میں خود علی محمد خاں کا بیان ہے۔

(۱) میں چند روز کا خزانچی امور امارت رہا یہ مقتضائے زمانہ تھا یا ان کی (روہیلوں کی) رضامندی سے ؎

(۲) روہیلہ گروہ کو جب استقلال ہو گیا تو اس نے کٹھر کا نام روہیلکھنڈ رکھا۔ (اخبار الصنادید)

(۳) (روہیلکھنڈ میں) روہیلوں نے اولالعزمی و فتوحات کے جھنڈے گاڑے ہیں۔ (اخبار الصنادید)

(۴) روہیلوں نے علی محمد خاں کو نواب بنا دیا۔ (اخبار الصنادید)

(۵) نواب کلب علی خاں جاگیردار رامپور کا بیان " یہ ملک پٹھانوں کا ہے" (اخبار الصنادید جلد دوم صفحہ ۲)

(۶) ریاست رامپور روہیلوں کی حکومت کا بقیہ ہے۔ (اخبار الصنادید صفحہ ۱۸۴ جلد دوم)

(۷) روہیلکھنڈ ہمالہ کے دامن اور اودھ کے شمال مغرب میں ایک زرخیز علاقہ تھا۔ اس علاقے پر روہیلوں کی حکومت تھی۔ طرز حکومت قبائلی تھا۔ ہر قبیلہ کا سردار کوئی نہ کوئی حصہ اپنے قبضے میں رکھتا ممتاز و عائذ رحمت خاں کو تمام ہو تسلیم کرتے تھے۔ کمپنی

کی حکومت)

(۸) محبت خاں ابن حافظ رحمت خاں کے لئے اس کمینہ پرور زمانہ میں بہت تھوڑی معاش جو تنگ و عار کا موجب ہے مقرر کی گئی ہے اور فیض اللہ خان (پسر علی محمد خاں) کو بیس لاکھ روپے کی آمدنی کا ملک دیا گیا ہے حالانکہ روہیلوں کے اقتدار کے زمانے میں اس کے پاس پانچ لاکھ روپے سے زیادہ کی آمدنی کا ملک نہ تھا (سیر المتاخرین)

(۹) رامپور افغان (مکتوبات امیر مینائی)

روہیلہ تاریخ لکھنے کے لئے جس مورخ نے قلم اٹھایا اور اگر اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ روہیلہ نظام حکومت شخصی ہے اور محمد علی خاں تنہا روہیلکھنڈ کا مالک تھا تو یہ ایک ایسی گم گشتگی ہے کہ پھر منزل حقیقت کی راہ اس پر کھل نہیں سکتی۔ حیرانی سی حیرانی ہے کہ حافظ رحمت کا خاندان اسی غلط فہمی اور گمراہی میں پھنسا ہوا ہے۔ حالانکہ حالات نہایت صاف ہیں۔ داؤد خاں شاہ عالم خاں کا خاندانی غلام ہے وہ اپنے مرنے کے وقت تک نوکری کر رہا تھا۔ اس نے ایک جاٹ کے لڑکے کو پال لیا ہے۔ روہیلوں کی آنکھوں کے سامنے وہ پلا بڑھا ہے۔ داؤد خاں کے مرنے کے بعد روہیلوں نے اس کی پرداخت کی ہے یہ لڑکا روہیلہ پر حکمرانی کرتا تھا۔ ان روہیلوں پر ہرگز قابل قبول نہیں جن کی بابت تاریخی شہادت یہ ہے۔

حاطاعت کا نقشہ اس زمانے میں افغانوں کے واسطے

بالکل بے معنی تھا۔" ع۱

بہرحال ۱۷۳۰ء تھا کہ روہیلوں نے آنولہ کے زمیندار کو قتل کرادیا۔ وہاں اپنی عمارتیں بنوالیں اور آنولہ پر قبضہ کرلیا۔

روہیلے برابر ملک میں اپنا قبضہ بڑھاتے جارہے تھے کہ عمدۃ الملک امیر خان بخشی افواج حکومت مغلیہ کی طرف سے محمد صالح خواجہ سرا سنونڈا کا منتظم مقرر ہوکر آیا۔ روہیلوں اور خواجہ سرا سے جنگ ہوئی۔ خواجہ سرا مارا گیا۔ روہیلوں کو بڑی لوٹ ہاتھ آئی۔ شاہی حکومت یا عمدۃ الملک اس شکست کا کوئی تدارک نہ کرسکے مگر روہیلہ شجاعت کا ایک اور گہرا اثر قائم ہوگیا۔ اب روہیلوں نے آنولہ کو دارالحکومت قرار دیا۔ حکومت دہلی اور امرائے سادات کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ حکومت دہلی نے اپنی مدد کیلئے روہیلوں کو بلایا۔ روہیلوں کی دلاوری سے مخالفین سادات بارہ قتل ہوئے۔ حکومت دہلی کی فتح ہوئی۔ روہیلے جنگ میں علی محمد کو ساتھ رکھتے تھے چنانچہ وزیر السلطنت دہلی نے روہیلوں پر عنایتیں کیں علی محمد خاں کو نوبت و علم کی اجازت اور نوابی کا خطاب عطا ہوا۔ ۱۷۳۷ء

سرشور اور آزاد طبیعت روہیلے دباؤ، اطاعت اور پابندی کے عادی نہ تھے۔ محمد علی خاں کی کم سنی اور بے باک ہونے کی وجہ سے روہیلوں میں بے اطمینانی اور شورش پیدا ہوئی تو بااثر روہیلوں نے تجویز کیا کہ حافظ رحمت خاں

ع۱ اخبار الصنادید جلد دوئم صفحہ ۵۰۸

کو ولایت سے بلا لینا چاہیے۔ حافظ رحمت خاں لڑکے ہیں شاہ عالم خاں کے اور پوتے ہیں شہاب الدین خاں کے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ اِس خاندان کو روہیلوں میں مذہبی حیثیت سے اقتدار حاصل ہے۔ چنانچہ روہیلوں نے ان کو طلب کر لیا۔ اور مستقل قیام آنولہ حافظ رحمت خاں نے منظور کر لیا اس طرح روہیلوں کی شورش دب گئی اور ترقی کی راہیں ان پر کھل گئیں اور وہ قوی ہو گئے۔ سرجان اسٹریچی لکھتا ہے کہ "علی محمد خاں نے اپنے چچا حافظ رحمت خاں کو بلا کر اپنے کو قوی کر لیا۔"[1]

اب روہیلہ حکومت کے سب سے بڑے رکن اور رہنما حافظ رحمت خاں تھے اور انھوں نے بھی علی محمد خاں کو مسند پر برقرار رکھا۔ لیکن اہلِ سیاست کے پیش نظر یہ صورت حال مناسب نہ سمجھی گئی گزیٹر میں ہے "حافظ رحمت خاں نے گذشتہ کدورتوں کا کچھ خیال نہ کیا ـــــ"

روہیلوں نے تمام کٹھر میں ہل چل مچا دی تھی مرکزی حکومت کچھ نہ کچھ ہاتھ پیر مار رہی تھی اب دربار دہلی کی طرف سے راجہ ہر نندا کٹھری بڑے ساز و سامان کے ساتھ روہیلوں کی تادیب کیلئے نامزد ہوا موضع اصالت پور جاری پرگنہ بلاری ضلع مراد آباد ارل ندی کے کنارے اس نے پڑاؤ ڈالا۔ اس سے دو میل کے فاصلہ پر فتح پور میں روہیلوں کا کیمپ تھا۔ صبح ۱۹ محرم ۱۷۴۲ء جمعرات کے دن جنگ ہوئی۔ حافظ رحمت خاں

---

[1] ہنگر اینڈ سٹوری روہیلہ وار

چار ہزار فوج کے ساتھ فوج مخالف پر جا پڑا ہر نند اور اس کا لڑکا موتی لال قتل ہوئے فوج بھاگ گئی روہیلوں کو بےشمار مالِ غنیمت ہاتھ لگا اور سنبھل۔ امروہہ۔ بریلی۔ مراد آباد۔ شاہجہان پور۔ شاہ آباد کلاں۔ (ضلع ہردوئی) تک روہیلوں کا قبضہ ہو گیا۔ اور اب روہیلوں نے کٹھر کا نام روہیلکھنڈ قرار دیدیا۔ اس وقت نواب قمرالدین خاں دہلی کے وزیر تھے۔ روہیلوں نے اُن سے اس خطا کی معافی چاہی۔ وزیر کے بیٹے میر منو کی ملاقات علی محمد خاں پر یہ معافی منحصر رکھی گئی چنانچہ یہ ملاقات ہوئی۔ میر منو کے ساتھ اس کی ماں بھی تھی۔ وزیر کے بیٹے سے علی محمد خاں کی ایک لڑکی منسوب ہوئی۔ روہیلکھنڈ کی حکومت بنام علی محمد خاں تسلیم کر لی گئی۔ لیکن رامپوری مورخ لکھتا ہے کہ روہیلوں کی حکومت پر یہ مثل صادق آتی ہے۔ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" لڑکی کی شادی نہ ہو سکی۔ کیونکہ اس کا انتقال ہو گیا۔ ۱۷۴۴ء میں پائندہ خاں نے پیلی بھیت فتح کر لیا۔ اور پیلی بھیت پر مع اس کے کل علاقے کے حافظ رحمت خاں کا قبضہ ہوا۔

۱۷۴۴ء۔ حافظ رحمت خاں کی سرداری و دوندے خاں۔ کرم خاں۔ پائندہ خاں۔ سردار خاں۔ فتح خاں[۱] وغیرہ کی ہمراہی میں رودر پور کی فوجوں کو شکست دی گئی۔ براکھیرہ کا قلعہ فتح ہوا اور المورہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ راجہ المورہ فرار ہو گیا۔ المورہ فتح ہوا۔ اور

---

(۱) فتح خاں لڑکپن میں برہمن قوم سے مسلمان ہوگئے تھے۔

حافظ رحمت خاں نے اسلامی حکومت پہلی مرتبہ الموڑہ پر قائم کی۔

پھر سری نگر کے راجہ سرمور سبھٹ پر روہیلوں نے چڑھائی کردی تو اس نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار سالانہ ادائے خراج کی شرط پر صلح کرلی۔

غرض روہیلکھنڈ میں روہیلوں نے تہلکہ ڈال دیا تھا نہ صرف امرائے دولت کی جاگیریں بلکہ خالصہ بادشاہی پر وہ قبضے کرتے جارہے تھے۔ روہیلوں سے جو لوگ مقابلے کرنے آئے وہ جان سلامت نہ لیجا سکے اس وقت دہلی کا شہنشاہ محمد شاہ تھا۔ ابوالمنصور خاں صفدر جنگ والی اودھ روہیلہ زبردست قوت سے بہت گھبرایا ہوا تھا کیونکہ روہیلہ اثرات اس کے ملک کی سرحد تک پہنچ گئے تھے اس نے بادشاہ کو روہیلوں سے جنگ کی ترغیب دی امرا اس سے جی چرا رہے تھے۔ اب جو بادشاہ نے امرا سے کہا تو وہ ایک چال کھیل گئے۔ یعنی انھوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور بھی سایہ اقبال ڈالیں تو بندگان دولت کی پشت قوی ہو جائیگی اور حضور رضامند ہو گئے۔ بڑی رازداریوں، بڑے سازوں سامان کے ساتھ سفر شروع ہوا۔ ایک لاکھ فوج ہمراہ تھی۔ وزیر السلطنت نواب قمرالدین خاں اعتماد الدولہ عمدۃ الملک امیر خاں بخشی فوج۔ صفدر جنگ افسر توپخانہ اور سب امرا کے ساتھ تھے ۱۷۴۵ء کا موسم گرما تھا۔ بادشاہ سلامت کو دل سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ راہ سہل بدایوں سے

قریب دریائے سوت کے کنارے پڑاؤ ہوا کچھ ٹھنڈی ہوا لگی کچھ ٹھنڈا پانی پیا۔ جی خوش ہو گیا دریائے سوت کو یارِ وفادار دل تھمن کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ قمرالدین خاں وزیر کا وکیل آنند رام مخلص بھی اس سفر میں ساتھ تھا۔ اس نے ایک واسوخت نثر لکھا ہے اس میں لکھتا ہے کہ "علی محمد خاں ایک چھوٹا سا زمیندار اور اس پر شہنشاہ ہند نے خود نفسِ نفیس چڑھائی کی ہے۔" قمرالدین وزیر عیش کا بندہ شراب کا مدہوش۔ امیر خاں زنانہ اطوار۔ صفدر جنگ کاہل و لاپرواہ۔ شاہ ہند محمد شاہ کا حال سبکو معلوم ہے۔ رنگیلا محمد شاہ۔

روہیلوں کو اس وقت کسی جائے پناہ کی فکر ہوئی اور اول آنولہ سے چار کوس (یعنی چھترا اور رام نگر) کی مرمت شروع کرائی گئی یہ کام نہایت دشوار اور بڑے خرچ کا نظر آیا۔ مجبوراً اسے چھوڑنا پڑا۔ کسی تاریخ کے حوالہ سے اخبار الصنادید طبع اول میں لکھا ہے کہ رام نگر کی کھدائی میں تین کروڑ کی اشرفیاں برآمد ہوئی تھیں۔ غرض اب روہیلوں نے بنگڈھ کو تجویز کیا۔ یہ یوسف نگر نام کا موضع آنولہ سے پانچ کوس لب سڑک آنولہ بدایوں ہے۔ گھنی بانسی کے جنگل سے گھرا ہوا۔ چاروں گوشوں پر چار کچی گڑھیاں۔ توپ کا گولہ اندر نہ جا سکتا۔ چنانچہ روہیلے اس کے اندر محفوظ ہو گئے۔ امرائے شاہی نے سب سے پہلے میدان جنگ میں جو بات کی وہ یہ تھی کہ علی محمد خاں کا منشا۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ کیا ہے۔ گویا شہنشاہ اور تمام لشکر صرف اسلئے دہلی سے چلکر آیا تھا۔ کہ علی محمد خاں کا منشاء

معلوم کریں اس جنگ کے حالات پر غور و فکر کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ مقصود نہیں بلکہ اُمرا کی ایک منظّم سازش تھی جس کے ماتحت یہ ایک سفر تھا۔ نواب قایم خاں روہیلہ والیٔ فرخ آباد نے اس موقع پر سب سے بڑا پارٹ ادا کیا۔ اُمرائے شاہی آہنی حوضوں اور خس خانوں میں روز جنگ کیلئے سوار ہوتے اور کبھی کھانا کھانے لگتے اور کبھی گرمی کی شدت سے واپس ہو جاتے۔ شاہی فوجوں پر روہیلہ ہیبت طاری تھی اور روہیلوں نے شاہی فوج پر ایک شب خون مار کر اس ہیبت میں اضافہ کر دیا تھا لہ محمد شاہ بادشاہ کی موجودگی اور روہیلہ کا اُن سے جنگ کرنا نہایت نازک موقع تھا رعب شاہی کے جو اثرات اُس وقت بھی عوام کے دلوں میں جاگزیں تھے اُن کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گمانِ غالب یہ ہے کہ علی محمدؐ خاں کو پہلے ہی چندے اس پر رضامند کر لیا گیا ہو گا کہ وہ تھوڑی مدت دہلی رہے اور یہ ہی سازش کی گئی ہو گی — رامپوری مورخ لکھتا ہے۔

"جنگ محمد شاہ میں رہیلوں نے تنگ ہو کر علی محمدؐ خاں سے کہدیا کہ صلح کر لے۔" ٢ چنانچہ علی محمدؐ خاں حصار بنگڈھ سے نکل کر کچھ فوج کے ساتھ نواب قایم خاں والیٔ فرخ آباد کے ذریعے سے گذرتا ہوا وزیر السلطنت کے پاس حاضر ہو گیا اور نذر دکھائی محمد شاہ

لہ سفرنامہ انندرام ٢ہ اخبار الصنادید دوئم صفحہ ۱۵۹

بادشاہ دہلی نے اس فتح کی خوشی میں بڑا امرد ساماں کرایا تھا جو میدانِ جنگ سے تین کوس پیچھے رکھے گئے تھے گُلال باڑی کو بڑے احترام سے سجایا گیا تھا اور توپیں بج رہی تھیں۔ جب بادشاہ زنانخانہ سے نکل کر مسند پر بیٹھے تو علی محمد خاں اپنے دونوں ہاتھ رومال سے باندھے اور ہاتھوں پر دہی کی ہانڈی دھرے حضورِ شاہ میں کھڑا ہوگیا۔ فوراً شاہ نے فرمایا کہ اس کے ہاتھ کھول دو۔ اس کی تقصیرات کو معاف کیا۔ جس کے بعد اُس نے شاہ کو نذر پیش کی اور وزیر کے ڈیرے پر آگیا۔ علی محمد خاں کے ساتھ اس کے دو بیٹے بھی تھے۔ عبداللہ خاں۔ فیض اللہ خاں۔

انند رام مخلص کہتا ہے " یہ معلوم نہیں ہوتا کہ عمدہ ہائے خلافت اور برگزیدہ ہائے دولت کے کیا مدِ نظر ہے ۱۱۵۱ھ میں ان کی انہی بودی تدبیروں کی وجہ سے قزلباش ہندوستان پر مسلّط ہوگئے اور لُٹ تباہ کردیا۔ علی محمد خاں ایک چھوٹے سے تعلقدار ہیں بادشاہ نے نفسِ نفیس اُن پر چڑھائی کی اور اُن کے قیام گاہ سے تین کوس کے فاصلہ پر پہنچ گئے مگر وہ ابتک مطیع نہ ہو سکے اُمرائے شاہی نعوذ حملے کے لئے سوار ہوتے ہیں اور کچھ دور جاکر لوٹ آتے ہیں اور اسی پر ان سرداروں نے قناعت نہیں کی بلکہ ایک یہ قیامت کی بات کی ہے کہ بادشاہ کو بعض اُمرا نے بے سر دیا اور تھوڑے

تـــہ عماد السعادت۔

سے خواص اور چند خواجہ سرا کے ساتھ تنہا چھوڑ کر خود آگے بڑھ کر ڈیرے کر دیے ہیں۔ میرِ آتش (افسرِ توپ خانہ، صفدر جنگ) کا یہ حال ہے کہ وہ توپ خانہ کا افسر ہے مگر سب سے زیادہ کاہل مزاج اور بے پروا ہے۔"

یہ شہادت ثابت کرتی ہے کہ پہلے سے سازش کرلی گئی تھی ورنہ روہیلے اگر جنگ کے لئے نکل کھڑے ہوتے تو شاید شاہی لشکر ٹھہر نہ سکتا۔

غرض علی محمد خاں کی ہمراہی فوجیں واپس ہوئیں بنگڈھ کے سامان کی ضبطی ہوئی۔ امرا تبر دار مقرر ہوتے کہ بنگڈھ کے جنگل کو صاف کر دیں۔ فوراً ہی امرا نے حضورِ شاہی میں عرض کی کہ موسم نہایت گرم ہے برسات قریب ہے واپسی کا حکم ہو جائے۔ چنانچہ شہنشاہِ ہند علی محمد خاں اور اُسکے دونوں بیٹوں کو ساتھ لیے ہوئے دہلی واپس ہو گئے۔ اُمرا روہیلوں کے خطرے سے بچ گئے۔ شاہ دہلی فتحیاب ہوئے اور اُمرا سُرخرو۔ روہیلے منتشر ہو گئے۔ علی محمد خاں کے بی بی بچے اور اُس کی اشرفیاں حافظ رحمت خاں کے پاس رہیں۔ علی محمد خاں دہلی میں چار باغ میں رکھا گیا۔ حافظ رحمت خاں قادر گنج میں رہے۔

روہیلکھنڈ پر شاہی قبضہ

بریلی پر اب پھر شاہ دہلی کی حکومت ہو گئی۔ بریلی کے حاکم فرید الدین خاں اور بعد الاسلام خاں مقرر ہوتے یہ علاقہ پہلے فیروز جنگ

کی جاگیر تھا جس نے سید ہدایت علی خاں کو بریلی اور اس کے سترہ محال کا ناظم مقرر کیا۔ قطب الدین محمد خاں ۔ سردار خاں ساکن بریلی منگل خاں تلہری اور پیر محمد معہ اپنی اپنی فوجوں کے اُس کے رفیق رہے۔ بریلی کی مسجد گدنزی جو ساہوکارہ کے بازار میں سڑک کے شمالی کنارہ پر ہے عہد محمد شاہ کی تعمیر اور بدرالاسلام خان کی بنوائی ہوئی ہے (۱۷۴۴ء)

غالباً علی محمد خاں کی نظر بندی پر وہ زمانہ جسکا اظہار کیا گیا ہے جب گذر گیا تو حافظ رحمت خاں نے فوجی بھرتی شروع کردی اور جب اس کی تعداد سات ہزار تک پہونچ گئی تو وہ اس فوج کو لے کر علی محمد خاں کی رہائی کے لئے قلعہ دہلی پہونچے (۱۷۴۷ء) علی محمد خاں چھوڑ دیا گیا اس کے دونوں بیٹے روک لئے گئے[1]۔ رہائی کی شرط یہ تھی کہ وہ سرہند فتح کرے۔ سرہند کا انتظام عرصے سے خراب تھا اس لئے یہ مہم سخت تھی۔ حافظ رحمت خاں علی محمد خاں کو لے کر سرہند پہونچے اور سرہند فتح کر لیا۔ پھر روہیلے جت پور پر متوجہ ہوتے وہاں کے زمیندار نے سخت نقصانِ جنگ اٹھا کر نذرانہ جاگیر و جنگ ادا کر دیا جاگیر اس پر بحال رکھی گئی پھر روہیلے کوٹ دگمراوں پہونچے جہاں کی فوجی قوت زبردست تھی۔ روہیلہ فوجیں دور دور تک کوشش کرتی رہیں لیکن کامیابی نہ ہوسکی اب تیسرے دن حافظ رحمت خاں نے فوج کی

---

[1] حافظ رحمت خاں نے چھ ہزار فوج کے ساتھ شاہ دہلی کو جا دبایا اور علی محمد خاں کو رہا کرا کے حاکم سرہند مقرر کیا۔ (جغرافیہ بریلی ص ۱۳)

کی کمانڈ اپنے ہاتھ میں لی۔ روہیلہ فوج سیڑھیاں لگاکر قلعہ میں اُتر گئی اور دروازہ کھولدیا تمام بقیہ فوج دماتی ہوتی اندر داخل ہوئی قلعہ فتح ہوگیا۔ راجہ نے ایک لاکھ تیس ہزار روپیہ اور ۳۰ تیس توپیں نذرانۂ جنگ ادا کردیا۔ جاگیر اس پر بحال رہی گئی۔

شاہ کابل کا حملہ پنجاب پر

[illegible] احمد شاہ درانی نے پنجاب پر چڑھائی کردی۔ حکومت دہلی کو فکر ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ روہیلے احمد شاہ سے ملجائیں پٹھان یہ بھی اور وہ بھی۔ چنانچہ روہیلکھنڈ کی سند روہیلوں کو دیدی گئی مگر احمد شاہ درانی نے بھی روہیلوں کو لکھا کہ ہماری مدد کرو اگر ہمیں سلطنت مل گئی تو وزارت تمہاری ہوگی لیکن حافظ رحمت خاں نے مناسب سمجھا اور روہیلکھنڈ کیطرف روانہ ہوگئے۔

نواب قمرالدین خاں وزیر دہلی جب احمد شاہ درانی کے مقابلہ پر جانے لگے تو علی محمد خاں کے بیٹوں کو جو اُن کی نگرانی میں تھے ساتھ لے گئے۔ جنگ میں وزیر مارے گئے احمد شاہ درانی کو شکست ہوئی وہ جب کابل واپس جانے لگے تو علی محمد خاں کے بیٹوں کو بھی ساتھ لے گئے۔

اس لڑائی میں شاہِ دہلی کا بیٹا احمد شاہ بھی شریک تھا۔ ختم جنگ پر جب دہلی کو واپسی ہو رہی تھی راستہ میں خبر ملی کہ محمد شاہ بادشاہ دہلی مرگئے۔ صفدر جنگ والی اودھ نے اُسی جگہ احمد شاہ کو بادشاہ بنادیا اور بادشاہ نے صفدر جنگ کو وزیر تسلیم کرلیا۔

باب ۲

روہیلوں کا عروج

سرہند سے روہیلے آندھی کی طرح روہیلکھنڈ آ گئے۔ ہدایت علی خاں[1] ناظم بریلی روہیلہ ہیبت سے بدحواس ہو گیا [illegible] اتفاق یہ کہ اُس بنگالہ کا سید غلام حسین (مؤلف سیر المتاخرین) باپ سے ملنے اسی زمانہ میں بریلی آیا ہوا تھا وہ لکھتا ہے "کہ ہر وقت خطرہ تھا کہ اب ہم مارے جائیں۔"

قطب الدین محمد خاں نے ہدایت علی خاں کے حواس درست کئے۔ وہ خود علی محمد خاں سے ملا جس نے اس کو مطمئن کر دیا کہ ہدایت علی خاں رخصت ہو جائیں مگر بریلی نہ جائیں۔

روہیلوں کا قبضہ دارانگر، امروہہ، دھام پور، نگینہ، شیر کوٹ

---

[1] نواب سید ہدایت علی خاں اسد جنگ عظیم آباد کے صوبہ میں بھی رہے نواب علی وردی خاں مہابت جنگ ناظم بنگالہ سے قرابت تھی۔ چیلا انکا مشہور قصبہ حسین آباد انکا مسکن اور وہیں مدفن بھی۔ [2] صوبہ بہار کا پرگنہ چیلا ان کی جاگیر تھا عظیم آباد میں بھی گھر بنا کر رہے محلہ حاجی گنج میں اُن کی حویلی تھی (مغل اور اردو)

مراد آباد، سنبھل، آنولہ، منونہ، بریلی، شاہجہان پور، پیلی بھیت اور جاگیرات اعتماد الدولہ و صفدر جنگ غازی الدین خاں ذوالفقار جنگ صرف خاص و خالصہ غرض دامنِ کوہ سے کنارِ گنگا تک کا ملک قبضہ میں آگیا اب بریلی بھر روہیلہ حکومت تھی۔

حافظ رحمت خاں کی دہلی میں آمد

شہزادہ احمد شاہ پسر محمد شاہ بادشاہ دہلی جنگ احمد شاہ درانی سے دہلی واپس پہنچے تو بعد ادائے مراسم ضروری باقاعدہ تخت نشین ہوئے اور عطائے خلعت وزارت کے لئے تاریخ مقرر ہوئی اُس وقت تورانی اُمرا یہ کوشش کر رہے تھے کہ انتظام الدولہ وزیر ہو جاتے لیکن ایرانی اُمرا صفدر جنگ کے طرفدار بادشاہ اس سے وعدہ کر چکے تھے۔ اور دونوں طرف سے فوجی قوت تیار تھی۔ صفدر جنگ نے اُس وقت روہیلوں کو اپنی مدد پر بلایا۔ حافظ رحمت خاں ایک ہزار بہادر سوار لے کر دہلی پہونچ گئے اور دروازہ قلعہ دہلی پر فوجیں جما دیں۔ جن کے مقابل تورانی فوجیں کھڑی رہیں اب صفدر جنگ قلعہ کے اندر داخل ہوا اور خلعت وزارت پہن کر واپس ہوا تورانی فوجیں واپس ہوگئیں۔ حافظ رحمت خاں اور صفدر جنگ کے درمیان دوستی باہمی کے قول و قرار ہوئے۔ بادشاہ نے حافظ رحمت خاں کو قیمتی خلعت، نوبت و علم اور خطاب کرم الدولہ حافظ الملک، نصیر جنگ عطا فرمائے۔ صفدر جنگ نے بھی خلعت، گھوڑا، ہاتھی پیش کئے۔

حافظ رحمت خاں جب آنولہ واپس پہونچے تو علی محمد خاں بستر

مرگ پر تھا۔ یہاں تک کہ ۱۴؍ ستمبر ۱۷۴۹ء کو اسکا انتقال ہو گیا[1] آنولہ کے محلہ کڑہ پختہ کے قریب دفن ہوا۔ حافظ رحمت خاں نے شاندار مقبرہ معہ تالاب کے پختہ بنوا دیا اور علی محمد خاں کے لڑکے سعد اللہ خاں عمری آٹھ سال کو اسکا جانشین کیا۔

علی محمد خاں کی وفات

قطب الدین محمد خاں روہیلوں کے یہاں کا ایک نوکر تھا علی محمد خاں سے ایک کے بعد نوکری چھوڑ کر دہلی چلا گیا تھا۔ صفدر جنگ وزیر نے روہیلکنڈ کی سند دلا کر اُسے روہیلوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا۔ حافظ رحمت خاں نے پہلے اُسے صلح کا پیغام دیا جس سے اس نے انکار کر دیا۔ اب روہیلہ فوجیں اُس کے مقابل ہوئیں جنگ کا فیصلہ قطب الدین محمد خاں کی موت پر ہوا۔

قطب الدین محمد خاں کا حملہ روہیلوں پر

اب صفدر جنگ نے دو روہیلہ گھرانوں کو باہم لڑا دیا۔ فرخ سیر شاہ دہلی کے زمانہ میں نواب محمد خاں بنگش روہیلہ نے فرخ آباد فرخ سیر کے نام پر آباد کیا تھا۔ صفدر جنگ نے اس وقت کے نواب فرخ آباد (قایم خاں) کو روہیلکنڈ کی سند دلادی اور قایم خاں نے حملہ کر دیا۔ حافظ رحمت خاں نے حسب عادت ان کو صلح پر مائل کیا اور اس سلسلہ میں ایک سفارت بھی بھیجی اور صاف لکھدیا تھا کہ صفدر جنگ کی باتوں میں نہ آئیں کہ وہ اپنے نفع کے لئے افغانوں کو تباہ و برباد کرنے کی فکر میں ہیں لیکن یہ سعی رائیگاں گئی۔ قایم خاں

---

[1] یہ نقی میر نے ۱۵؍ ستمبر ۱۷۴۸ء لکھی ہے اور یہ مشہور تھا کہ اس نے بڑی دولت چھوڑی ہے (خواجہ احمد فاروقی)

کی پچاس ہزار فوج اور چار سو بڑی توپیں ہاتھیوں پر کسی ہوئی۔ حافظ رحمت خاں کی فوج پچیس ہزار۔ بدایوں سے دو کوس دور رسولپور گاؤں میدانِ جنگ۔ سعداللہ خاں ایک ہاتھی پر سید حسن شاہ کے ساتھ۔ تاریخ جنگ ۱۳ر نومبر ۱۷۴۹ء نتیجہ جنگ قائم خاں کی زیادہ فوج دہ خود معہ دوسو سرداروں کے قتل ہوئے۔ حافظ رحمت خاں فتحیاب ہوئے۔ اس جنگ میں حکومت فرخ آباد کو شرمناک اور سخت دھکا لگا۔ باقی بچے ہوئے فوجی فرخ آباد کی عام شاہراہیں چھوڑ کر گلی کوچوں سے داخل ہوئے۔

حافظ رحمت خاں نے اس جنگ کے مخالف لشکر کے تعاقب سے اپنی فوجوں کو روک دیا تھا اور نہایت ہوشمندی کی رو سے قائم خاں کے لاشہ کے ساتھ ایک خط بھی روانہ کیا۔ صفدر جنگ نے ان دونوں پٹھان گھرانوں میں لڑائی کرا کے جو دشمنی کا زہر پھیلانا چاہا تھا اور ممکن تھا کہ یہ دشمنی دیرپا ہو جاتی خط اس زہر کا تریاق تھا۔ خط یہ ہے۔ ”والدہ قائم خاں کے نام“،

آپکو معلوم ہوگا ہمارا ارادہ لڑائی کا نہ تھا۔ ہم لڑائی کے لئے تیار بھی نہ تھے علما و سادات کو بھی ہم نے قائم خان کے پاس بھیجا نہایت نادانی سے اس امر کو نظر انداز کر دیا گیا۔ قضائے الٰہی سے کوئی چارہ و مفر نہیں۔ عفت مآب عصمت نقاب کو لازم ہے کہ دلجمعی کے ساتھ فرخ آباد میں مقیم رہیں اور ہماری طرف سے کوئی وسوسہ اور دغدغہ نہ کریں اس واسطے کہ ہم کو عورتوں کے مال سے کوئی سروکار نہیں

ہے بلکہ گنگا کے اس پار کا علاقہ آن عفیفہ کے مصارف اور اخراجات کے لئے واگذاشت کرتے ہیں اور شہر بدایوں پرگنہ ۔ اُسیت پرم گمر کہ دریائے گنگ کے اس طرف ہمارے ملک کی سرحد پر واقع ہیں۔ اپنے ممالک مقبوضہ خاصہ میں شامل کرتے ہیں ہم کو ہر امر میں اپنا ممدو معاون جانکر حالات تحریر کیجیئے"۔ ؎[1] میر تقی میر شاعر نے کہا ہے کہ صفدر جنگ نے قائم خان کا روپیہ کا لالچ دے کر روہیلوں پر بھیجا تھا ؎[2] حافظ الملک علاقہ فرخ آباد کو اپنے ملک میں شامل کئے بغیر واپس آگئے۔ روانگی ۔ جنگ ۔ فتح ۔ واپسی سب کی مدت ایک ہفتہ تھی۔

صفدر جنگ کے لئے اب فرخ آباد کا راستہ صاف تھا وہ پہونچ گیا باتیں بناکر والدہ قائم خان کو اپنے پاس بلایا اُن کے ہمراہیوں کو بڑی بے دردی سے قتل کرادیا بی بی صاحبہ کو قید کر کے اودھ بھیج دیا اُن کے بعض عزیز و اقارب بھی قید کرادیئے نقد و جنس پر اپنا قبضہ کرلیا اور دیوان نول رائے کو فرخ آباد کا حاکم مقرر کر کے دہلی چلا گیا۔ نول رائے نے نہایت سخت ظلم سے بہت روپیہ جمع کر کے اودھ کا راستہ لیا۔

بی بی صاحبہ کا ایک ہندو نوکر صاحب رائے اس وقت جوش

---

[1] گلستان رحمت [2] ذکر میر

وفاداری سے بیتاب ہوگیا اور نول رائے کی اُس نے ملازمت کرلی اور
جلد اپنا اچھا خاصہ اعتبار پیدا کرلیا۔ ایک دن اس کو موقع مل گیا جبکہ
نول رائے شراب کے نشہ میں مدہوش تھا۔ بی بی صاحبہ کی رہائی کے حکم
پر اُس سے دستخط کرالئے اور حکم محافظوں کے پاس بھجوا دیا۔ بی بی صاحبہ
رہا ہوکر متو (فرخ آباد) پہونچ گئیں۔ نول رائے نے صفدر جنگ کو
اطلاع دی۔ اُس کے حکم سے بہت سی فوج متو کے رئیسوں کے
پاس بی بی صاحبہ کو لینے پہونچی جس سے انکار کردیا گیا اور وہ لوگ
آمادۂ جنگ ہوگئے۔ اب نول رائے نے حملہ کردیا۔ قائم خان کے
سوتیلے بھائی احمد خان نے دس بارہ ہزار فوج جمع کرکے نول رائے
کا مقابلہ کیا۔ نول رائے کی فوج چالیس ہزار ایک بڑا توپخانہ مگر
پٹھانوں نے عین موقع جنگ پر نول رائے کا حوضہ ہاتھی پر سے
اتار کے اپنے سروں پر رکھ لیا اور نول رائے کے ٹکڑے ٹکڑے
کرڈالے لہ۔ اُس کی فوج بھاگ گئی پٹھانوں کو بے شمار
غنیمت ہاتھ آئی۔ حافظ رحمت خاں نے جو اپنی فوجوں کو فرخ آباد
پر پیش قدمی سے روک دیا تھا تو اُس میں اُن کی یہ ہی ہوشمندی
دوربینی پنہاں تھی ورنہ آج اُن کو وزیر الملک بادشاہی سے کمر
لینی پڑتی۔

لہ حیات حافظ رحمت خاں۔

صفدر جنگ کا دوسرا حملہ فرخ آباد پر

اب صفدر جنگ بڑے ساز و سامان اور انتظام کے ساتھ فرخ آباد فتح کرنے کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہوا۔ امرائے شاہی ساتھ تھے۔ سورجمل جاٹ تیئس۲۳ ہزار فوج سے شریک تھا۔ فوج کی کل تعداد اسّی۸۰ ہزار۔ ایک بڑا توپ خانہ۔ (۱۳ رجولائی ۱۷۵۰ء) احمد خان نواب فرخ آباد نے امداد کے لئے حافظ رحمت خاں کو لکھا جنہوں نے چند فوجیں منتخب رسالداروں کے ساتھ فوراً روانہ کردیں اور خود پہونچنے نہ پائے تھے کہ صفدر جنگ نے اُن کی آمد سن کر حملہ کر دیا۔ (نتیجۂ جنگ) صفدر جنگ جس ہاتھی پر سوار تھا پٹھانوں کی ایک گولی سے اس کا فیلبان مارا گیا۔ دوسری گولی صفدر جنگ کے لگی وہ زخمی اور بے ہوش ہو گیا اور اُس کا سر ہاتھی کے ہودے سے ٹک گیا۔ راجہ رام نرائن بکمال ہوشیاری فیلبان کی جگہ بیٹھ ہاتھی معرکہ سے نکال لے گیا[1] اور ایک دن میں بھاگم بھاگ چالیس کوس کی منزل طے کر کے کول (علی گڈھ) پہونچا دیا (۱۳ ستمبر ۱۷۵۰ء) صفدر جنگ رات کو یوں ہی زمین پر پڑا رہا اور جو میسر ہوا وہی جبر و شکر کے ساتھ کھالیا اور پھر وہ دہلی پہونچ گیا۔ دو مہینہ تک دربار میں نہ گیا۔ بادشاہ نے حسب دستور قدیم ملتے ہوئے وزیر کو لکھا کہ دربار میں نہ حاضر ہو۔ صفدر جنگ بری طرح لُٹ چکا

---

[1] عماد السعادت۔

تھا پھر بھی اُس نے ستّر لاکھ کی رشوت پر جاوید خاں خواجہ سرا کو جس کی مٹھی میں اس وقت بادشاہ تھا گانٹھ لیا اور بادشاہ کا غصہ فرو ہو گیا[1] حافظ رحمت خاں نے احمد خاں کے لکھنے پر خیر آباد اور شاہ آباد شرقی تک قبضہ کر لیا۔

صفدر جنگ کا تیسرا حملہ فرخ آباد پر

صفدر جنگ کا زخم بھر گیا تو اب اس نے شاہ دہلی کو فرخ آباد لانا چاہا بادشاہ نے انکار کر دیا مجبوراً اُس نے مرہٹوں کو بہت سا لالچ دے کر اپنی مدد پر بلایا۔ اب صفدر جنگ اور مرہٹے دو لاکھ فوج اور ایک ہزار توپوں کے ساتھ اٹاوہ پہونچ گئے تھے اور اٹاوہ خالی ہو گیا تھا (۱۱۶۵ھ) نواب احمد خاں نے روہیلوں سے امداد چاہی حافظ رحمت خاں نے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہ تھی کہ اس لڑائی میں کسی جانب شریک نہ ہونا چاہیے اگر فتح ہوئی تو سراسر نفع احمد خاں کا ہے اور اگر شکست ہوئی تو تمام آفت و بلا ہم پر نازل ہو جائے گی سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں نوجوان و ناتجربہ کار مسند نشین نے اس رائے سے خود سرانہ سرتابی کی بہادر خاں چیلہ جس نے اُس کو اس حماقت پر آمادہ کیا تھا اُس کو اور فتح خاں خانساماں اور کچھ فوج کو لے کر احمد خاں کی امداد کے لئے چلا گیا۔ حافظ الملک نہیں گئے۔ روہیلہ نظام میں یہ پہلی نااتفاقی تھی جس کا نتیجہ سعد اللہ خاں نے

---

[1] تاریخ احمد شاہی۔

بودیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمد خاں کو شکست ہوئی تو سعد اللہ خاں بھی ایک سخت شکست کے بدشواری بھاگ کر اپنی جان بچا سکا اُس کے خیمے وغیرہ پھونک دیئے گئے ـــــ بہادر خاں مارا گیا۔ اب سعد اللہ خاں کے پیچھے احمد خاں اور بی بی صاحبہ پناہ لینے کے لئے روہیلوں کے یہاں گھس پڑے۔ جیسا کہ دوراندیش حافظ رحمت خاں نے کہدیا تھا مگر خودسری سے نہیں مانا گیا اور اب صفدر جنگ اور مرہٹوں کی بلا ان کے پیچھے چلی آرہی تھی۔ روہیلہ عروج کے وقت یہ ٹھوکر بڑی سخت تھی عام سیاست دانوں نے بھی اس نادانی پر افسوس کیا۔ چنانچہ ہملٹن لکھتا ہے "نوجوان ـــ تندمزاج سعد اللہ خاں سے برخلاف رائے سرداران تجربہ کار کے یہ کاروائی ہوتی تھی بہرحال روہیلوں نے اسباب۔ نقد وجنس، اہل وعیال اور فوجیں سمیٹ کر کوہ کمایوں کے اوپر گنتھل اور چلکیا کے جنگل میں جا پڑے۔ اور وزیر ومرہٹے ان کے پیچھے۔ معمولی چھڑپیں تو ہوتی رہیں چار مہینے بھی گذر گئے مگر روہیلوں کو شکست نہ دیجا سکی تو صفدر جنگ اور مرہٹے دونوں پریشان ہوگئے۔ وزیر کے ساتھ کی گوشاہی فوج کے ایک حصہ نے ہمت کرکے روہیلوں کا مقابلہ کیا تو اس کا کمانڈر فوج مارا گیا جنرل کمانڈر راندرگر، بھاگ کھڑا ہوا گوشاہی فوج کچھ ماری گئی کچھ بھاگ گئی۔ روہیلوں کے قدم وزیر کے لشکر تک بھی پہونچے اور وزیر کی توپخانوں کی گاڑیوں میں آگ لگادی

اب صفدر جنگ وزیر بدحواس خوفزدہ تھا وہ کاشی پور کو بھاگ گیا روہیلے لوٹا ہوا مال لادے ہوتے واپس آگئے تو مرہٹے دوڑے دوڑے گئے اور وزیر کو پکڑ لاتے جہاں سے بھاگا تھا پھر وہیں لاکر بٹھا دیا اور کہا کہ شکست تو اندرگر کو ہوئی تمہاری بزدلی کا کیا سبب ہے

اب دونوں فریق پھر خاموش تھے ـــ مگر صفدر جنگ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہ تھی اُسے جنگ میں کامیابی نظر نہ آتی تھی ـــ اودھر مرہٹے بیکار ان کی بھی پریشانی تھی پھر طرّہ یہ کہ دہلی میں احمد شاہ، بادشاہ حواس باختہ ہو رہے تھے کیونکہ احمد شاہ درانی پٹھانوں کی مدد کو آرہے تھے جنگل کی خواب آب و ہوانے فریقین کے لشکروں کی صحت پر بُرا اثر ڈالا۔ احمد شاہ درانی کی خبر سُن کر وزیر بہت پریشان ہوا۔ اسی دوران میں بادشاہ نے ایک امیر کو صفدر جنگ کے پاس بھیجا کہ صلح کر کے جلد واپس آجائے۔ چنانچہ حافظ رحمت خاں کے ذریعہ سے صلح ہوگئی ـ اپریل ۱۷۵۲ء۔

صفدر جنگ کو کوئی خاص فائدہ نہ ہوا۔ اور احمد شاہ درانی کا خطرہ باقی تھا جس کے لئے صفدر جنگ اودھ کو جاتے ہوئے حافظ رحمت خاں کو اپنے ساتھ لے گیا۔ قصبہ سوہان سے انہیں واپس کردیا۔ رخصت کے وقت بادشاہ کیطرف سے خلعت گران بہا موتیوں کی مالا جیغہ بیش قیمت۔ سر پیچ، شمشیر مرصع، سپر اور گھوڑا معہ چاندی کے ساز و زین کے، ہاتھی معہ چاندی کے ساز و زربفت کی جھول کے

سند پرگنہ ستبنہ اور اپنی طرف سے جاگیر پرم نگر کی تسند پیش کی۔

روہیلکھنڈ کی حفاظت کا انتظام

مرہٹوں نے روہیلکھنڈ تاراج اور عام طور پر برباد کر دیا تھا روہیلے جب واپس ہوتے تو ان کے سامنے مرہٹوں کی بلاسے آئندہ روہیلکھنڈ کی محفوظی کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ذیل کے انتظامات کئے اور مشہور روز کارجزلوں کو مامور کیا۔

مراد آباد، سنبھل، کاشی پور وغیرہ میں نواب دوندے خاں۔

کوٹ وغیرہ آنولہ کے مضافات میں بخشی سردار خاں۔

سعد اللہ خاں اور اس کے تین بھائیوں کے اخراجات کے لئے سات لاکھ روپیہ سالانہ اور ایک جاگیر بھی۔

بعض بعض حصۂ ملک میں فتح خاں شیخ کبیر، ملا محسن خاں بھی۔

ان کے اس ذاتی عطیہ پر فوج وریاست کے خرچ کا کوئی بار نہ ڈالا گیا۔

باقی تمام ملک میں حافظ رحمت خاں اور تمام ریاست کا خرچ اُن کے ذمہ رہا۔ احمد شاہ درانی لاہور تک آگئے تھے حافظ رحمت خاں نے ایک درخواست کے ذریعے اپنی اطاعت کا اظہار کیا اور علی محمد خاں کے دونوں لڑکوں کی رہائی کے لکھا جے

شاہ نے فوراً منظور کرلیا اور وہ رہا ہو کر آنولہ آگئے۔ ان میں بڑا عبداللہ خاں تھا آتے ہی اُس کا رویہ نہایت بُرا ہو گیا تمام بھائیوں میں جھگڑے شروع ہو گئے اور ایک دوسرے کو ذلیل کرنے لگے۔ جب کوشش کے باوجود بھی یہ حالت اصلاح پر نہ آسکی مجبوراً رد و بدل کرنا پڑا۔ اور یہ صورت کردی گئی۔ تین حصے۔ ایک ایک حصہ عبداللہ خاں فیض اللہ خاں، سعداللہ خاں کو اور اُن کی سرپرستی میں اُنکا ایک ایک چھوٹا بھائی۔

عبداللہ خاں کو، آنولہ، ھنوتہ، بدایوں، اُسیت کوٹ وغیرہ مرتضےٰ خاں اُس کے سپرد،

فیض اللہ خاں کو، بریلی، اہرآت وغیرہ — محمد یار خاں اُس کے سپرد۔

سعد اللہ خاں کو مرادآباد وغیرہ کا علاقہ۔ الہ یار خاں اُسکے سپرد۔

سعداللہ خاں مرادآباد میں۔ فیض اللہ خاں بریلی میں۔ عبداللہ خاں آنولہ میں رہنے لگے۔ علی محمد خاں کا جانشین اب عبداللہ خاں ہوا۔

لیکن عبداللہ خاں کی مزاجی حالت خراب ظاہر ہوئی۔ انتظامی مادہ اُس میں تھا ہی نہیں جس کے نتیجہ میں گلی کوچوں میں خانہ جنگیاں ہونے لگیں۔ شہر کے بازار لٹنے لگے۔ حافظ رحمت خاں کو اُس نے زہر دلوایا۔ اُن کی قتل کی صورت کی لیکن وہ بچ بچ گئے۔ پس اُسے جلاوطن

کردیا گیا۔ عبداللہ خاں کو سب افسران لشکر نے بیدخل کردیا۔[1] پانچ مہینہ تک سرگرداں پھرتا رہا نواب فرخ آباد کی سفارش پر روہیلہ گورنمنٹ نے اُسے معاف کردیا۔ اور اب

عبداللہ خاں کو سہسوان اُجھیانی وغیرہ کی جاگیر فیض اللہ خاں کو رام پور شاہ آباد چاچیٹ۔ سعداللہ خاں کی جاگیر بدستور اور آٹھ لاکھ سالانہ بحال۔

عبداللہ خاں اُجھیانی میں[2] سعداللہ خاں اترچھیڈی میں[3] دوندے خاں بسولی میں۔

فتح خاں اُسیت میں بخشی سردار خاں انولہ میں فیض اللہ خاں شاہ آباد میں۔

حافظ رحمت خاں پیلی بھیت میں اور انکا ولیعہد عنایت خاں بریلی رہنے لگے (۱۷۵۴ء)

---

[1] یادگار صفحہ ۳۱، واخبار الصنادید [2] عبداللہ خاں ۵ صفر ۱۱۸۱ھ میں سانپ کے کاٹنے سے مرگیا۔ واخبار الصنادید، [3] ۵ شعبان ۱۱۷۵ھ کو مرگیا (اخبار الصنادید)

باب ۳

بریلی پر حافظ رحمت خاں کا قبضہ

بریلی پر حافظ رحمت خاں کا قبضہ

صفدر جنگ وزیر شاہ دہلی نے جاوید خاں خواجہ سرائے شاہی کو دھوکہ سے اپنے گھر دہلی میں بلاکر قتل کرادیا جس پر وزیر اور بادشاہ میں جنگ چھڑ گئی۔ صفدر جنگ نے حافظ رحمت خاں کو اپنی مدد کے لئے بلایا کہ ان دونوں میں پہلے سے عہد باہمی کا قول و قرار تھا اس لئے حافظ رحمت خاں چالیس ہزار فوج کے ساتھ دہلی کو روانہ ہوئے لیکن بادشاہ دہلی نے بھی ان کو مدد کے لئے بلایا۔ حافظ رحمت خاں نے بادشاہ کو جواب دیدیا کہ ہمارے اور صفدر جنگ کے درمیان اتفاق باہمی کا مضبوط اقرار ہو چکا ہے ہم اس کو نہیں توڑ سکتے۔

نجیب الدولہ کا عروج

نجیب خاں ولد اصالت خاں پٹھان، ابن عنایت خاں بن صید خاں بن جہان خاں پسر نظیر خاں ابن اسمٰعیل خاں بن عمر خاں پشاور سے ۲۵ کوس اٹک پار، بازاری وطن۔ بشارت خاں اپنے چچا کے پاس ہندوستان آتے تھے۔ روہیلہ فوج کے ایک سپاہی تھے حافظ الملک جس وقت صفدر جنگ کی مدد کو جارہے تھے اور انہوں نے بادشاہ کی مدد سے انکار کردیا تھا نجیب الدولہ کیوں سرکشی حافظ الملک کی کچھ فوج

کو بہکا کر دہلی لے گئے حافظ الملک راستہ ہی میں ٹھہرے رہے۔ بادشاہ اور صفدر جنگ کی جنگ میں نجیب الدولہ نے بڑی ہوشیاری سے صلح کرا دی۔ صفدر جنگ وزارت سے علیحدہ ہوا اور اودھ کو چلا گیا۔ نجیب الدولہ کو بادشاہ نے نجیب الدولہ خطاب۔ بجنور۔ سہارن پور۔ میرٹھ وغیرہ کی جاگیر عطا فرمائی حافظ رحمت خاں واپس آگئے۔ عماد الملک وزیر ہو گیا۔

عماد الملک کو صفدر جنگ نے ۱۲ر دسمبر ۱۷۵۰ء کو فوج کے مہر بخشی کا عہدہ دلوا دیا تھا اور اُس کی عمر اُس وقت پندرہ برس کی تھی

صفدر جنگ ۱۷ر اکتوبر ۱۷۵۴ء کو مر گیا۔ شجاع الدولہ اُسکا بڑا لڑکا جانشین ہوا۔ ۱۷۵۶ء میں احمد شاہ درانی نے دہلی پر حملہ کر دیا اُن کے وزیر شاہ ولی خاں تھے اور اُن کے چچا زاد بھائی یعقوب علی خاں روہیلوں کے یہاں ٹھہرے ہوتے تھے۔ حافظ الملک نے اُنکو اور سعد اللہ خاں کو معہ پیشکش لایقہ سفیر بنا کر بحضور شاہ درانی روانہ کیا۔ شاہ نے جوابی فرمان لکھا۔

عماد الملک کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ صوبہ اودھ کو روانہ کیا جاتا ہے تاکہ شجاع الدولہ سے نذر پیشکش وصول کریں اگر شجاع الدولہ اُس کی ادائیگی میں تساہل کریں تو آپ عماد الملک کی طلبی پر اُن کی مدد کے لئے پہونچ جائیں [1] اب عماد الملک اور حافظ الملک ساتھ تھے

---

[1] حیات حافظ رحمت خاں۔

مگر شجاع الدولہ نے بھی حافظ الملک کو لکھا۔

۔ عماد الملک بوجہ عداوتِ قدیمی میری بربادی کے درپے ہے اور کسی طرح صلح پر راضی نہیں ہوتا آپ کہ میرے چچا کی جگہ ہیں کوئی تدبیر ایسی عمل میں لائیے کہ جس سے مصالحت کی شکل پیدا ہو اور شاہِ درانی کا مزاج بھی مجھ سے برہم نہ ہو۔

حافظ الملک کی کوشش سے پچاس لاکھ پر معاملہ طے ہو گیا۔ شاہ درانی قندھار کو واپس ہو گئے (جون ۱۷۵۷ء) حافظ الملک کو خلعت بیش قیمت اور فرمان مرحمت کرتے گئے۔ سفیر جب وہ لے کر بریلی کے قریب پہونچا تو حافظ الملک نے استقبال کر کے خلعت شاہی زیب تن کیا۔

۲ جون ۱۷۵۴ء کو عماد الملک نے احمد شاہ پسر محمد شاہ کو معزول کر دیا تھا اور ۴ جون ۱۷۵۴ء کو اس کو اور اس کی ماں کو اندھا کر کے عالمگیر ثانی کو تخت نشین کرایا تھا۔ ٹرین لا لکھتا ہے کہ عماد الملک ہر وقت جو ہاتھ میں تسبیح لٹکائے رہتا تھا یہ بھی اس کی ایک چال تھی اس نے اپنے محسنوں کے قتل میں کبھی دریغ نہیں کیا۔

عالمگیر ثانی کا بڑا لڑکا مرزا عبداللہ ولیعہد جو بعد کو شاہ عالم لقب سے تخت نشین ہوا عماد الملک کے خوف سے دہلی سے بھاگا اور بریلی آیا۔ عنایت خاں ولی عہد حافظ رحمت خاں نے دیوان مانرائے کی حویلی کڑہ مانرائے میں اسے اتارا۔ اور رخصت کے وقت ۲۴ گھوڑے

ایک ہاتھی۔ خیمے۔ برتن۔ باربرداری۔ چند ہزار روپیہ نقد بجانب حافظ الملک کی طرف سے اور کچھ نقد و جنس اپنی طرف سے نذر کیا اور تین کوس تک ساتھ گئے۔ (حیات رحمت لو)

حافظ الملک اس وقت بریلی موجود نہ تھے وہ جب آئے تو علی محمد خاں کی بیگمات بریلی بلائی گئیں اور اسی دیوان خانہ کے بریلی میں ولیعہد حافظ رحمت خاں عنایت خاں کی شادی علی محمد خاں کی لڑکی (فیض اللہ خاں کی حقیقی بہن) سے ہوئی۔

عمادالملک کا ساز مرہٹوں سے

عمادالملک مرہٹوں سے ملا ہوا تھا۔ مرہٹے اٹک سے کٹک تک بعض نے اور کل ہندوستان فتح کرنے کی فکر میں تھے۔ نجیب الدولہ حافظ الملک شجاع الدولہ کے کمک پہ ہوتے تھے۔ عمادالملک نے مرہٹوں کو نجیب الدولہ کے ملک پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور مرہٹوں نے سی لاکھ فوج سے چڑھائی کر دی۔ نجیب الدولہ نے حافظ الملک کو لکھا کہ آپ کی مدد پہنچنے تک دفع الوقتی کر رہا ہوں۔ مجھ میں مرہٹوں کے مقابلے کی تاب نہیں حافظ الملک شجاع الدولہ کو لکھکر خود روانہ ہو گئے۔ اب شجاع الدولہ بھی آگیا لے۔ مرہٹوں کے مقابلے میں

لہ نجیب الدولہ کی مدد پر شجاع الدولہ کے آجانے سے نجیب الدولہ

کامیابی کی دعا اُمید نہ کی جاسکتی تھی اگرچہ شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں نے مرہٹوں کو دو ایک شکستیں دیں مگر یکایک احمد شاہ دُرّانی کے ہندوستان آجانے کی خبر اُڑی۔ عماد الملک اور مرہٹے دونوں بھاگ کھڑے ہوتے۔ مرہٹے لاہور کو احمد شاہ دُرّانی کے رد کرنے کے لئے اور عماد الملک کو اندیشہ تھا کہ شاہ عالم گیر ثانی میری شکایت احمد شاہ دُرّانی سے ضرور کریگا اور انکو مدد دینے کے لئے۔ دہلی کو۔ چنانچہ عالم گیر ثانی کو اُس نے قتل کرادیا (۲۹ر نومبر ۱۷۵۹ء)۔

تمام مرہٹہ قوت اس وقت کل ہندوستان فتح کرنیکے لئے تلی ہوئی تھی۔ نجیب الدولہ نے احمد شاہ درانی کو خط کے ذریعہ سے مطلع کیا اور وہ ہندوستان آگئے۔ اب اسلامی قوت ایکطرف اور مرہٹہ قوت دوسری طرف آمادۂ جنگ تھی۔ (جولائی ۱۷۶۰ء)

میدان بادلی میں دہلی سے بہت قریب دتا پٹیل اور اُس کے بھتیجے جھنکو کا شاہ دُرّانی سے مقابلہ ہوا دتا پٹیل مارا گیا۔ جھنکو اور مرہٹے بھاگ گئے۔ شاہ دُرّانی۔ نجیب الدولہ۔ حافظ رحمت خاں دہلی میں

اُس کے بہت مشکور رہے کہ بڑے نازک وقت میری مدد کی لیکن اس مدد کا اصلی سبب وہ دغدغہ تھا جو اُس کو عماد الملک اور مرہٹوں سے تھا نہ نجیب الدولہ پر احسان۔ کیونکہ اس مہم سے فارغ ہو کر مرہٹے اودھ کا رُخ کرتے۔ (گلستان رحمت صفحہ ۱۱۰)

داخل ہوئے۔ اس کی تاریخ فتح "نصرتِ بادشاہِ عالیجاہ" ہوئی۔ مرہٹہ فوج کا سپہ سالار۔ باجی راؤ کے بھائی جمناجی کا بیٹا سدا شیو راؤ بھاؤ تھا اور پیشوا کا لاڈلا بیٹا وشواش راؤ میدان جنگ میں موجود تھا۔ اس جنگ میں کامیابی کے بعد وشواش راؤ کو دہلی کے تخت پر بٹھلانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور اسی طرح تمام ہندوستان پر اپنے اقتدار کا پرچم لہرانے کا خواہاں تھا۔

شاہ دُرّانی کے پاس خبر آئی کہ مرہٹہ سردار جھنکو نے روہیلکنڈ کا رُخ کیا ہے۔ شاہ نے اپنے لشکر کا چارج حافظ الملک کے حوالے کیا[۱] اور خود نارنول کے قریب مرہٹوں کو شکست دی۔ اسی جگہ معلوم ہوا کہ ملہار راؤ ہلکر سکندرہ تک آگیا ہے۔ شاہ دُرّانی نے اپنے لشکر کے دو سرداروں کو حکم دیا اور وہ پندرہ پندرہ ہزار فوج کے ساتھ ستّر میل کا سفر کر کے ہلکر کے سر پر پہونچ گئے۔ مرہٹے بدحواس ہو گئے ہلکر تین تین سو سواروں کے ساتھ جو گھوڑوں کی ننگی پیٹھ ہی پر چڑھ بیٹھے تھے بھاگ گیا۔ لوٹ درانیوں کے ہاتھ آئی۔

---

[۱] اس موقع پر حافظ الملک نے بھی شاہ کے ساتھ جانا چاہا تھا لیکن شاہ درّانی نے منظور نہیں کیا اور کہا کہ بیگانہ ملک سے ہندوستان کے دوسرے سرداروں میں وہ لیاقت میں نہیں پاتا۔ اس لئے میرے نزدیک اس لشکر میں آپکا رہنا بہتر ہے (گلستانِ رحمت)

اب سورج مل جاٹ کی تنبیہ کا ارادہ شاہ دُرّانی نے کیا اور اس کے مقبوضات کول وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور کول میں ٹھہر گئے۔ یہاں شاہی فوجوں کے ساتھ حافظ الملک بھی آگئے۔ تب اونکو شاہ دُرّانی نے سورج مل سے نذرانہ وصول کرنے کے لئے بھرت پور بھیجا۔ بھرت پور کا قلعہ مضبوط۔ قواعد داں فوج بہت — سورج مل اکڑ گیا۔ حافظ الملک نے سمجھا بجھا کر بہت سا روپیہ وصول کیا اور شاہ کے حضور میں پیش کر دیا۔

نواب احمد خاں (فرخ آباد) پچھلی جنگ میں شاہ دُرّانی کی واپسی کابل پر عماد الملک کی مدد کر چکے تھے اور شاہ دُرّانی کی شرکت میں انکو تامل تھا لیکن اونکو فرمان اطاعت بھیجا گیا اور انوپ شہر کے مقام پر وہ شاہ دُرّانی کے حضور میں مع فوجوں کے نجیب کے وسیلہ سے باریاب ہو گئے۔ (اکتوبر ۱۷۶۰ء) اور شجاع الدولہ بھی نجیب الدولہ کی وساطت سے آگیا تھا۔

معرکہ پانی پت

غرض مسلمانوں کی پوری قوت اس وقت مرہٹوں کے مقابل تھی اور مرہٹے بھی بڑے ساز و سامان یعنی شاہان مغلیہ جیسے تزک و احتشام کے ساتھ آئے تھے۔

بارک لاین پوری نے لکھا ہے "ہندوستان کی تقدیر کا طاقتوروں کے حق میں فیصلہ کرنے والا میدان بادشاہوں کا تاج اُتارنے اور تقدیر

آزماؤں کا قدم چومنے والی سرزمین - ہندوستان کا شاہ گرمیدان" ۱ـہ

- مسلمانوں کا لشکر ۹۸۰۰ سوار و پیادہ اور مختصر توپیں۔

مرہٹوں کی فوجوں کا اندازہ پانچ لاکھ سے ۹ لاکھ تک۔ ۳۰۰ توپیں بے شمار بان انداز اور شتر نال اس کے علاوہ اس دور کا بے مثل جنرل ابراہیم خاں گاردی مرہٹوں کے لشکر میں تھا۔ اس کے ہمراہ دو ہزار سوار اور نو ہزار بندوقچی جو یورپین طریقِ جنگ کے مطابق قواعد داں تھے اور اسی کا ایک بے نظیر توپ خانہ بھی جس میں چالیس توپیں تھیں ۲ـہ

مرہٹوں نے اپنے لشکر کے گرد خندق پچاس فٹ گہری ۱۲ فٹ چوڑی کھدوائی تھی جس کے بعد توپ خانہ کا حصار تھا۔

پٹھانوں نے درخت کٹوا کر اپنے لشکر کے گرد ان کا حصار بنا لیا تھا۔

۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو جنگ ہوئی۔ حافظ الملک کی والدہ کے انتقال کی خبر میدان جنگ ہی میں آگئی تھی وہ نہایت مغموم تھے۔ اور پھر وہ میعادی بخار کے سخت مریض ہو گئے اس لئے وہ جنگ میں حصہ نہ لے سکے۔ ان کے ولی عہد عنایت خاں آگئے تھے۔ جنگ میں ان کی کارگذاری حیرت خیز تھی اور یہ کہ ان کی عمر سولہ برس کی تھی۔ اور پھر

۱ـہ کمپنی کی حکومت ۲ـہ رسالہ عالمگیر لاہور سالانہ نمبر ۱۹۴۷ء

مضمون چودھری ممتاز حسین بہادر

اُن کے بعد دوندے خاں کی بے مثل شجاعت سے شکست مرہٹوں کی ہوئی۔ دو لاکھ مرہٹہ قتل ہوا۔ چالیس کوس تک اُن کے لاشے پڑے ہوتے تھے۔ مرہٹہ سپہ سالار بھاؤ اور اُس کے جھنکو کے قاتل عنایت خاں تھے۔ مرہٹہ سرداران مقتول کے نام یہ ہیں۔ وشواس راؤ۔ بھاؤ۔ جسونت راؤ۔ تکوجی سیندھیا۔ ابراہیم گاردی۔ شمشیر بہادر۔ انتاجی۔

ستاجی کے چالیس زخم آئے۔ مہاداجی سیندھیا عمر بھر کے لئے لنگڑا ہو گیا۔

مدت تک بقیہ لشکر مرہٹہ ننگا بھوکا مارا مارا پھرتا رہا۔ غرض مرہٹہ اقتدار فنا ہو گیا مگر پٹھانوں کی قوت بھی مضمحل ہو گئی۔ اُن کی فوجوں کا بھی بڑا نقصان ہوا اور دونوں فوجی قوتیں کمزور ہو گئیں۔ شاہ دُرانی نے یہ فتح عنایت خاں کے نام رکھی اور اُن کو ہفت ہزاری منصب۔ خلعت۔ گھوڑا نوبت۔ علم۔ خطاب نواب اور جاگیر اٹاوہ مرحمت فرمائے اور دوندے خاں کو شکوہ آباد دیا۔

کاش اس موقع پر پیشوا مرہٹہ کو مٹھی بھر مسلمانوں پر لاکھ یا پھر نو لاکھ لشکر بھیج کر اُن کو چھیڑنے کا خیال نہ پیدا ہوا ہوتا۔ کاش مستقبل کی پرچھائیں اُس پر پڑ جاتی۔ تفصیلات تاریخوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ یہی فریقین کا ضعف تھا جس نے تیسرے فریق یعنی انگریز کو ہندوستان کا مالک بنا دیا۔ کپتان پی جے ٹراٹر نے وارن ہیسٹنگز کی لائف لکھی ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ "تین نام ہیں جن سے انگریزوں کے تین عظیم الشان مدارج کا پتہ چلتا ہے۔

پانڈیچری کے بعد انھیں ملک چین کے وسیع خطے پر جو بحر عرب سے بیلیج
ینگ تک پھیلا ہوا ہے رفتہ رفتہ اپنا سکہ جمانے کی مہلت مل گئی۔
پلاسی کی بدولت وہ بنگال و بہار کے مالک بن گئے۔ پانی پت کی بدولت
انہیں بہار کے شمال میں بڑھنے کا موقع مل گیا۔

شکوہ آباد و اٹاوہ پر روہیلوں کا قبضہ

ختم جنگ پر ملا حافظ الملک (بعد صحت مرض) بریلی آئے اور پھر
پیلی بھیت چلے گئے اُن کے حکم سے ملا محسن خاں اور شیخ کبیر رسالداروں نے
بلالا پنڈت اللہ کرشتا کو شکست دیکر شکوہ آباد و اٹاوہ پر قبضہ کر لیا۔
دہلی ائے:۔

شجاع الدولہ کا حملہ فرخ آباد پر

شجاع الدولہ کی ناگا فوج کا ایک شخص سردار امراؤ گر اُس کی
ایک منظورِ نظر طوائف کو لے بھاگا اور اس نے فرخ آباد میں پناہ
لی۔ شجاع الدولہ نے نواب احمد خاں (فرخ آباد) کو لکھا کہ ہمارے چور
کو اپنے یہاں سے نکال دو ورنہ فتنہ بھڑک اٹھے گا[1] احمد خاں
نے لکھا میں پناہ لینے والے کو کبھی دور نہیں کر سکتا اس وقت شاہ عالم
بادشاہ بنگال میں کئی جنگوں میں شکستیں اُٹھانے کے بعد اودھ میں
ٹھہرے ہوئے تھے۔ شجاع الدولہ نے اُن کو ساتھ لیا نجیب الدولہ
کو بھی بُلا یا ہے اور فرخ آباد پر حملہ کر دیا۔ احمد خاں نے حافظ الملک کو

---

[1] تاریخ اودھ نجم الغنی خاں۔

اپنی مدد پہ بلایا۔ حافظ الملک روانہ ہو گئے مگر شجاع الدولہ نے نجیب الدولہ کو بھی لکھا کہ احمد خاں کی بربادی آپ کے شایانِ شان نہیں ہے مناسب ہے کہ آپ لوگ اس خیال سے درگزر کریں ورنہ مجھ کو بھی اپنا شریک متصور کریں۔ دونوں نے جواب لکھا۔ احمد خاں کے ملک میں سے ایک ثلث ہم سے لینا قبول کیجئے اور اس کی شرکت سے دست بردار ہو کر اپنے ملک کو واپس چلے جائیے۔ حافظ الملک نے جواب دیا مجھ سے ایسا ہونا ناممکن ہے بالآخر نجیب الدولہ کے ذریعے سے بادشاہ کے روبرو صلح ہوئی[۱]

اس کے بعد بادشاہ نے حافظ الملک سے بعض دوسرے مالی وملکی معاملات میں مشورہ کیا خلعت و شمشیر سے بھی سرفراز فرمایا۔ علی محمد خاں کا لڑکا سعد اللہ خاں ۲۷ برس کی عمر میں مر گیا۔ عیاشی شراب خوری کی کثرت رسل کی بیماری اس موت کے اسباب تھے۔ لڑکپن سے اقسام طوائف کی طرف میلانِ خاطر تھا اور التفاتِ خاص۔ خود بھی نہایت اچھا گویا تھا اور بڑے بڑے مشہور گویے اس کے ملازم تھے عمر بھر اس کا دل انہی کاموں میں ہوا ہی رہا۔ ؁۱۱۶۳ھ میں حافظ الملک اسکی تعزیت کے سلسلے میں آنولہ گئے۔

۷ رمضان المبارک ؁۱۱۶۳ھ کو جمعرات کے دن بریلی میں اک سخت آگ لگی آدھا شہر جل کر خاک ہو گیا چودہ سو آدمی جل کر م

---

[۱] اخبار الصنادید۔

مر گئے خانماں برباد اس کے علاوہ تھے۔

قاسم علی خاں عالیجاہ نواب مرشد آباد انگریزوں سے شکست کھا کر ۴ر دسمبر ۱۷۶۳ء کو اودھ میں داخل ہوا اور شجاع الدولہ سے دوبارہ جنگ کرنے کے لئے مدد چاہی شجاع الدولہ نے بادشاہ اور قاسم علی خاں کو ساتھ لے کر انگریزوں پر حملہ کر دیا اور حافظ الملک کو مدد کے لئے لکھا انہوں نے نواب عنایت خاں کو چھ ہزار فوج کے ساتھ بھیج دیا۔ پٹنہ اور بکسر دو جگہ جنگ ہوئی اور شجاع الدولہ کو شکست ہوئی۔ نواب عنایت خاں بڑی بہادری سے لڑے مگر انگریزی سازشوں کا جال بچھا ہوا تھا حتیٰ کہ بادشاہ بھی انگریزوں سے ملے ہوئے تھے۔ نواب عنایت خاں بریلی آ گئے بادشاہ نے اپنے آپ کو انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ قاسم علی خاں بھاگ کر الہ آباد آ گیا وہاں سے بدشواری لوٹ کر بریلی آیا حافظ الملک نے بمقام "چھونڈی (آنولہ) ٹھہرا دیا۔ جہاں پانچ برس تک رہا۔ اب شجاع الدولہ انگریزوں سے شکست خوردہ تھا۔ انگریزوں نے اودھ پر قبضہ کر لیا۔ شجاع الدولہ بریلی آ گیا۔

(۱) بسعی عنایت خاں شجاع الدولہ کی مدد و بکسر کی جنگ

جواہر مل راجہ بھرت پور نے مرہٹوں کی مدد سے دہلی کا محاصرہ کر لیا نجیب الدولہ نے حافظ الملک سے مدد چاہی ۱۷۶۵ء وہ خود چلے گئے دو تین مرتبہ مرہٹوں کو شکست ہوئی مگر احمد شاہ درانی کے ہندوستان آنے کی خبر اڑی مرہٹے صلح کر کے بھاگ گئے۔ حافظ الملک حسن پور ٹھہر گئے نواب عنایت خاں نے شجاع الدولہ کو جو معہ اہل و عیال اور

حافظ جی کا حملہ بحمایت نجیب الدولہ دہلی پر

نذر جواہر آیا تھا بریلی میں مہمان رکھا۔

شجاع الدولہ پھر انگریزوں سے جنگ کرنے کے لئے مدد کا طلبگار تھا نواب عنایت خاں حسن پور گئے پیچھے سے شجاع الدولہ بھی پہونچ گئے حافظ الملک ان سے فرخ آباد لے گئے وہاں شجاع الدولہ کو صلح کا مشورہ دیا گیا جسے اس نے نامنظور کیا۔ اور مرہٹہ سرداروں کے اتفاق سے انگریزوں سے پھر جنگ لڑی اور پھر شکست ہوئی۔ (۳ مئی ۱۷۶۶ء)

اب وہ پھر حافظ الملک کے پاس آیا وہ پھر فرخ آباد لے گئے احمد خاں نے پھر صلح کا مشورہ دیا وہ اب مجبور تھا رضامند ہو گیا تھا الملک نے اپنے ایک امیر منشی ٹیک چند اور پانچ سو سواروں کے اس کو انگریزی کیمپ تک پہونچا دیا۔ شجاع الدولہ اور انگریزوں کی صلح ہو گئی۔ (۲۷ اگست ۱۷۶۵ء) منجملہ دوسری شرائط صلح کے ایک یہ بھی تھی کہ ایک انگریز بطور وائل شجاع الدولہ کے دربار میں رہا کرے گا۔ اسی طرح انگریزی اثر اودھ تک اور روہیلکھنڈ سے قریب پہونچ گیا۔ انگریزوں نے شجاع الدولہ کے ملک سے دست برداری کی اس کے صوبے اُسے واپس کر دیئے اور چلے گئے۔ شجاع الدولہ اودھ آگیا۔

اسی سال انگریزوں نے بادشاہ کا دو لاکھ روپیہ ماہانہ مقرر کر کے الہ آباد رکھا کہ حضرت اطمینان سے بسر کریں۔ ہم جانیں اور ملکہ

اسطرح بادشاہ انگریزوں کا وظیفہ خوار اور نظر بند تھا اور شجاع الدولہ وزیر بھی انگریزوں کا غلام تھا۔ ؎١

منشی ٹیک چند جب واپس آیا تو شجاع الدولہ کا ایک خط لایا جس میں حافظ الملک سے استدعا کی تھی کہ اُس کے اہل و عیال زر و جواہر اودھ کو بھیج دیئے جاویں حافظ الملک نے سب واپس پہونچوا دیئے۔

غلام حسین مورخ لکھتا ہے۔ (شجاع الدولہ کی) "میر قاسم عالیجاہ کے ساتھ بدعہدی۔ جو کوئی اپنی پناہ میں آوے اور جس کے ساتھ کلام الٰہی انبیا اور ائمہ طاہرین کی قسموں کا واسطہ کر کے عہد و پیمان کیا جائے اُسی کے ساتھ بدعہدی کر کے دغابازی کرے اور لوٹ مار کر کے ایسے امیر یا نوکر کو تنگ دست ننگ نکال دے" ؎٢

لیکن آج حافظ الملک کے یہاں سے اُس کے خزانے زر و جواہر بلاکم و کاست اُس کے پاس پہونچ رہے ہیں۔

١٧٦٩ء میں حافظ الملک نے اپنے ملک سے گذرنے والے سوداگروں کے سامانِ تجارت پر محصول معاف کر دیا۔

شاہ عالم بادشاہ دہلی معہ فوجوں کے کوٹہ جہان آباد میں اور حافظ الملک فتح گڈھ میں تھے کہ اونکو بادشاہ نے بلایا وہ چلے گئے۔ نجف خاں اور کرنل پار کرنے اونکا استقبال کیا اور دن بھر بات چیت [illegible]

؎١ سیر المتاخرین۔

رہی دوسرے دن حافظ الملک بادشاہ سے ملے۔ انگریز اسوقت مرہٹہ خوف سے لرزہ رہا تھا۔

حافظ الملک کے ساتھ ارادت خاں۔ حافظ محمد یار خاں۔ غلام مصطفیٰ خاں ان کے لڑکے بھی تھے۔ حافظ الملک کو خلعت وکالت اور ان کے لڑکے اور رسالداروں کو بھی بادشاہ نے خلعت دیئے۔ حافظ محمد یار خاں سے تیغ آیت شنفے کے بعد پٹھانوں پر رحمت ہوا اور منصب و خطاب کا بھی امیدوار کیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد (بمعرفت صاحبزادہ صاحب کے وکیل کے) بعد نذرانہ منصب پنجہزاری (پنج ہزار سوار) پالکی جھالردار خطاب معظم الدولہ حشمت جنگ سے سرفراز فرمایا اور رخصت کے وقت حافظ الملک کو دوبارہ خلعت و شمشیر و اسپ و فیل عطا کیا گیا۔ انگریز کو اسوقت یہ اندیشہ تھا کہ روہیلے اور مرہٹے مل جائیں گے۔ حافظ الملک سے دن بھر جو بات چیت رہی وہ یہی ہوگی اور انہوں نے منظور کر لیا ہوگا۔ غرض حافظ الملک بریلی واپس ہو گئے۔

اسی زمانے میں ملّا محسن خاں ایک روہیلہ رسالدار کا انتقال ہو گیا یہ حافظ الملک کے معتمد اور بڑے نامور رسالدار اور نہایت پارسا اور نکوکار تھے سنہ ۱۱۷۶ھ

نجیب الدولہ نے آخری جنگ پانی پت میں احمد شاہ ابدالی کو بلایا تھا[۱] اور اسلئے مرہٹوں سے صلح نہیں ہونے دی اس کا بدلہ لینے کے لئے مرہٹوں نے

---

[۱] میر تقی میر کی الذکرہ الناظرین۔ عالمگیر ثانی نے عماد الملک کا زور توڑنے کے لئے نجیب الدولہ کے ذریعہ سے احمد شاہ ابدالی کو بلوایا تھا۔

شمالی ہند کا رخ کیا۔ (سنہ ۱۷۷۰ء)

مرہٹوں کی جائے قیام اجین اور روہیلوں کے ملک کے درمیان جاٹوں کا ملک پڑتا تھا۔ حافظ الملک نے راجہ بھرت پور سے اتحاد کرنا چاہا اور ایک خط لکھا جس کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بالآخر مرہٹوں نے جاٹوں کو آدبایا۔ ڈیگ کے قریب جنگ ہوئی۔ جس میں جاٹوں کی فوج سات ہزار قتل اور زخمی ہوئی پینسٹھ ہزار زرِ نقد مرہٹوں کی بھینٹ چڑھا تب جان چھوٹی۔

اب پٹھانوں کے ملک کا راستہ کھلا ہوا تھا۔ نجیب الدولہ نے تمام سرداروں سے مشورہ کئے بغیر مرہٹوں سے صلح کرلی اور مرہٹوں کے حملے کا رخ اودھ کی طرف پھیر دیا[1] اور خود بھی مرہٹوں کے ساتھ ہو گیا۔ نواب احمد خاں (فرخ آباد) نے جو نابینا اور ضعیف ہو گئے تھے حافظ الملک کو لکھا "نجیب الدولہ نے پرانی عداوت کی بنا پر مہاداجی سندھیا تکوجی ہلکر راجندر گنیش اور ویساجی کشن وغیرہ سرداران مرہٹہ کے ساتھ مجھ پر یورش کردی ہے آپ مدد کو آئیے ----"

حافظ الملک اپنی فوجوں کے ساتھ روانہ ہوئے راستہ میں خبر ملی کہ نجیب الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ (۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۷۷۰ء) ضابطہ خاں ان کا بڑا لڑکا فوجوں کو لے کر مرہٹوں کے ساتھ ہے۔ حافظ الملک ٹھہر گئے۔ پندرہ بیس ہزار فوج اور چند رسالداروں کو فرخ آباد بھیج دیا۔ اب انھیں ضابطہ خاں کا ایک

---

[1] حیات حافظ رحمت خاں

خط ملا۔

"میں اپنے والد کی حرکت سے نہایت شرمندہ ہوں مجبوراً مرہٹوں کے ساتھ ہوں چاہتا ہوں کہ چلا جاؤں وہ نہیں چھوڑتے۔ اگر آپ جلد فرخ آباد میں داخل ہو جائیں گے تو احمد خاں کے ساتھ مجھے لڑنے کا خیال نہیں یہ ذکر چھیڑ کر صلح کا معاملہ کراؤں گا اور اس صورت میں یقین ہے کہ مجھے مرہٹوں کے ہاتھ سے چھٹکارہ ملجائے گا۔"ا

اب حافظ الملک نے تیزی سے کوچ کر دیا۔ نواب احمد خاں سے خود جاکر ملے۔ گنگا کا پل تیار کرایا گیا۔ فوج اتر گئی مرہٹوں سے چھوٹے چھوٹے مقابلے شروع ہو گئے۔ ضابطہ خاں کی رہائی کیلئے مرہٹوں کے پاس حافظ الملک نے (خان محمد خاں) اپنا سفیر بھیجا مرہٹے اس کی رہائی پر اس شرط کے ساتھ آمادہ ہوئے کہ اٹاوہ و شکوہ آباد ان کو دے دئے جائیں۔ حافظ الملک نے کہا ضابطہ خاں کو چھوڑ دو ہم دو نارے خاں اور عنایت خاں سے مشورہ کر کے یہ دونوں مقامات چھوڑ دیں گے اور وہ لوگ ہمارے کہنے سے باہر نہیں جا سکتے۔ مرہٹے حافظ الملک کے ذاتی اعتبار پر رضامند بھی ہو گئے تھے ابھی رہائی نہیں دی تھی۔ اس وقت محمد علی کا لڑکا فیض اللہ خاں باوجود اس کے کہ اس کا کوئی علاقہ گنگا پار نہ تھا، موجود تھا۔ یکایک ضابطہ خاں کی بلائی ہوئی فوجیں نجیب آباد سے آ گئیں اور غالباً فیض اللہ خاں کے

ا اخبار الصنادید صفحہ ۳۸۴

بہکانے سے ضابطہ خاں (جو اس کا بہنوئی تھا) معہ حافظ الملک کے سفیر کے بھاگ کھڑا ہوا۔ سرداران مرہٹہ کو خبر تک نہ ہوئی اور راستے سے حافظ الملک کے سفیر کو واپس کر دیا۔ مرہٹوں نے ضابطہ خاں کی اس حرکت کو حافظ الملک کی وجہ سے سمجھا اور ان پر حملہ کر دیا۔ حافظ الملک کو اپنی فوجوں کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے شکست ہوئی۔ حافظ الملک نے عنایت خاں اپنے بیٹے کو بلا لیا تھا۔ انھوں نے بہت کہا کہ یہ مہم میرے سپرد کر دیجیے۔ حافظ الملک نے نہیں مانا۔ نواب عنایت خاں نے کہا ایسے لوگوں کو رسالداری سے معزول کر دیجیے اور جو لوگ لائق ہوں ان کو مقرر کیجیے۔ اور دو تین آدمیوں کو سزا دیدیجیے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو ۱؎ مگر اتاوہ و شکوہ آباد مرہٹوں کو دیدیے جانے پر ان سے صلح ہو گئی۔ عنایت خاں تو موجود ہی تھے دوندے خاں کا خط آیا کہ وہ شکوہ آباد سے دستبردار ہوتے ہیں۔ جس کے بعد دوندے خاں کا انتقال ہو گیا اکتوبر ۱۷۷۰ء آٹھ مہینے کے بعد حافظ الملک کی واپسی پیلی بھیت ہوئی۔ (مئی ۱۷۷۱ء)

حافظ الملک اب پھر پہلے بسولی گئے۔ یہ دوندے خاں کا صدر مقام تھا۔ دوندے خاں کی جائداد ان کے وارثوں پر تقسیم کی اور وہاں سے نجیب آباد روانہ ہو گئے۔ ضابطہ خاں کو بجائے نجیب الدولہ کے مسند نشین کیا۔ خلعتِ تعزیت پہنایا۔ ضابطہ خاں نے اپنے بھائیوں کلو خاں

۱؎ گلستانِ رحمت قلمی صفحہ ۱۹۲

ولو خاں کو قید کر دیا تھا اُن کو آزاد کرایا اور ان کے لئے جائداد مقرر کر دی اور واپس ہو گئے۔

اب دہلی پر بجائے نجیب الدولہ کے ضابطہ خاں کا اقتدار تھا۔ مرہٹوں نے دہلی پر قبضہ کرنا چاہا۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی انگریزوں کا پنشن خوار شجاع الدولہ کی حفاظت میں الہ آباد رہتا تھا اور دہلی کی تخت نشینی کے لئے بیتاب تھا اور مرہٹوں کے ساتھ جانے کو تیار تھا۔ نجیب الدولہ اور احمد خاں میں مخالفت تھی اس لئے اس کے لڑکے ضابطہ خاں کی خرابی کام کے لئے احمد خاں نے مرہٹوں سے شرکت کر لی اور بادشاہ کو فرخ آباد بلا لیا۔ بادشاہ روانہ ہونے ہی کو تھا کہ احمد خاں کا انتقال ہو گیا۔ اب بادشاہ نے سندھیا کو لکھا کہ میرے پاس آ جاؤ۔ اور حافظ الملک کو لکھا کہ آپ میرے پاس آ جائیں۔ ورنہ ضابطہ خاں کو لکھئے کہ وہ دہلی چھوڑ دے اور وہ اگر یہ بات منظور نہ کرے تو آپ اس کو مدد نہ کریں۔ حافظ الملک نے ضابطہ خاں کو لکھا اور عین اللہ خاں کو بھی اُسے سمجھانے کو بھیجا لیکن اُس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ شاہ عالم مرہٹوں کی امداد سے ۲۵ دسمبر ۱۷۷۱ء کو تخت نشین ہو گیا۔ بیس ہزار فوج مرہٹہ بادشاہ کے ساتھ تھی۔ مگر ضابطہ خاں دوبارہ اپنے قبضہ دہلی پر آمادہ تھا۔ ادھر مرہٹے ضابطہ خاں کے ملک پر چڑھائی کو تیار تھے تاکہ اس کی جڑ کھود کر پھینک دیں۔ حافظ الملک نے شیخ کبیر کو نہایت سرعت سے ضابطہ خاں کی طرف روانہ کیا اور خود ماتم پُرسی کے لئے فرخ آباد پہنچے۔ تاکہ فوجوں کو بھی ضابطہ خاں پر حملہ کرنے سے روکیں۔ احمد خاں کے لڑکے

مظفر جنگ کو مسند پر بٹھایا خلعت ماتم پرسی پہنایا۔ اور ضابطہ خاں کی مخالفت سے منع کیا اور واپس چلے آئے۔ لیکن ضابطہ خاں پر مرہٹوں نے چڑھائی کردی۔ بادشاہ بھی ساتھ تھا۔ بادشاہ کے ساتھ میر تقی میر شاعر بھی تھا۔ اس نے ضابطہ خاں پر چڑھائی کی وجہ لکھی ہے کہ۔

"شاہ عالم نے ضابطہ خاں کو میر بخشی بنا دیا تھا لیکن وہ باپ کی دولت پاکر بہت خود سر ہو گیا تھا۔ اس لئے سرداروں میں (مرہٹوں میں) باہم یہ قرار پایا کہ بادشاہ کو لے کر ضابطہ خاں پسر نجیب الدولہ پر حملہ کریں بادشاہ نے ہرچند لیت و لعل کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا"[1]

ضابطہ خاں بے لڑے بھاگ گیا۔ نجیب الدولہ کے تیس برس کے خزانے۔ کارخانے اور رعایا سے وہ تین کروڑ روپیہ مرہٹوں نے لوٹے ضابطہ خاں کے بیوی بچے اور اس کے لڑکے غلام قادر خاں کو قید کر لیا۔ بیگمات کو نہایت رسوائی کے ساتھ مرہٹے گھسیٹ کر ڈیروں میں لے گئے۔ نجیب الدولہ کی قبر کھود کر پھینکدی۔

حافظ الملک کو یہ سب حالات ٹھہر کے قریب معلوم ہوئے۔ وہ جلد بریلی آگئے۔ یہاں انھوں نے لوگوں کو بہت بے چین پایا۔ حافظ الملک نے لوگوں کو بہت سمجھایا کہ تمہارے ملک سے کوئی واسطہ نہیں لیکن لوگوں کو قرار نہ تھا۔ مجبوراً روہیلے ٹانک پتے کے جنگل میں جا پڑے۔[2]

---

[1] میر تقی میر خواجہ محمد ناصر دہلوی [2] ٹانک مہتہ، اور سوہری میں محلسرا و مسجد حافظ الملک نے تعمیر کرائی۔ (گلستان ۔ [illegible])

باب ۴

شجاع الدولہ کے پردے میں انگریز کی سازش

حافظ الملک کے خلاف

روہیلہ سرداروں رسالداروں کے بیوی بچے گنگا پور کے محفوظ مقام میں رکھے گئے۔ لوگوں نے حافظ الملک کو سمجھایا مگر نہیں مانا تو اس آمادۂ زوال قوم کو موت کھینچکر جنگل میں لئے جا رہی تھی۔

انگریز اس وقت مرہٹوں کے خوف سے لرز رہا تھا اُسے مرہٹہ اثرات کا اپنے حدودِ ملک تک پہونچ جانا کسی طرح گوارا نہ تھا کیونکہ مرہٹے (روہیلکھنڈ کے بعد) اودھ کو تاک رہے تھے اودھ کے بعد انگریزی ملک کا ارادہ تھا۔

شجاع الدولہ بھی اس وقت نہایت بدحواس تھا اس کا دماغ کسی ایک تجویز پر مطمئن نہ تھا کہ کیا کرے۔ کبھی مرہٹوں کی موافقت کرنے پر اس کا خیال جاتا اور کبھی روہیلوں کی طرف اسی بدحواسی میں اس نے جنوری ۱۷۷۲ء میں کلکتہ گورنمنٹ کو لکھا کہ کمانڈر انچیف سر رابرٹ بارکر کو فیض آباد بھیج دیا جائے۔

۲۰ جنوری ۱۷۷۲ء کو وہ آگیا۔

انگریز کے اقتدار کا مرکز بنگال تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ اس کا وزیر۔ دونوں انگریز کے غلام تھے البتہ مرہٹوں میں یہ ہوشیاری تھی کہ انھوں نے ۱۷۷۲ء میں بادشاہ کو تخت نشین دہلی کر کے اس کو اپنے قابو میں کر لیا۔ انگریز نے ہر چند کوشش کی لیکن بادشاہ پر انگریز کی ممانعت کا کوئی اثر نہ ہوا۔ مرہٹے کامیاب ہو گئے۔

انگریز بہت پہلے سے شہنشاہی ہند کے حصول کے لئے بیتاب و بیقرار تھا۔ کلایو کی بڑی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح انگریزی حکومت ہندوستان میں قائم کر دے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تخت دہلی پر اور بادشاہ پر مرہٹہ اقتدار انگریزی دماغ سیاست کی نہایت بےچین کر دینے والی خلش تھی۔

کلایو کے چلے جانے کے بعد (۱۷۷۲ء) وارن ہیسٹنگز بنگال کا گورنر ہوا اور ۱۷۷۴ء تک رہا۔ ۱۷۷۴ء سے ۱۷۸۵ء تک وہ گورنر جنرل مقبوضات انگریزی ہندوستان رہا۔

مرہٹے بادشاہ کو ساتھ لیتے ہوئے ملک لوٹتے پھر رہے تھے۔ انگریز نے شجاع الدولہ وزیر کو اپنے ساتھ لے کے یہی کھیل کھیلنا چاہا۔ اودھ تک انگریزی اقتدار قدم بڑھا چکا تھا اب اودھ اور دہلی کے خطِ سفر پر جو خونی قوت حائل تھی وہ روہیلہ قوت تھی مگر وہ اس وقت کمزور اور جنگلوں میں چھپی پڑی تھی۔ انگریزی سیاست کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ دو مخالف قوتوں میں سے ایک کو ختم کر دیتی اور پھر دوسری قوت کا ختم کر دینا کچھ دشوار نہ رہ جاتا۔

قوی خطرات اس وقت انگریز کو دو تھے ۔ مرہٹے اور روہیلے ۔ دونوں خطرات بے بنیاد تھے ۔ روہیلہ نے مرہٹہ اتحاد سے کنارا کر لیا تھا ۔ مرہٹے پھر ادھر آتے نہیں ۔

روہیلہ اثرات کی دسترس آپ اوپر پڑھ آئے ہیں ۔ بادشاہ نے روہیلہ سے معلی جنگ ۱۷۵۱ء میں انھیں کی وجہ سے شاہی فتح ہوئی ۔ صفدر جنگ انھیں کی مدد سے مدبر ہوا ۔ محمد شاہ ان پر قابو نہ پا سکا ۔ نواب فرخ آباد کا لشکر انھوں نے تباہ کیا راجہ ہرنند کو انھیں نے شکست دی ۔ اور پھر یہ کہ مرہٹوں کی قوت کا انھیں نے خاتمہ کر دیا (۱۷۶۱ء) غرض اس وقت مرہٹہ دور تھا اور روہیلے اودھ کی سرحد کے قریب اور جنگل میں محصور ۔ مرہٹوں کے خیال سے شجاع الدولہ اگر اس وقت پریشان دماغ تھا تو وارن ہیسٹنگز بھی بدحواس ۔

فرانسس رکنِ مجلس انگریزی بنگال نے وارن ہیسٹنگز کی بابت یہ رائے قائم کی کہ وہ کم ہمت عجلت پسند ۔ وحشی مزاج ۔ پریشان خیال تھا[1] مسٹر بارٹ نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے ہیسٹنگز کے دماغ میں انسانی ہمدردی کے جذبات کا مطلق وجود نہ تھا ۔

وارن ہیسٹنگز کی وحشت مزاج ۔ عجلت پسندی ۔ پریشان دماغی نے اس کو سیدھا راستہ چھوڑ کر ایک نہایت غلط راہ پر ڈالدیا یعنی اس نے روہیلوں کو اس

---

[1] الائف دی وارن ہیسٹنگز کپتان ایل جے ٹراٹر ۔

وقت اپنے مکاری کے جال میں پھانسنا چاہا اور اس کی اس وقت اس کو بڑی ہی آرزو تھی۔ لیکن حافظ الملک کا تدبر ان کی دور بینی اس کو پورا نہ ہونے دیتی تھی اسی آرزو کو لے کر سر رابرٹ بارکر سرحد اودھ پر شجاع الدولہ کے پاس آیا تھا۔

جنگوں میں علاوہ دوسرے روہیلہ سرداروں کے ضابطہ خاں بھی آگیا تھا۔ اور اس کے اہل و عیال مرہٹوں کی قید میں تھے ہی۔ تمام سرداروں نے حافظ الملک پر زور دیا کہ وہ شجاع الدولہ سے مدد کے لئے رجوع کریں مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اب ضابطہ خاں خود شجاع الدولہ کے پاس چلا آیا۔[1] انگریز خوش ہو گیا اور جلد مدد دینے کے لئے رضامند ہو گیا۔ مگر شجاع الدولہ نے کہا کہ: حافظ رحمت خاں سے ضرور گفتگو کی جائے گی۔ ضابطہ خاں نہایت پریشان تھا اس نے بار بار حافظ الملک کو بلایا اور وہ آتے ہی نہیں۔ اب سر رابرٹ بارکر نے کیپٹن ہارپر کو (جو اودھ کا ریزیڈنٹ تھا) دو دفعہ ان کے پاس بھیجا لیکن وہ پھر نہ آئے۔ اب سر رابرٹ بارکر نے ان کو خط لکھا تھا۔ ضابطہ خاں کا خط بھی تھا یہ دونوں خط ہارپر نے انہیں دکھائے اور تمام سرداران روہیلکھنڈ نے بھی نہایت بیقراری ظاہر کی تو وہ مجبور ہو گئے۔ نواب عنایت خاں کو اور چار ہزار فوج کو ساتھ لیا اور انگریزی کیمپ میں پہونچ گئے (شاہ آباد ضلع ہردوئی) ۲۵ مئی ۱۷۷۲ء صبح کی شاہ بات چیت

---

[1] حیات حافظ رحمت خاں۔

شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کی ملاقات

ہونے پر یہ ٹھہری کہ چالیس لاکھ روپیہ مرہٹوں کو دیا جائے۔ ضابطہ خاں کے پاس روپیہ کہاں تھا۔ مرہٹوں نے شجاع الدولہ سے ضمانتی تمسک مانگا شجاع الدولہ نے لکھا کہ میں حافظ الملک کی وجہ سے اس درمیان میں پڑا ہوں اگر وہ روپیہ ادا کرنے کا تمسک مجھے دیدیں تو میں اپنا تمسک مرہٹوں کو دے سکتا ہوں۔ شجاع الدولہ خود کچھ نہ تھا شجاع الدولہ کے حلق سے انگریز بول رہا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ حافظ الملک کو تمسک لکھدینے کے لئے مجبور بہت کیا گیا۔

ضابطہ خاں نے۔ دوندے خاں کے لڑکوں نے۔ فیض اللہ خاں نے بخشی سردار خاں نے فتح خاں خانساماں نے بار بار عرضیاں بھیجیں کہ آپ تمسک لکھدیں ہم سب لوگ ملکر چالیس لاکھ روپیہ ادا کر دیں گے۔ اس مجبوری کی حالت میں تمسک انھوں نے لکھدیا۔

حافظ رحمت خاں کا تمسک شجاع الدولہ کو

تمسک جو لکھا گیا وہ یہ ہے

چونکہ وزیر سلطنت شجاع الدولہ تمام سرداران روہیلہ کو ان کے ملک پر قابض کر دیں گے ان کو اختیار ہے کہ چاہے صلح سے یا جنگ سے اس امر کا سر انجام کریں۔ اب اگر مرہٹے جنگ یا صلح کے بغیر دریا کا عبور کریں گے اور موسم بارش کے باعث خاموش رہ کر برسات گذرجانے کے بعد روہیلوں کو ان کے ملک میں فساد برپا کر کے تنگ کریں گے تو فساد کا دفع کرنا وزیر کے

متعلق ہوگا۔ سرداران روہیلہ بعد از امور مذکورہ بالا اقرار
کرتے ہیں کہ وہ چالیس لاکھ روپیہ حسب شرائط ذیل دینگے
یعنی چونکہ مرہٹوں نے فساد برپا کر رکھا ہے تو وزیر شاہ آباد
سے روانہ ہو کر ایسے مقامات میں جائیں۔ جو ان کے
نزدیک ضروری ہوں تاکہ متوسلان روہیلہ جنگل سے
آکر اپنے اپنے گھروں میں آباد ہوں جب ایسا ہوگا تو دس
لاکھ روپیہ نقد منجملہ رقم مشروطہ دئے جائیں گے اور باقی
تیس لاکھ تین سال میں شروع ۱۱۸۶ھ سے ادا کئے
جائیں گے۔ یہ عہد نامہ روبرو جنرل سر رابرٹ بارکر کے
مہر سے مکمل ہوا۔ ۱۳ر جون ۱۷۷۲ء [۱]

اب جنگل سے نکلکر سب لوگ اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہوتے
ضابطہ خاں کے بیوی بچے رہا ہو کر بجائے چندے بریلی رہنے لگے
بعض وقت بعض کام باوجود ناگواری کے بھی گوارا کرلینا پڑتے ہیں
ایسا ہی یہ موقع تمسک بھی تھا۔ غور کیجئے۔ مرہٹوں نے حملہ ضابطہ خاں
پر کیا۔ ضابطہ خاں ہی کی رہائی کے لئے حافظ الملک بلائے جنگ مرہٹہ میں
مبتلا ہوئے اپنے دو مقبوضات اٹاوہ شکوہ آباد کھو چکے ہیں جبکہ ضابطہ
خاں ان کو دھوکہ دیکر چلا گیا۔ آج پھر وہ اسی ضابطہ خاں کی وجہ سے

۱؎ کپیر فیلنگ نے ۷ ستمبر ۱۷۷۲ء لکھی ہے

انگریز کے دام فریب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ علاوہ اس کے تحریر تمسک کی یہ مجبوری تو نہایت ہی مجبور کن تھی کہ جنگل کی خرابی آب وہوا سے روہیلوں کا بیس ہزار آدمی مرچکا تھا۔

سعد اللہ خاں بکمالِ سرکشی و نافرمانی عین عروج حکومت روہیلہ کے وقت نواب فرخ آباد کی مدد کو جب چلا گیا۔ اور مرہٹہ احمد خاں نواب فرخ آباد کے پیچھے ہی روہیکنڈ میں گھس پڑے تو وہ جنگل میں چلے گئے۔ سخت مصیبت اٹھائی۔ سعد اللہ خاں ساتھ تھا مگر انہوں نے اس سے کچھ نہ کہا۔ البتہ بعض سیاست دانوں کو اس کا ضرور افسوس ہوا جیسا کہ ہملٹن نے لکھا کہ حافظ رحمت خاں کو چاہیے تھا کہ وہ سعد اللہ خاں کو روکتے۔ حافظ الملک نے اپنی عمر میں اگر کسی کو سزا دی ہے تو عبداللہ خاں کو یعنی اس کو جلاوطن کردیا۔ جس کی میعاد صرف پانچ مہینہ رہی۔ یہ سزا اس لئے نہ تھی کہ اس نے حافظ الملک کو زہر دلوایا تھا نہ اسلئے تھی کہ اس نے ان کو قتل کرانے کی تیاری تھی بلکہ اس لئے تھی کہ اس کے برسر اقتدار آنے پر شہری امن و امان برباد ہوا جا رہا تھا۔

یہی صورت تقریباً آج بھی تھی۔ ضابطہ خاں پر حملہ ہوا ہے وہ بھاگ کے حافظ الملک کے یہاں گھس پڑا ہے۔ مرہٹہ اس کے پیچھے ہیں۔ آج پھر اس کی صلح اور اس کے اہل وعیال کے رہائی کے لئے چالیس لاکھ کے ادائیگی ذمہ داری لے کر حافظ الملک

انگریزی دام فریب میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ تاریخ رامپور کا مورخ لکھتا ہے۔ کہ انھوں نے ضابطہ خاں کی وجہ سے ناحق اپنے آپ کو اس بلا میں پھنسا لیا۔ لہ

غور کیجئے حکومت کا مزاج اس قسم کی غلطیوں کا متحمل کب ہوسکتا ہے۔ بات بڑھتی ہی چلی جارہی ہے۔ حالانکہ تاریخ بریلی کا طرز تحریر مختصر تر ہے۔ محمد علی خاں کی اولادوں نے روہیلہ سایۂ دامن میں پرورش پائی ہے۔ انھیں میں عبداللہ خاں بھی احمد شاہ درانی کی نظر بندی میں تھا حافظ الملک نے اُسے رہائی دلوا اسے لینے کے لئے کچھ دور گئے۔ حاکم بنایا۔ جاگیرداری۔ جلاوطنی کے بعد جب وہ آیا۔ پھر اُسے جاگیر دی۔

ضابطہ خاں جب حافظ الملک کو دغا دے کے (مرہٹوں کے پاس سے بھاگا ہے۔ تو نجیب الدولہ کا انتقال ہوچکا تھا جنگ سے فارغ ہوکر قریبی زمانہ میں حافظ الملک نجیب آباد پہونچے ضابطہ خاں کو بجائے باپ کے مسند نشین کیا۔ خلعت مقربیت پہنایا۔ اور یہ کیسا ماحول ہے جس سے حافظ الملک کو واسطہ پڑگیا ہے۔

م نجیب الدولہ روہیلوں کے یہاں ایک سپاہی یا جمعدار اور

لہ اخبار الصنادید

ان کا نوکر تھا۔ حافظ الملک جب صفدر جنگ کی مدد کے لئے دہلی جارہے تھے تو بادشاہ نے بھی حافظ الملک کو (صفدر جنگ کے خلاف) اپنی مدد کے لئے بلایا اور انھوں نے انکار کر دیا کہ ہمارا صفدر جنگ سے اتحاد باہمی کا عہد و پیمان پہلے ہو چکا ہے۔ ہم اس اقرار کو توڑ نہیں سکتے۔ اب نجیب الدولہ بکمال نافرمانی و دغا ان کی فوج کو بہکا کر بادشاہ کی مدد پر نکل گیا۔ فوجی کمی ہو جانے سے حافظ الملک صفدر جنگ کی مدد پر نہ جا سکے اور راستے ہی سے واپس آگئے لیکن نجیب الدولہ کی اس حرکت کے بعد جب اس پر مرہٹوں نے حملہ کیا ہے تو اس نے حافظ الملک کو خط لکھا۔

"عماد الملک غازی الدین نے چند لاکھ روپیہ دتا سندھیا وغیرہ کو دیکر ان کی فوج کو جو تعداد میں مور و ملخ سے زیادہ ہے دکن سے طلب کیا ہے اور میری بربادی کے درپے ہے چونکہ میں فوج مرہٹہ کے ساتھ میدان جنگ میں لڑائی کی طاقت نہیں رکھتا ہوں لہٰذا اسکرتال میں مورچہ لگا کر آپ کی مدد پہونچنے تک دفع الوقتی کر رہا ہوں[۱]" اس خط کو دیکھتے ہی حافظ الملک چل کھڑے ہوئے۔ آج نجیب الدولہ کی بے وفائی انھیں یاد بھی نہ رہی۔

حافظ الملک کی پوری کتاب زندگی کا مطالعہ کر جائیے۔

---

[۱] حیات حافظ رحمت خاں

جھوٹ۔ فریب۔ دغا۔ ناراستی۔ عہد شکنی کی کوئی ایک مثال آپ کو نہ مل سکے گی۔ اس وقت جبکہ ایک امیر بھی ظلم اور دغا سے خالی نہ تھا۔ تمسک لکھدینے کے بعد کے قریب وہ واپس ہوئے تو جنگل کی خرابیِ آب وہوا سے بخشی سردار خاں کا انتقال ہوگیا۔ اور ان کے بیٹوں میں سخت اختلاف ہوگیا۔ جس سے بڑا ہنگامہ برپا ہوگیا حافظ الملک حسب معمول آنولہ پہونچے اور اصلاح کی کوشش کی۔ مگر فیض اللہ خاں نے بخشی سردار خاں کے بڑے لڑکے احمد خاں کو بہکا کر اسے حافظ الملک کے خلاف کر دیا۔ اور خود بھی ان کی تجاویز کو مسترد کردیا اور اپنی دراندازی شروع کردی[1] بدقت تمام یہ نزاع ختم ہوسکا۔ میں نے اوپر کہا کہ وارن ہیسٹنگز کو ایک سیدھی راہ اختیار کرنا چاہئے تھی وہ سیدھی راہ کیا تھی یہ کہ روہیلوں کو ساتھ لے کر اسے مرہٹوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے تھا۔ اسے بعض انگریزوں نے بھی یہ یہی مشورہ دیا لیکن اسُ نے اس پر کان نہ دھرا یہ یقینی تھا کہ اگر وہ روہیلوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا تو روہیلے بہترین دوست ثابت ہوتے بخلاف شاہانِ مغلیہ کے کہ وہ دشمنوں کے لئے بھی ان کو کارآمد ہونے کے خیال سے ان کے قتل میں جلدی نہ کرتے بلکہ جرم بخشی اور سلوک سے اپنے لئے ان کو مفید بناتے اور اس طرح ان کی مدد

---

[1] اخبار الصنادید

کے ذریعہ سے بڑے بڑے کام نکالتے مگر انگریز نے کسی کی قوت کو اپنے سامنے برداشت ہی نہ کیا اور وہمی باتوں پر بھی اس نے اپنی پوری تاریخِ عروج میں تبر بنانے میں عجلت کی تاجداروں کو زہر دلوائے۔ قتل کرایا معزول کیا اور خانہ ویراں بھی کیا۔ اسی قسم کی غلط مزاج اور پریشاں دماغ بلا میں وارن ہسٹنگز اسوقت مبتلا ہوا۔ اسے وہم ہوا کہ کہیں مرہٹے اور روہیلے مل نہ جائیں حالانکہ خود انگریزوں نے اس کی بڑی پرزور تردید کی لیکن وارن ہسٹنگز نے کہا کہ ان کے ہاتھوں خودِ پس جانے کے خطرہ کو برقرار رکھنے سے انہیں کے پیس دینے میں شریک ہونا زیادہ بہتر ہے [1] یہ بھی انگریزوں کی رائے ہے۔ کہ "اگرچہ روہیلوں نے مرہٹوں کو براہِ راست کوئی اشتعال نہیں دلایا تھا" [2] مگر اس کے باوجود اس نے نہایت خوفناک اقدام کیا یعنی روہیلہ اکثریت اور قوت کی جڑ اکھیڑ کر روہیلکھنڈ سے باہر پھینکدینا چاہی۔

ان کے ہاتھوں خود پس جانا۔ اس کی کوئی اصلیت تو نہ تھی۔ مگر وہم و پریشاں دماغی۔ روہیلہ حکومت کے وسیع اور سایہ دار درخت کے بڑے بڑے ٹہنے اسوقت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ نجیب الدولہ کا انتقال ہوا۔ وہ دہلی کا امیر الامرا تھا اور حافظ الملک کے چچازاد بھائی دوندے خاں بہرام جنگ کا داماد تھا۔ پھر دوندے خاں کا انتقال ہوا۔ پھر احمد خاں نواب (فرخ آباد) کا انتقال ہوا۔ بخشی سردار خاں کا انتقال ہوگیا۔

فتح خاں خانساماں کا انتقال ہوگیا (سنہ ۱۷۷۳ء) ان کے لڑکوں میں خانہ جنگی

---

[1] اخبار الصنادید [2] لائف آف وارن ہسٹنگز ٹراٹر

شروع ہوگئی۔ حافظ الملک پہونچے تو فیض اللہ خاں بھی پہونچ گیا اور اس نے ان کے خلاف فتنہ پردازی شروع کردی لہ حافظ الملک چلے آتے۔ علی محمد خاں کی تین اولاد سے۔ بخشی سردار خاں کے بڑے لڑکے احمد خاں خانساماں کے لڑکے احمد خاں سے اب حافظ الملک کو سوائے الجھن کے کوئی توقع سلجھاوے کی کیا ہو سکتی تھی۔

سنہ ۱۷۷۲ء میں جب تمتک لکھ دینے کے بعد حافظ الملک شاہ آباد سے واپس ہو رہے تھے تو نواب عنایت خاں بہادر بھی ان کے ساتھ تھے راستہ ہی میں بیٹے (عنایت خاں) نے باپ سے کہا۔

"اس سال دامنِ کوہ کی ناموافق آب و ہوا کے سبب سے بکثرت اہلِ لشکر فوت ہو گئے ہیں اگر ان خالی آسامیوں پر نئے سپاہی بھرتی کرنے کی مجھے اجازت مرحمت کردی جائے تو میں چند ہزار پیادے اور کار آزمودہ سوار نوکر رکھ لوں تاکہ اگر بعد برسات مرہٹے دوبارہ حملہ کریں تو ہم کسی غیر کی امداد سے بے نیاز ہو کر خود ہی اپنی مدافعت میں ان سے کام لے سکیں۔"

آہ نواب عنایت خاں بہادر کے منہ سے یہ لفظ کیا نکلے کہ دشمن کی آرزو کے کھیت پر بجلی گری۔ بڑی تمناؤں کے بعد انگریز کے دام فریب میں روہیلہ (حافظ رحمت خاں) شکار پھنسا تھا۔ نواب عنایت خاں یہ شکار چھڑا لینا چاہتے ہیں وہ کہتے ہیں ہمیں کسی کی امداد کی ضرورت نہیں۔

لہ اخبار الصنادید

چنانچہ سازشی لوگوں نے حافظ الملک اور عنایت خاں کو باہم لڑا دیا۔ باتیں صاف صاف ہیں جنمیں کوئی پیچ وخم نہیں۔ نواب عنایت خاں کا یہ منصوبہ کہ ہمیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ظاہر ہے کہ اغراض انگریز کے خلاف تھا جن لوگوں نے باپ بیٹوں کو لڑایا وہ انگریز کے بلا شبہ سازشی تھے۔ تمام تاریخیں متفق اللفظ ہیں کہ یہ نواب عنایت خاں کی باپ سے بغاوت تھی خود حافظ الملک کے لڑکے مستجاب خاں صاحب گلستانِ رحمت نے بھی یہ ہی سمجھا۔ سید الطاف علی صاحب حیاتِ حافظ رحمت خاں نے یہ ہی عنوان قائم کیا۔ انھوں نے تو یہ تک لکھ دیا کہ عنایت خاں کوتاہ نظر شخص تھے۔ ایسے مورخ پچھلی تاریخوں کی تقلید کی دلدل میں پھنس کر اپنے فہم وادراک سے کام ہی نہ لے سکے۔ پچھلی جنگ مرہٹہ میں جبکہ ضابطہ خاں کے بھاگ جانے کی وجہ سے حافظ الملک کو مرہٹوں سے شکست کھانا پڑی نواب عنایت خاں موجود تھے انھوں نے باپ سے جب بھی کہا تھا کہ یہ مہم آپ میرے سپرد کر دیجئے مگر انھوں نے منظور نہ کیا اور یہ کہا کہ یہ سب لوگ (رسالدار) تجھے تنہا چھوڑ کے بھاگ جائیں گے۔

اب شاہ آباد میں تحریر تمسک کی جب نوبت آئی تو نواب عنایت خاں موجود تھے باپ کے ادب کے سبب سے وہ مطلق خاموش رہے لیکن ان کی تیز رس اور دور رس بین نظر نے اسکے خطرات مستقبل کو تاڑ لیا تھا۔ اور ان کو یہ صورت ان کو ہرگز منظور نہ ہوتی۔ چنانچہ انھوں نے واپسی پر باپ سے کہا جو انھوں نے منظور کر لیا۔ حافظ الملک کے اسوقت بارہ بیٹے موجود

تھے مگر سعادت مندی، ہوش مندی۔ موقع شناسی اگر حصہ میں آئی تو صرف عنایت خاں کے۔ لیکن مورخ اُس کو یکّا باغی اور کوتہ نظر بتاتے ہیں۔ بہتر ہے بتایئے۔!

بہرحال نواب عنایت خاں نے بریلی آکر فوجی بھرتی شروع کی پس سازش کرنے والوں میں سے کسی نے حافظ الملک سے کہا کہ یہ فوجی بھرتی اسلئے ہورہی ہے کہ عنایت خاں آپ کو معزول کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ الملک نے بھرتی کی ممانعت کردی۔ نواب عنایت خاں نے کہا جو بھرتی ہوچکی ہے اس کے لئے تو جاءداد مقرر کردیجائے آئندہ کو ایک آدمی بھی نوکر نہ رکھوں گا اب حافظ الملک سے کہا گیا کہ عنقریب آپ کی گرفتاری ہونے والی ہے اس پر حافظ الملک پیلی بھیت سے بریلی آگئے۔ انھوں نے بعض لوگوں کو عنایت خاں کے پاس بھیجا۔ ہمیں صاحب اخبار الصنادید نجم الغنی خاں رامپوری مورخ کا مشکور ہونا چاہیئے۔ یہ کتاب روہیلوں کے حالات میں کافی محنت وتلاش میں لکھی گئی ہے۔ اس مورخ کا مطمح نظر علی محمد خاں نسل کی مداحی تھا۔ حامد علیخاں جاگیردار رامپور نے اُس سے یہ کتاب (دوسرا ایڈیشن) لکھوائی مگر حامد علیخاں سے مورخ کے انتخاب میں غلطی ہوئی۔ پہلی غلطی تو یہ کہ حامد علیخاں شیعہ اور مورخ سُنّی۔ دوسری غلطی یہ کہ مورخ خود بھی پیٹھان ہے۔

مگر مورخ نے لکھدیا ہے کہ "تاریخ نگاری کے راستے میں ایک سخت کانٹا یہ موجود ہے کہ اپنے وقت کے حکام کے حالات صحیح صحیح قلم بند

کرنے میں ہزاروں دشواریاں ہیں"۔....... پھر خیال کرلو کہ ہماری تاریخوں میں آزاد طبیعتوں کو کیا لطف آئے کہ ہمارا طرزِ تحریر مقید ہوتا ہے پھر لکھتا ہے کہ "یہ کتاب پڑھنے سے پہلے چاہئے کہ علوم نقلی و عقلی سے کچھ واقفیت حاصل کرلیں"۔ مطلب یہ کہ کتاب میں جو کچھ لکھا ہے اسپر ہی یقین نہ کرلیں۔ بلکہ عقل سے بھی کام لیں۔ بہر حال یہ مورخ ہر ہر جزوی معاملہ پر بڑی خوبی سے لطیف اشارے کرتا جاتا ہے اور علی محمد خانی نسل کی تعلّی و تفاخر کی بابت تو اُس نے لکھدیا کہ "میں نے نواب سیّد علی محمد خاں کی تعریف میں وہ الفاظ خرچ کئے ہیں جن سے ان کے اصلی جوہر کھل جائیں اور معلوم ہو جائے کہ وہ اس ڈھب کے ہیں کہ نہیں اور اگر ہیں تو کس درجہ پر ہیں اور کتنی ستائش کے قابل ہیں...... میں نے ان کے حالات پھول پھول بلکہ پتّی پتّی چن کر ایک گلدستہ بنایا ہے"[1]

مطلب یہ کہ اس نسل کے موافق حالات معتبر تاریخوں میں تو کہیں ملتے نہیں مگر کہیں کوئی حقیر سی بات بھی مل گئی تو جمع کر کے یہ کتاب تیار کرلی ہے۔

حافظ الملک اور نواب عنایت خاں کا ذکر کرتے کرتے یہ چند جملے اس کو چھوڑ کر اسلئے لکھے گئے ہیں کہ آئندہ اس مورخ کے اشاراتِ لطیف کے مفہوم تک رسائی میں آسانی ہو جائے۔ چنانچہ حافظ الملک نے عنایت خاں کے پاس جن لوگوں کو بھیجا وہ کون تھا یا تھے یہ مورخ نام تو نہیں بتاتا مگر اشارہ بڑا لطیف کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

"جو دو غلے دغا باز دو رخے مکار روباہ بازی سے حافظ صاحب کی دانش گاہ میں نیک بن کر گھسے ہوئے تھے[1] (انتخاب یادگار میں بھی) کلب علیخاں جاگیردار رامپور نے صاف لکھ دیا ہے کہ فیض اللہ خاں سازش میں شریک تھا۔ نواب عنایت خاں سے صرف فوجوں کے جدا کرا دیئے جانے پر اصرار یہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ لوگ انگریز کے سازشی تھے۔ جو لوگ گئے وہ یہی پیام لے کر گئے کہ وہ فوجوں کو علیحدہ کر دیں۔ نواب عنایت خاں نے یہ جواب دیا۔ "ایسے نمک حراموں کو جنھوں نے اپنی حد سے زیادہ پاؤں باہر نکالے ہیں ان کے کردہ کی سزا دینے کے لئے ضرور میں نے اس جمعیت کو فراہم کیا ہے اور قطعی ناممکن ہے کہ بے وجہ اس کو اپنے سے جدا کر دوں"[2]

اب حافظ الملک اور دوسرے سردار مع اپنی اپنی فوجوں کے بریلی میں جمع ہو گئے۔ بریلی کیمپ ہو گئی۔ حافظ الملک سازشیوں کے ساتھ ہو گئے نواب عنایت خاں قلعہ بند ہو گئے۔ اس وقت یہ لوگ موجود تھے۔ فیض اللہ خاں اور اس کے زیر اثر احمد خاں ولد بخشی سردار خاں۔ احمد خاں پسر فتح خاں خانساماں۔ عبدالستار خاں۔ عبداللہ خاں شاہجہاں پوری۔ خاص خاص لوگ۔ اور محب اللہ خاں ولد دوندے خاں بھی۔ اور ایک شہادت پڑھ لیجئے۔ "یہ سب سردار و رسالدار و جمعدار اور اکثر لوگ اس جماعت کے اس دن کا انتظار کر رہے تھے"[3] ترجمہ

---

[1] اخبار الصنادید صفحہ ۲۴۴ ۔ [2-3] گلستانِ رحمت

نواب عنایت خاں قلعہ بند پر اب توپخانہ گولہ باری[لہ] پر آمادہ تھا۔

نواب عنایت خاں نے اُن فتنہ پردازوں مفسدوں کے سرداروں پر جو جنگ کے بانی مبانی اور جو اہل و عیال شہر کے اندر تھے اپنے سپاہیوں کو بٹھا دیا کہ گولہ باری شروع ہوتے ہی ان کو قلعہ میں لاکر توپوں کے سامنے کر دیا جائے۔ اس سے دغا بازوں کے چھکے چھوٹ گئے گولہ باری ملتوی ہو گئی اور کوشش ہوئی کہ نواب عنایت خاں قلعہ سے باہر آسکیں چنانچہ ان کے لئے سند جاگیر تیار ہوئی حافظ الملک سے کہا گیا کہ مہر کر دیں۔ انہوں نے مہر تو کر دی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہدیا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے سند بھیجدی گئی نواب عنایت خاں نے کہا "اگرچہ یہ تحریر کسی اعتبار کے لائق نہیں ہے کیونکہ جناب قبلہ و کعبہ نے خود اپنی زبان مبارک سے ایسا فرمایا ہے لیکن میں اسی تحریر کو اپنے متعلق دستاویز جنگ قرار دیکر شہر کے باہر جاتا ہوں تاکہ میرے دشمن مجھے بزدل نہ سمجھیں"، اور جاگیر کی طرف رخ کیا شہر سے دس کوس جنوب کی طرف موضع گکردی تک ابھی نہ پہونچنے پائے تھے کہ حافظ الملک اور سازشی لوگ ان کے پیچھے پہونچے۔ حافظ الملک نے نہایت بردباری اور تدبر سے گھر میں لگی آگ کو بجھانا چاہا لیکن مفسدوں نے نہ بجھنے دی۔ شیخ کبیر کے درمیان میں پڑنے سے معاملہ قریب صلح پہونچ چکا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا دسمبر ۱۷۶۳ء اور نوبت جنگ تک پہونچی۔ حافظ الملک نے ہرگز جنگ کا حکم نہ دیا مگر مفسد آمادہ ہو گئے اور

لہ افسر توپخانہ کا نام کشن گوال فرنگی انگریز۔

عبداللہ خاں لشکر کا ہراول ہو گیا۔ فیض اللہ خاں کے زیر اثر خصوصاً کالزی جتھ تھا جس میں احمد خاں اور عبدالستار خاں کالزی سردار تھے۔ احمد خاں نے سمجھا کہ نواب عنایت خاں کی فوج کم اور نئی بھرتی ہے پندرہ ہزار فوج سے حملہ آور ہوا۔ فیض اللہ خاں بھی فوج اور توپخانہ کے ساتھ میدان میں کھڑا تھا۔

میدانِ جنگ کنارہ رام گنگا) نواب عنایت خاں کی سپاہ کا پہلا مقابلہ عبداللہ خاں سے ہوا۔ اس کا لڑکا زخمی ہوا اس کی فوج بھاگی بڑی مشکل سے جان بچا کر عبداللہ خاں بھی بھاگا اور شاہجہاں پور میں دم لیا۔

دوسرا مقابلہ احمد خاں بخشی سے ہوا تو اس کی فوجیں بھاگیں وہ خود زخمی ہوا اب کالزیوں کی فوجوں سے میدان خالی تھا۔ اب سب کی ہمتیں پست ہو گئیں کوئی مقابلہ پر نہیں آیا۔ خود نواب عنایت خاں یا ان کی فوجوں نے حافظ الملک کے کیمپ کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھایا۔ محب اللہ خاں نے نواب عنایت خاں سے دریافت کیا آپ کس ارادے سے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ جناب قبلہ و کعبہ کے حضور میں چلتا ہوں میرا ارادہ جنگ کا نہیں ہے محب اللہ خاں نے اپنے ہاتھی پر انہیں سوار کر لیا۔ نواب عنایت خاں نے کہا میں حضور میں کل خود آجاؤں گا اور آج اگر جاتا ہوں تو یہ مشہور ہو جائے گا کہ آپ مجھے گرفتار کر کے لاتے ہیں اور ہاتھی سے اتر پڑے۔ اس پر مفسدوں نے حافظ الملک کو پھر بھڑکا دیا۔ نواب عنایت خاں کے اوپر مفسد حافظ الملک کو لے کر مع فوجوں اور توپخانہ کے پھر چڑھ دوڑے کیونکہ سازش ناکام رہی جاتی تھی نواب عنایت خاں کی فوج کا ایک دستہ حافظ الملک کو دیکھ کر

ایک گاؤں کی آڑ میں چھپ گیا۔ رامپوری تاریخ کہتی ہے کہ حافظ الملک پر
اس دستہ فوج نے فیر کئے لیکن یہ فریب ہے ناقابلِ قبول۔ حافظ الملک
کی کمان۔ ان کے حوضہ۔ ان کے ہاتھی کے پاؤں پر جو گولیاں لگیں یہ نمتہ
پردازوں کی فوج کی کارروائی حافظ الملک کو جنگ کیلئے مشتعل کرنے کی غرض
سے ہوگی۔ نواب عنایت خاں نے محب اللہ خاں سے کہلوایا کہ میرے پیادوں کی
جاں بخشی تو کرا دیجئے میں کل ضرور حاضر ہوں گا تاخیر نہ ہوگی۔ حافظ الملک
نے فوجونکو ممانعت کردی۔ مفسدوں نے پھر حافظ الملک کو بھڑکایا اب انھوں
نے نواب عنایت خاں سے کہلا بھیجا کہ کل میرے اور تیرے درمیان لڑائی ہے
انھوں نے فوراً عرض کرایا کہ "آج دشمن حضور کے حکم کے بغیر میرے قتل کے
درپے ہو گئے تھے مجبوراً میں نے انکو دفع کیا کل ضرور حضورِ عالی میں حاضر ہو کر
معافیٔ تقصیر کا ملتجی ہوں گا ہرگز ہرگز اپنی حد سے متجاوز نہ ہوں گا۔"
مفسد۔ فوجیں۔ توپخانہ۔ حافظ الملک اب واپس ہوتے۔ صبح نمودار
ہوتی۔ لازم تھا کہ نواب عنایت خاں کے آنے کا انتظار کیا جاتا مگر اس کی بجائے
مفسد فوجیں اور حافظ الملک کو لے کر اس پر حملے کیلئے نکل کھڑے ہوئے
نواب عنایت خاں نے اپنے لشکر میں اپنے بھائی دیدار خاں چھوڑا اور
الہ یار خاں اپنے دوسرے بھائی کو ساتھ لیا گنتی کے چند سوار جلو میں لے کر
باپ کے پاس چل کھڑے ہوتے۔ راستے میں مستقیم خاں پر نظر پڑی اسے
اپنی حاضری کی اطلاع حافظ الملک کو پہونچانے کے لئے جلد روانہ کیا
اس حالت میں فیض اللہ خاں نے ان گنتی کے آدمیوں پر توپوں کے

دہانے کھولدیئے یہ بیان رامپوری مورخ کا ہے اور غالباً فیض اللہ خاں
کی بہادری کا مداحی کئے ہوئے ہیں اس نے مذاق اڑایا ہے[1]۔ لیکن نواب
عنایت خاں باپ تک پہونچکر ان کے ہاتھی سے قریب اپنے گھوڑے سے اترے
ہاتھ باندھ کر کورنش بجالاتے حافظ الملک نے بیٹے کو حکم دیا کہ فیض اللہ خاں
کے پاس جائے اور اس کی معرفت ملال خاطر دور اور اس کی ہمراہی میں تقصیرات
کی معافی چاہے۔ کیا حافظ الملک نہیں جانتے تھے کہ یہ فتنہ اندر خانہ فیض
اللہ خاں کا برپا کیا ہوا ہے۔ نواب عنایت خاں سعادتمند نے اس حکم کی بھی
تعمیل کی اور چلا گیا۔ مگر فیض اللہ خاں حافظ الملک کے پاس آگیا نواب عنایت
خاں اس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے جب وہ لوٹ کر آیا تو سالے (فیض اللہ
خاں) نے بہنوئی (نواب عنایت خاں) سے بات کرنے میں اپنی توہین خیال
کی۔ دوسرے لوگوں میں سے کوئی ان سے بولا اپنی فوج کو برطرف کر دیجئے اور لوٹ
کے اسباب کو واپس دیجئے تب قصور معاف ہوگا نواب عنایت خاں نے
جواباً فرمایا کہ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کیجئے یا تو مجھ
سے لوٹ کا اسباب طلب نہ کیجئے کہ میں یہاں سے بیٹھے بیٹھے اپنی فوج
کو برطرفی کا حکم بھیج سکوں۔ یا مال لے لیجئے فوج کو برطرف نہ کرائیے
تاکہ ہم ان کی تنخواہ کے فوراً مطالبہ سے بچ سکوں مفسدوں نے
حافظ الملک کے پاس جاکر پھر ان کو برہم کر دیا اور اب انھوں نے حکم دیا

---

[1] اخبار الصنادید

"عنایت خاں جلاوطن"

وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے۔ آخری تدبیر یہ تھی کہ فیض اللہ خاں کے پاس بھیجدیا فیض اللہ خاں کی آنکھ اس سے بھی نیچی نہ ہوتی اب سوائے اس کے برائے چندے ان مفسدوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھا جائے اور کیا ہو سکتا تھا انھوں نے اس طرح گھر کی لگی ہوئی آگ کو بجھانا چاہا۔

صد ہزار آفریں نواب عنایت خاں کی سعادتمندی و فرمانبرداری پر انھوں نے لوٹ کا مال حافظ الملک کی خدمت میں روانہ کر کے بغیر اپنے محلسرا تک پہونچے میدان جنگ ہی سے اپنا گھر اپنا وطن (روہلکھنڈ) چھوڑ دیا وہ خود ان کے دونوں بھائی اور ملازم فوج نکل کھڑے ہوئے اور خدوم واودھ میں پہونچے۔

تمام واقعہ پر نظر ڈالی جائے۔ نواب عنایت خاں۔

مفسدوں کی شورش جب بڑھی تو قلعہ بند ہو گئے۔

انھیں قلعہ سے باہر نکالا گیا۔

فوجوں نے ان کا پیچھا کیا۔

کسی موقع پر جنگ کی ابتدا نواب عنایت خاں نے نہیں کی۔

حافظ الملک نے بھی جنگ کا کوئی حکم نہیں دیا۔

مفسدوں نے ان کے بغیر حکم جنگ چھیڑ دی۔ نواب عنایت خاں نے مدافعت کی۔

جنگ ختم پر انہوں نے: ان کی فوجوں نے حافظ الملک کے کیمپ کی طرف ایک قدم آگے نہیں بڑھایا۔

نواب عنایت خاں نے فدویت کا اظہار کیا۔

ان پر قابو پا لیا گیا۔

پھر کیونکر اس جنگ کا نام۔ باپ بیٹے کی جنگ " مورخوں نے لکھ دیا۔"

اصلیت یہ ہے کہ فیض اللہ خاں کی لکھوائی ہوئی تاریخ فرح بخش میں اپنے مفسدانہ کرتوت پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ عنوان قائم کرایا گیا مورخین نے اپنی اپنی تاریخوں میں یہ عنوان اختیار کر لیا حالانکہ پسر حافظ الملک کی لکھی ہوئی تاریخ کے لفظ یہ ہیں، لیکن فی الحقیقت نواب عنایت خاں کو حافظ الملک کی بارگاہ میں کبھی بے ادبی کا خیال بھی نہیں گذرا۔"[1]

اور الطاف علی صاحب نے بھی یہ ہی عنوان قایم کیا۔ " نواب عنایت خاں کی حافظ الملک سے بغاوت"، لیکن متن کو پڑھیے تو وہ عنوان کا ساتھ نہیں دیتا۔[2] صحیح عنوان اس کا " دشمنوں کا متحدہ محاذ عنایت خاں کے قتل کے لئے " ہوتا۔

نواب عنایت خاں کی آمد شجاع الدولہ کو جب معلوم ہوا تو اس نے اُسے بلا لیا اب وہ شجاع الدولہ کے مہمان تھے یہاں ایک عجیب صورت پیش آئی۔ شجاع الدولہ نے انھیں اپنا شریک کر لینا چاہا اور بہت سی باتیں بنا کر کہا کہ میں ایک

---

[1] گلستان رحمت [2] حیات حافظ رحمت خاں

جا بڑا ملک فتح کرنا چاہتا ہوں وسیع النظر۔ بعد میں نواب عنایت خاں نے تاڑلیا کہ اس سے مطلب ہمارا ملک فتح کرنا ہو سکتا ہے۔ بھائیوں سے مشورہ کیا رائے یہ ہوئی کہ واپس چلکر جناب قبلہ و کعبہ کو خبردار کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ شجاع الدولہ کو خبر کئے بغیر اودھ چھوڑ دیا اور اب وہ بریلی کے قریب تھے۔ حافظ الملک کو جب ان کی آمد کی معلوم ہوئی تو انہوں نے کہلا بھیجا کہ تنہا آؤ۔ انہوں نے فوج کو موقوف کیا۔ بیس پچیس ہمراہی دونوں بھائی اور خود بریلی پہونچے اور اپنی پھوپی کے مکان پر ٹھہرے۔ انہوں نے جا کر سفارش کی تو فرمایا۔ فی الحال وہیں رہنے دو۔

بعض مورخ حافظ الملک کے اُس رویہ کو جو انھوں نے اس موقع پر نواب عنایت خاں کے خلاف روا رکھا حافظ الملک کی سختی مزاج اور نامناسب بتاتے ہیں۔ مگر تاریخ نگاری دوسری چیز ہے اور ملک داری کا دماغ کچھ اور حافظ الملک نے دیکھا گھر میں نفاق کی آگ لگی ہوئی ہے گھر والوں نے ہی لگائی ہے۔ جو لوگ ارکانِ حکومت ہیں فوجیں رکھتے ہیں۔ توپخانے ان کے پاس ہیں۔ ملک میں ان کا اثر بھی ہے انھیں کا ایک گروہ بیگانہ ہو رہا ہے اور اس گروہ کی پشت پناہی دشمن کر رہا ہے پس ایسی صورت میں بجائے اس گروہ کی مخالفت کرنے کے انھوں نے صرف اپنے بیٹے کو۔ سعادتمند بیٹے کو دبائے رکھا کہ یہ چیز ہر وقت ان کے اختیار کی تھی اور آخر تک رہی اور اس طرح انھوں نے دشمن کی بھڑکائی ہوئی آگ کو آج تو ٹھنڈا کر دیا ورنہ خود اپنا ملک اپنا گھر اس آگ میں جلکر بھسم ہو جاتا۔ کل کی خبر خدا جانے کیا ہوگا۔

رامپوری مورخ لکھتا ہے "اس وقت روہیلکھنڈ میں طوفان بدتمیزی برپا تھا تھوڑے عرصے سے روہیلکھنڈ میں فساد و عداوت کا ایک زہریلا مادہ پھیل گیا تھا اور ہر ایک دوسرے کی بربادی کیطرف مصروف تھا اور ایک دوسرے کی خرابی کیلئے غیروں کو کھڑا کرتا تھا۔ قسمت کی گردش نے سب کی عقل لے لی تھی حافظ الملک بوڑھے ہوگئے تھے عقل بڑھیا گئی تھی۔ فیض اللہ خاں جوان ان کی عقل جوان.... بوڑھے کہن سال تجربہ کار (حافظ الملک) کی داڑھی لونڈوں کے ہاتھ میں آگئی تھی[1] دیکھئے یہ ہے سازش کا ثبوت۔

بہر حال نواب عنایت خاں کی یہ سعی کہ ہم کسی دوسرے کے محتاج نہ رہیں بلکہ اپنی فوجی قوت مستحکم کر کے خود دشمن کی مدافعت کرسکیں اور باپ کو انگریز سیاست کے دام بلا سے نکال لیں ناکام ہوگئی دشمن کی سازش کامیاب ہوگئی۔ فوجیں بالآخر نواب عنایت خاں سے جدا کرا ہی دی گئیں۔

باب ۵

جنگ مرہٹہ

شاہ عالم بادشاہ دہلی نے کوڑہ والہ آباد و ضلع مرہٹوں کو دیدے

۱؎ اخبار الصنادید

اور وارن ہیسٹنگز انگریزی کمپنی کا گورنر شجاع الدولہ کے ہاتھ انہی ضلعوں کا سودا کرنے لگا۔ مرہٹوں نے اودھ پر حملہ کی تیاری کی اور پہلے روہیلہ سرداروں پر متوجہ ہوئے اور ضابطہ خاں کو اپنا شریک کرلیا۔ اور اسی کو حافظ کے پاس پیام لے کر بھیجا کہ اگر آپ ہمارے شریک ہوجائیں تو ملک مفتوحہ کا نصف آپ کو دیا جائے گا۔ ورنہ کم سے کم اپنے ملک میں سے گذر جانے دیں۔ عبور دریائے گنگ میں مزاحمت نہ ہو تو ملک کی پامالی کا معاوضہ اور شجاع الدولہ کا تمسک واپس کرا دیا جائے گا۔ حافظ الملک کا اقرار دوستی شجاع الدولہ سے پہلے سے تھا اس لئے انھوں نے جوابدیا کہ نتیجہ خواہ کچھ ہی ہو میں اقرار دوستی کر چکا ہوں جسے نہیں توڑ سکتا۔

تمسک لکھے جانے کے بعد برسات شروع ہو جانے کی وجہ سے مرہٹے خود ہی چلے گئے تھے شجاع الدولہ کو ان کے دفع کرنے کیلئے انگلی بھی نہیں ہلانا پڑی تھی اب جو دوبارہ مرہٹے آگئے حافظ الملک سے انہوں نے مدد مانگی اور انہوں نے انکار کردیا ان سب باتوں کی اطلاع حافظ الملک نے شجاع الدولہ کو دیتے ہوئے لکھا کہ اگر آپ ہمارا مہری تمسک ہمیں واپس کردیں تو ہم مرہٹوں کو دریائے گنگ عبور کرنے سے روکنا شروع کردیں شجاع الدولہ نے لکھا کہ مجھ کو مرہٹوں کے ساتھ آپ کے شریک نہ ہونے کا حال معلوم ہو کر پورا اطمینان ہوگیا۔ اور میں آپ کی رائے کے مطابق میدان جنگ میں پہونچتا ہوں آپ مرہٹوں کے مقابلہ پر پہونچنے میں توقف نہ کریں۔ تمسک کے متعلق شاہ مدن سے زبانی عرض کردیا۔ جو کچھ سید نور

ین کریں اس پر یقین فرماتے ہیں اس سے بال برابر بھی نہیں پھروں گا۔ یہ خط لے کر جب شاہ صاحب آتے تو انھوں نے زبانی کہا کہ تمسک کی واپسی کے متعلق شجاع الدولہ نے وعدہ کیا ہے کہ مرہٹوں سے جھگڑا فیصل ہو جانے کے بعد اور ملاقات باہمی کے بعد جو جلد ہونے والی ہے واپس کر دیا جائے گا آپ کسی قسم کا اندیشہ خاطر مبارک میں نہ لایئے۔ کیوں کہ دونوں فریق کے درمیان کوئی مغائرت نہیں ہے حافظ الملک نے منظور کر لیا۔ اور وہ میدان جنگ میں پہونچ گئے۔

مرہٹوں نے جس علاقہ پر چڑھائی کی وہ احمد خاں بخشی کی جاگیر تھا حافظ الملک نے احمد خاں کو رام گھاٹ کے پل کی حفاظت کیلئے روانہ کیا مرہٹوں نے اسپر حملہ کر دیا اور وہ گرفتار ہو گیا۔ اب حافظ الملک روانگی کے لئے خود تیار ہو رہے تھے کہ یکایک نواب عنایت خاں کے انتقال کی بریلی سے خبر پہونچی اور ان کی روانگی ملتوی رہی۔ (۱۷۷۳ء)

نواب عنایت خاں کا انتقال

غالباً نواب عنایت خاں کی موت طبیعی نہ ہوگی اس کانٹے کو اپنی کامیابی کے لئے دشمن کو راہ سے ہٹانے کی ضرورت تھی اور اس کی کوشش پہلے بھی کی جا چکی تھی۔ لیکن تاریخوں میں ایسا کوئی ذکر ملتا نہیں۔ اس میں کوئی شبہ ہی نہیں کہ عنایت خاں کی زندگی کو دشمن برداشت نہ کر سکتے تھے کیونکہ ان کی زندگی میں دشمن کا حافظ الملک پر قابو پا لینا خطرات سے خالی نہ تھا۔ عنایت خاں کی حقیقت ہی کیا جو ان کے اسباب وجہ مرگ کا حقیقی بیان تاریخوں میں ذکر کیا جاتا جبکہ شاہوں اور تاجداروں تک

کی موت کے اصلی سبب تاریخوں کے نقاب میں نہ چھپاتے ہوئے ہوں یاری لایل پوری نے لکھا ہے۔

"انگریز لندن کی حفاظت کیلئے تمام دنیا کی بستیوں کو گورستان میں تبدیل کر سکتا ہے[1]۔" رامپوری مورخ کے جملے بھی پڑھ لیجے۔[2]

"نواب عنایت خاں کی علالتِ سخت کے سبب سے جو رسالدار کہ بریلی ٹھہرے ہوتے تھے وہ بھی اب (میدان جنگ میں) آگئے تھے۔ آنے والوں میں محب اللہ خاں بھی تھا........ (نواب عنایت خاں) ہر ایک سے لڑائی باندھے بیٹھا تھا۔ اجل کا متقاضی گریبان پکڑ کر کھینچتا کھینچتا دارِ البقا کو لے گیا" بو سونگھئے ان لفظوں کی۔ یقیناً یہ موت طبعی نہ تھی۔

بہر حال دنیا میں ایسے نامور و یگانہ روزگار بہادر روز روز نہیں پیدا ہوا کرتے قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ یہ زندگی یہ شجاعت یہ حوصلہ یہ میدان داری یہ کمانداری جو ملک۔ قوم اور خاندان کے تحفظ کے کام آتی بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑتے ختم ہوئی۔

محب اللہ خاں وہی ہے جو پچھلی جنگِ عنایت خاں میں بھی فیض اللہ خاں والی سازشی جماعت کا ایک ممبر تھا۔

غرض جنگ میں حافظ الملک نے پہلے خود حصہ لیا شجاع الدولہ اور انگریز بعد کو آئے۔ ایک سخت مقابلے کے بعد مرہٹے بھاگ گئے اور پھپھوند میں

---

[1] کمپنی کی حکومت [2] اخبار الصنادید

جمع ہوئے حافظ الملک نے پھر پیچھا کیا اور احمد خاں کی رہائی کی بات چیت شروع ہوئی مرہٹہ سردار سیندھیا دو لاکھ کی ادائیگی پر رضامند ہو گیا یہ رقم حافظ الملک نے اپنے پاس سے ادا کر دی احمد خاں رہا ہو گیا۔ مرہٹے اب اپنے بعض خانگی حالات کی وجہ سے میدان جنگ چھوڑ کر چلتے ہوئے تو روہیلے بھی واپس ہوئے۔ مگر شجاع الدولہ اور انگریزی کرنل چیمپین اور انکی فوجیں میدان جنگ ہی میں پڑے رہے آرام و تفریح کا بہانہ کیا گیا۔

رام گھاٹ (ضلع بدایوں) گنگا کنارے موضع گدھٹہ میں روہیلوں کا قیام ہوا۔

حافظ الملک کے خلاف سازش کی باقاعدہ تکمیل

نواب عنایت خاں کا انتقال ہو ہی چکا تھا اب روہیلوں حکومت میں اُن جیسا ہوشمند وسیع النظر کوئی موجود نہ تھا اس لئے انگریزی سیاست کے لئے کوئی خطرہ بھی نہ تھا اور میدانِ سازش بالکل صاف تھا۔ دُندے خاں کے لڑکے۔ فتح خاں خانساماں کے لڑکے۔ احمد خاں پسر بخشی سردار خاں یہ سب فیض اللہ خاں کے زیر اثر تھے۔ احمد خاں بخشی کمالزی قبیلہ سے تھا اور کمالزیوں کا تمام جتھا اُس نے حافظ الملک کے خلاف کر دیا۔

کیمپ کڈھیہ میں انہی لوگوں نے حافظ الملک کے خلاف ایک سخت مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا اور کرنل چمپین کو اپنی مددگاری کا مستحکم اطمینان دلایا اور احمد خاں بخشی جسکی مرہٹوں سے رہائی حافظ الملک نے دو لاکھ روپیہ خود دے کر اُن جنگ میں کرائی تھی سب سے پہلے اُس نے سازش منظور کی۔ عہد و پیماں کے دین اور ایمان کا حلف اُٹھایا۔ اب شجاع الدولہ نے اُسے نوابی کا خطاب خلعت۔ ہاتھی اور پالکی دی بغرض سپاہ روہیلہ کی وحدت و اتفاق کے اب جگہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ رامپوری مورخ لکھتا ہے۔" اسوقت روہیلکھنڈ کا میدان جوانمردوں اور صف شکنوں سے خالی تھا۔ دوندے خاں بخشی سردار خاں۔ فتح خاں خانساماں۔ سید احمد شاہ۔ عبدالستار خاں

شیخ محمد کبیر۔ بڈو خاں۔ ملا محسن خاں۔ پر مول خاں وغیرہ کہ ایک رستم زمانہ اور شجاع وقت تھا اور تمام ہندستان کے مقابلے کے لئے ان میں سے ایک ایک شخص کافی تھا واقعی اجل کو لبیک کہہ چکے تھے ان بہادروں کے بیٹے تقسیم ملک و دولت کے لئے جھگڑوں میں مصروف تھے نشہ بازی اور عیاشی میں متوالے ہو رہے تھے جس قدر ان کی سپاہ تھی تنخواہ کی نایابی کی سے بیدل ہو رہی تھی۔ ...... حافظ صاحب کے ساتھ عجیب ناہمواری کا برتاؤ کر رکھا تھا ان کو خیال میں نہیں لاتے تھے اور ہر ایک اپنے آپ کو رئیس مستقل جانتا تھا........ شجاع الدولہ کیطرف ان لوگوں کے دل ایسے مائل ہو گئے تھے اور ان کی خیر اندیشی کے درخت نے یہاں تک ان کے دلوں میں نشو و نما پیدا کی تھی، کہ حافظ صاحب سے بدظن ہو گئے [1]

اندرون روہیلکنڈ۔ سازش فیض اللہ خاں کے زیر اثر مکمل ہوئی اور غالباً اس سے کہا گیا کہ روہیلکنڈ علی محمد خاں کا تھا حافظ رحمت خاں نے بانٹ لیا۔ ہم تمہیں دلا دینگے۔

مستقبل اب صاف اور حافظ الملک کو نواب عنایت خاں کے بعد اپنا انجام نظر آ رہا تھا۔ کیمپ کڈھٹہ سے وہ خدم و حشم چھوڑ کر جریدہ بدایوں چلے گئے۔ بدایوں میں اُن کے باپ شاہ عالم شہید کا مزار ہے حافظ الملک نے خیال کیا ہوگا۔ شاید اب وہ یہاں فاتحہ خوانی کیلئے نہ آسکیں گے۔

---

[1] اخبار الصنادید

بدایوں سے فارغ ہوکر جلد وہ بریلی واپس ہوئے اور اس کے بعد کرنل چمپین اور شجاع الدولہ نواب عنایت خاں کی تعزیت کے حیلے سے بریلی آئے اور ان کے مہمان ہوئے۔ اور واپس ہوتے ہوئے اپنی فوجوں کو آنولہ بریلی کی بڑے اطمینان سے سیر کراتی حافظ الملک نے اجازت دیدی تھی اور سند بھی دلاتی تھی۔

نواب دوندے خاں کے لڑکوں فتح اللہ خاں، محب اللہ خاں نے اپنے مفید مطلب امور کا اعلان شجاع الدولہ سے کر کے قرآن شریف پر اس کی مہریں کرالی تھیں، تب حافظ الملک کے خلاف شریک سازش ہوئے تھے۔

کرنل چمپین جب چلا گیا تو غالباً اس کے اشارے سے شجاع الدولہ اب بیرون روہیلکنڈ کی سازش مکمل کرنے کے لئے چل کھڑا ہوا۔

آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ اٹاوہ حافظ الملک نے مرہٹوں کو دیدیا تھا مگر مرہٹے دکن چلے گئے تھے (۱۷۷۳ء) اس وقت حافظ الملک کی مالی حالت نہایت خراب تھی پس انہوں نے اٹاوہ پر قبضہ کر لینا چاہا۔ مولوی ضی الدین بدایونی بھی لکھتے ہیں کہ "حافظ صاحب کی مالی حالت متواتر جنگوں کی وجہ سے قابل اعتبار نہ تھی۔" [۱]

وارن ہیسٹنگز اسوقت تمام ذرائع امداد حافظ الملک کے منقطع کرنے پر تلا ہوا تھا وہ اسے کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے شجاع الدولہ

---

[۱] کنز التاریخ۔

کو اشارہ کیا کہ وہ خود قبضہ کرے۔

شجاع الدولہ کا اٹاوہ پر قبضہ ہو گیا۔ منشی لچھمی نرائن دبیر تخلص نے اپنی انشاء کے اندر اس جنگ و قبضہ شجاع الدولہ کے دلچسپ حالات لکھے ہیں [1]۔ اکتوبر ۱۷۷۳ء۔

غرض شجاع الدولہ فرخ آباد پہونچا اور مظفر جنگ نواب فرخ آباد کو شریک سازش کیا۔ مظفر جنگ نے شیعہ مذہب بھی اختیار کیا اور شجاع الدولہ کو خراج دینا بھی منظور کر لیا۔ وہاں سے رانلے گوہد کے پاس جا کر جو حافظ الملک کا رفیق خاص تھا اسکو شریک سازش کیا اور حافظ الملک کے خلاف کر دیا۔ میر تقی لکھتے ہیں کہ رانلے گوہد کے زیر اثر مرہٹے تھے [2]۔

یہاں سے فارغ ہو کر وہ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے پاس پہونچا اور ان کو اس وعدہ پر کہ اگر وہ بذات خود جنگ میں شرکت کریں تو ملک مفتوحہ کا نصف انکو دیا جائیگا اور مال غنیمت بھی نصف۔ چنانچہ شہنشاہ ہند بھی رضامند کر لئے گئے۔ ضابطہ خاں مل گیا کیونکہ اس کو میرٹھ کے قریب کا علاقہ اس سازش کے معاوضہ میں دیدینا کہا گیا تھا [3]۔

عبداللہ خاں شاہجہانپوری کو ۱۴۹ دیہات معاف دیئے احمد غفوری

---

[1] انشائے لچھمی نرائن مرتبہ فیض بخش کارکوری۔

[2] میر محمد تقی میر خواجہ احمد فاروقی۔ [3] لائف آف ہیگز۔ ٹراٹر۔

مراعات کے شریک کرلیا اور حافظ الملک کے ایک رسالدار محتشم خاں کو شجاع الدولہ نے پچاس ہزار کی ہنڈی دے کر اُن کے مخالف بنا دیا اب سازش مکمل تھی حافظ الملک کا کوئی مددگار روہیلکھنڈ میں یا باہر باقی نہ رہا تھا۔

علی محمد خاں کے لڑکے سعد اللہ خاں کی شادی دوندے خاں کی لڑکی سے محمد علیخاں ولد فیض اللہ خاں کی شادی محب اللہ خاں ولد دوندے خاں کی لڑکی سے ہوتی تھی - یہ خاندان بھی فیض اللہ خاں کے زیر اثر تھا۔ فتح خاں خانساماں علی محمد خاں کے خانساماں ہونیکے علاوہ اُنکی اولاد کے اتالیق ونگراں بھی تھے۔

عبد اللہ خاں شاہجہان پوری کی لڑکی سے حافظ الملک کے لڑکے ارادت خاں کی شادی ہوئی تھی اور وہ ارادت خاں کی جاں بخشی کے وعدہ پر شریک سازش ہوا تھا۔

یہ بات بھی یہاں صاف ہوتی جانا چاہیئے کہ اس تمام کاروائی کا تعلق شجاع الدولہ سے کسی طرح نہیں تھا بلکہ وارن ہیسٹنگز کو منظور تھا شجاع الدولہ بالکل بے اختیار اور مجبور تھا دیکھئے شہادتیں۔

لہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہیسٹنگز نے روہیلوں کی تباہی میں اس لئے مدد کی کہ وہ کمپنی کی حالت بہتر بنانے کے علاوہ سیاسی طور پر سلطنت اودھ

لہ اخبار الصنادید صفحہ ۶۰۳ و ۶۰۴۔

میں روہیلکنڈ کو شامل کر کے اُسے مرہٹوں کے حملوں کے لئے ایک فصیل بنانا چاہتا تھا۔ اس زمانے میں کمپنی مرہٹوں سے بہت ڈرتی تھی کیونکہ مرہٹے کمپنی کے سیاسی اقتدار کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ؎۱

؎۲ انگریزوں نے شجاع الدولہ حاکم اودھ کو شریک کار بنا کر شمالی ہند کی سب سے زیادہ شائستہ اور ہونہار اسلامی طاقت یعنی افغانان روہیلکنڈ کو برباد کر کے بظاہر سکھوں، راجپوتوں مرہٹوں اور مسلمانوں کی طاقتوں میں مساوات پیدا کر دی تھی۔

ہیسٹنگز کے حکم سے مڈلٹن رزیڈنٹ اودھ شجاع الدولہ کو ملک گیری کی چالیں بتاتا رہتا تھا اور ہیسٹنگز شجاع الدولہ کو اپنی طرف سے جنگ کے لئے اکساتا رہا۔ ؎۳

(۳) شجاع الدولہ نے خود اس جنگ سے انکار کیا اور کہا کہ میں روہیلوں کو چالیس لاکھ روپیہ معاف کرتا ہوں۔ ہیسٹنگز نے کہا ہرگز نہیں جسقدر ممکن ہو وصول کرنا چاہیئے جو کچھ کمی رہیگی آئندہ اُن کے خلاف کاروائیاں کرنے میں ایک معقول وجہ کا کام دیگی۔ ؎۴ ہیسٹنگز روہیلوں کے خلاف اپنے سینہ میں عناد کا طوفان لئے ہوئے تھا۔ ؎۵

شجاع الدولہ مجبور اور انگریز کا دم بخود آلۂ کار نہ کہ خود مختار اودھ

؎۱ کمپنی کی حکومت۔ باری ؎۲ امیر نامہ ؎۳ فٹ نوٹ حیات حافظ رحمت خاں ؎۴ ہیسٹنگز کا روزنامچہ ؎۵ برک۔

پر سیاسی اقتدار انگریز کا تھا پس آغازِ سازش سے جنگ اور اس کے مظالم تک جہاں کہیں شجاع الدولہ کا نام آیا ہے اُسے انگریز سمجھنا چاہیئے۔

سازش میں جو لوگ شریک ہوئے اُن پر تھوڑی سی روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے۔ فیض اللہ خاں کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں پچھلے بیانات پڑھتے ہوئے اس کے فطری رجحانات کافی نمایاں ہو چکے ہیں۔

ضابطہ خاں کے متعلق اس کے بیٹے غلام قادر خاں کا ایک خط پڑھ لیجئے جو اُس نے اپنی ماں (معصوم بیگم) کو دہلی سے بھیجا۔ اور وہ یہ ہے معصوم بیگم فیض اللہ خاں کی بہن۔

"ہم اس باپ کے زمانہ میں موروثی جائداد سے محروم ہوئے۔ امیر الامرا کا خطاب گیا کافروں کے خلاف جو لڑائیاں ہوئیں انہیں ہماری عورتیں اور بچے مرہٹوں کی رسوا کُن قید میں رہے۔ خانماں برباد ہوئے اور آخر میں اُس نے میری ہمشیرہ کی منگنی غیر کُفو میں کردی جسکی وجہ سے ہمیں اُسے زہر دے کر مارنا پڑا اب یہی بہتر ہے کہ تم میرے اس مجرم باپ کو زہر دے کر مار ڈالو ورنہ میں تمہارا اور اُس کا دونوں کا خاتمہ کر دوں گا" ؎

فتح خاں خانساماں کی اولادیں دوندے خاں کے لڑکوں احمد خاں بخشی

؎ تاریخ نجیب۔

وغیرہ کے متعلق بحوالہ اخبار الصنادید گزرچکا ہے۔ شاہ عالم بادشاہ کا حال دنیا کی تاریخ پر روشن ہے۔

ہاں تاریخ میں دوندے خاں کے بیٹوں کو سادہ لوح لکھا ہے[1] مظفر جنگ کو عیرت وحمیت سے عاری باپ کا نام ڈبونے والا لکھا ہے[2]۔

عبداللہ شاہجہان پوری کی بابت شاہجہانپوری مورخ کے لفظ یہ ہیں۔[3]

"اس میں اپنے اسلاف کی سی اولوالعزمی۔ مآل اندیشی اور جرات نہیں تھی اور تدبر۔ قوت فیصلہ کی کمی" بہرحال اسوقت انگریز نے تمام احتیاطی تدابیر سے فراغت حاصل کر لی تھی مگر اس راہ کا ایک سخت پتھر اور ہٹانا باقی تھا۔ یعنی کمپنی کی اجازت نہیں تھی کہ انگریزی فوجیں شجاع الدولہ کے ملک سے قدم آگے بڑھائیں۔ معاہدہ یہ تھا کہ شجاع الدولہ کے ملک پر حملہ ہو تو انگریز مدد کریں انگریزوں پر حملہ ہو تو شجاع الدولہ مدد کرے۔ جنگ روہیلہ کے لئے انھیں سے کوئی صورت نہ تھی۔ یہ پتھر کیسے دور کیا جائے۔ اس کے لئے ایک خط نمودار ہو گیا۔ مختلف مورخوں نے عماد السعادت۔ انتخاب یادگار۔ تاریخ فرخ آباد میر ولی اللہ۔ اخبار حسن وغیرہ میں اس خط کے مختلف بیانات و متضاد صورتیں لکھی ہیں۔ رامپوری

---

[1] و [2] اخبار الصنادید [3] تاریخ شاہجہانپور صبیح الدین میاں۔

مورخ اتنا ضرور لکھتا ہے کہ اس خط کے متعلق میری عقل حیران ہے اور پھر لکھتا ہے کہ فیض اللہ خاں نے اپنے ایک معتمد کے ذریعے سے شجاع الدولہ کو حافظ رحمت خاں کی نیتِ فاسد سے مِن وعن اطلاع کرادی[۱]۔ جہاں تک سلسلۂ بیان کا تعلق ہے اخبار حسن کا مورخ کہتا ہے۔

"شجاع الدولہ اور کرنل چمپین نواب عنایت خاں کی تعزیت کے لئے بریلی میں آئے۔ شجاع الدولہ نے ایک دن خلوت میں حافظ الملک سے کہا کہ میں نے تمام افسرانِ انگریزی کو گانٹھ لیا ہے مناسب وقت یہ ہے کہ فرصت کو غنیمت جان کے انگریزوں کو گرفتار کرلو۔ حافظ الملک نے کہا۔ یہ دغا بازی ہے شجاع الدولہ نے کہا ان سے جنگ کرنا چاہیئے۔ حافظ رحمت خاں نے کہا یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے شاہ افغانستان کی اعانت سے ممکن ہے۔ شجاع الدولہ نے تیمور شاہ ابن احمد شاہ درانی کو ہندوستان آنے کے لئے عرضی لکھی اور بھیجنے کے لئے حافظ الملک کو دے دی دو تین روز کے بعد حافظ الملک نے اپنے سفیر شجاع الدولہ کے پاس بھیج کر تمسک واپس منگایا شجاع الدولہ نے انکار کر دیا۔ تو خان محمد خاں سفیر نے وہ عرضی کرنل چمپین کو دیدی کرنل نے ہیسٹنگز کو بھیج دی۔"

تاریخ فرخ آباد کا مورخ لکھتا ہے کہ شجاع الدولہ نے جنگ کبیر

---

[۱] اخبار الصنادید۔

سے قبل بعض خط حافظ رحمت خاں کو لکھے تھے وہ انہوں نے منیر الدولہ کے ذریعہ سے انگریزوں کو پہونچا دیئے۔

انتخاب یادگار میں لکھا ہے کہ حافظ رحمت خاں نے وہ خط اپنے خط میں رکھ کر لفافہ گورنر جنرل کو بھیج دیا۔

عماد السعادت کا مورخ لکھتا ہے کہ منیر الدولہ نے حافظ رحمت خاں اور دوسرے سرداران روہیلہ سے خط و کتابت کرکے دوستی پیدا کرلی اور شجاع الدولہ کا خط ۔۔۔۔۔۔ حکمت عملی سے حاصل کرکے ہیسٹنگز کے پاس خود بھیجدیا۔

تمام واقعات بیان کردہ مورخین پر غور و فکر کرنے سے ہر چند کہ بیانات ایکدوسرے کے خلاف ہیں۔ کم از کم اتنا نتیجہ تو نکل ہی آیا ہے کہ دوسرے روہیلہ سردار بھی اس معاملہ میں شریک تھے اب اس کا کس نے کیا یہ سمجھنا آسان ہے دشوار نہیں یہ تو ظاہر ہو ہی گیا ہے کہ فیض اللہ خاں نے شجاع الدولہ کو ایک شخص کی زبانی اطلاع کرادی۔ تاکہ اُس کی خیراندیشی بھی ظاہر ہو جائے۔

تمام مورخین کی یہ بحثیں صرف اس لئے ہیں کہ شجاع الدولہ کی سخت برہمی و عداوت حافظ رحمت خاں سے ظاہر ہو جائے حالانکہ واقعہ ہرگز یہ نہیں ہے جیسا کہ اوپر ظاہر بھی کر دیا گیا ہے۔ شجاع الدولہ انگریز کا پردہ ہے لیکن خط اور بھی بتایا گیا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ خط مظفر جنگ (فرخ آباد) کو جبکہ وہ شجاع الدولہ سے شریک سازش ہوگیا حافظ الملک

نے لکھا کہ تم نے اپنے باپ کا نام ڈبو دیا وغیرہ وغیرہ ۔ ہر وہ شخص جو حافظ الملک کی ذہنی و فطری صلاحیت مزاج و کردار پر غور کریگا اُن کے متعلق ہرگز ایسے امور کا یقین نہ کریگا کہ انہوں نے ایسا کیا ہوگا۔ خط لکھا ہوگا۔

بہر حال ہوا یہ کہ جب خط ہیسٹنگز کے پاس پہونچ گیا تو وہ فوراً بنارس چل کھڑا ہوا۔ شجاع الدولہ بھی بلالیا گیا۔ ہیسٹنگز کو اس موقع پر خدا جانے کیوں ایک ذرا سی شرم سی آگئی اُس نے خود تو نہیں کسی دوسرے کے ہاتھ وہ خط شجاع الدولہ کو بھجوادیا اور اُسکو دیکھتے ہی شجاع الدولہ کے حواس کھوئے گئے۔ تاریخ کے لفظ یہ ہیں۔

سخت حیران ہو گیا اس لئے کہ جسقدر سوچتا تھا اس خط کی تردید اُس کی سمجھ میں نہ آتی تھی کیونکہ وہ اپنی مہر سے کیسے انکار کر سکتا تھا۔ ترجمہ[1] شجاع الدولہ نے جواب کے لئے ایک روز کی مہلت مانگی جو اُسے مل گئی۔ اب اُس نے اپنے ارکان حکومت میں سے کسی سے اس بارے میں مشورہ طلب کیا۔ تو کہا گیا کہ اقرار کر لیا جائے خط میرا ہے مگر جنگ بکسر کے وقت لکھا گیا تھا جب انگریزوں سے میری جنگ تھی صُلح کے بعد کا نہیں ہے۔ دشمنوں نے تاریخ تحریر خط تبدیل کر دی ہے۔ شجاع الدولہ نے یہی کہدیا۔ ہیسٹنگز خاموش ہو گیا۔ شجاع الدولہ نے

---

[1] عماد السعادت۔

ثابت قدم رہنے کا وعدہ کیا اور تیس لاکھ روپیہ بھی دیا۔ اب ہسٹنگز کلکتہ واپس ہوا۔

کمپنی کی اس ممانعت کی کہ افواج انگریزی اودھ سے باہر نہ بھیجی جائیں اب پرواہ کرنیکی ضرورت ہی نہ رہی کیونکہ شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں شاہ افغانستان کو انگریزوں کے خلاف بلا رہے ہیں اور وہ پتھر جو اس راہ میں حائل تھا ہٹ گیا۔ اب ہسٹنگز آزاد تھا پس اگست ۱۷۷۳ء میں بنارس کے مقام پر شجاع الدولہ اور ہسٹنگز کی ملاقات ہوئی اور پندرہ روز تک اور اسقدر راز میں ہوئی کہ سر رابرٹ بارکر کو بھی علیحدہ رکھا گیا جس نے ہسٹنگز کے اس طرز عمل کی خاص طور پر شکایت کی علاوہ دوسرا امور کے روہیلکنڈ کے متعلق ایک یہ معاہدہ ہوا۔ اس ملاقات میں ہسٹنگز نے شجاع الدولہ کو موتیوں کا ایک ہار ایک چینی قالین، دو ہزار گز ریشم بطور تحفہ دیا[۲]

"قرار پایا ہے کہ کمپنی کی فوج کا ایک بریگیڈ وزیر کے ساتھ شامل ہو کر روہیلوں کو سزا دینے میں اُس کی امداد کریگا۔ اخراجات دو لاکھ دس ہزار روپیہ ماہوار طے ہوتے ہیں۔ کمپنی کی فوجیں نہ دریائے گنگا کے پار جائیں گی اور نہ دامنِ کوہ تک کوچ کریں گی۔ وزیر اُس حصۂ ملک پر اپنا قبضہ کرے گا جو گنگا کے شمال المشرق میں واقع

---

[۱] ٹراٹر [۲] سوانح عمری ہسٹنگز نوشتہ فیلنگ۔

ہے۔ اس حصہ ملک میں سے خود کمپنی کچھ لینے سے دست بردار ہوتی ہے اس حق کو چھوڑنے کے معاوضہ میں وزیر چالیس لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کرتا ہے۔"

حافظ رحمت خاں کے خطوط

انکشاف حقیقت

اتمام حجّت

ہوشمند حافظ رحمت خاں نے اب شجاع الدولہ سے کچھ کہنا سننا بیکار سمجھا اور ہیسٹنگز کو ایک خط لکھا۔ خط یہ ہے۔

"میرے اور انگریز سرداروں کے درمیان روابط دوستی ومحبّت اور آپس کا گہرا رسم وراہ عرصہ سے قائم ہے اس سے آپ بے خبر نہ ہوں گے۔ آپ کی نامور ی کا شہرہ سُن کر میری بھی خواہش ہے کہ مجھ میں اور آپ میں مکمل اتحاد و اتفاق قائم و مستحکم ہو جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خود آپ کی طبیعت کا رجحان بھی یہ ہی ہوگا۔ انہیں وجوہ سے نیز اس خیال سے کہ ہمارے درمیان کوئی نا اتفاقی یا اختلاف نہیں ہے میں مندرجہ ذیل حالات سے آپکو باخبر کرنا چاہتا ہوں

تاکہ گفتگو کے وقت یہ امور آپ کے پیشِ نظر رہیں۔

سالگذشتہ جب بادشاہ۔ مرہٹہ سرداروں اور نواب ضابطہ خاں کے درمیان اختلاف اور نواب موصوف کے حالات دگرگوں ہونیکی وجہ سے بادشاہ اور مرہٹوں نے ہمارے مقبوضات میں داخل ہونے کے قصد سے گنگا کو عبور کیا تو روہیلہ سردار اپنے اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے جنگلوں میں چلے گئے اس وقت وزیرالممالک اور جنرل بارکر نے شاہ آباد میں پہونچ کر کیپٹن ہارپر کو مجھے بلانے اور ملاقات کا پیام دینے کی غرض سے بھیجا۔ اس بارہ میں ان کا اصرار حد سے سوا ہوا تو چونکہ ہمارے اور ان کے مفاد یکساں تھے اس لئے میں گیا اور ان حضرات سے ملاقات کی اس ملاقات میں ہم لوگوں کے درمیان ایک معاہدہ کی تکمیل ہوئی جسکی رو سے میں نے شجاع الدولہ سے بادشاہ اور مرہٹوں کے پیشکش کے طور پر مبلغ چالیس لاکھ روپیہ کے دینے کا وعدہ کرلیا اس وعدے کی بنا پر ان حضرات نے اپنی جانب سے اس امر کی ضمانت کی کہ میری بادشاہ اور مرہٹہ سرداروں سے صُلح کرادیں گے یا ایک دو روز کے بعد شاہ آباد سے کوچ کر کے خود مرہٹوں پر سخت حملہ کریں گے اور اُن کے جنگی اقدامات کا خاتمہ کردیں گے لیکن اس معاہدہ کے باوصف ان لوگوں نے نہ مرہٹوں سے کوئی ایسا معاملہ کیا جس سے اُن کے حملوں کا ہمیشہ کے واسطے سدِ باب ہوجاتا اور نہ اُن پہ حملہ کیا اور عہد وپیمان کو پورا کئے بغیر

فیض آباد کو واپس ہو گئے اس عرصہ میں موسم برسات شروع ہو گیا تھا اس لئے مرہٹے بھی خود بخود گنگا کو عبور کر گئے اور دوآبے میں پڑاؤ ڈالکر میرے خلاف کارروائیاں کرنے کی دھمکی دیتے رہے۔ دوران برسات میں۔ میں برابر نواب وزیر جنرل بارکر اور کیپٹن ہارپر کو توجہ دلاتا رہا کہ میرے قضیئے کو بادشاہ اور مرہٹوں سے طے کرا دیں لیکن انہوں نے اس بارے میں نہ کوئی قطعی فیصلہ کیا اور نہ ہو وہ تحفظ کے واسطے کوئی عملی قدم اُٹھایا یہاں تک کہ برسات ختم ہونے کے قریب ہوئی اور مرہٹے پھر گنگا کے قریب پہنچ کر مجھ سے روپیہ طلب کرنے لگے اس موقع پر بمشکل میں بلطائف الحیل تھوڑا روپیہ دے کر اُن کو ٹال سکا بعد ازاں مرہٹے بادشاہ کے حضور میں جا کر کوڑہ اور الہ آباد کی سند حاصل کر لائے اور دوبارہ گنگا کنارے واپس آکر دریا کو عبور کرنے کیلئے پل باندھنے کی تیاریاں کرنے لگے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ایک معتمد کو موعودہ چالیس لاکھ روپیہ کی رقم کی ادائیگی کا مجھ سے مطالبہ کرنے کی غرض سے میرے پاس بھیجا اور کہا کہ یہ رقم میرے اور بادشاہ کے لئے طے ہوئی تھی۔

علاوہ بریں مجھے مرہٹوں نے بکثرت لالچ دیکر مجھ سے یہ درخواست بھی کی کہ میں انہیں اپنے مقبوضات میں سے گذرنے کی اجازت دیدوں اس صورت میں یہ یقین دلایا کہ رعایا کو لوٹ مار اور قتل و غارت سے محفوظ رکھا جائے گا اور وہ صوبۂ اودھ یا کسی اور جانب جہاں مناسب سمجھیں گے کوچ کر جائیں گے نیز یہ وعدہ بھی کیا تھا کہ اگر ہم انکی

مطلوبہ اجازت دیدیں تو وہ رقم مذکورہ واگذاشت کردینگے اس کے علاوہ ان تمام امور کو بھی سرانجام دینے کے لئے تیار تھے جن سے روہیلہ سردار مطمئن ہو سکیں عین اس موقع پر نواب وزیر اور جنرل صاحب نے جو کہ قریب آ گئے تھے سید شاہ مدن اور محمد مکرم خاں کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے یہ خواہش کی کہ میں مرہٹوں سے کوئی عہد و پیمان نکروں جسکے بدلے میں وہ مجھے چالیس لاکھ روپیہ تمسک واپس کر کے میری موجودہ اور آئندہ ہر ممکن تدبیر کرینگے۔

نواب وزیر اور انگریز صاحبان نے اپنی قدیم دوستی کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں مرہٹوں کی تمام پیش کردہ شرائط مراعات کو مسترد کر کے ان کا شریک ہو گیا۔ میرے اس طرز عمل کا انتقام لینے کی غرض سے مرہٹوں نے گنگا کو عبور کیا اور مرادا باد و سنبھل کو لوٹ لیا۔ نواب وزیر اور صاحبان انگریز نے وعدہ کیا تھا کہ دریا پار جاکر دوران برسات میں مرہٹوں سے لڑینگے اور اسوقت تک فیض آباد یا کلکتہ کو واپس نہیں جائینگے جب تک کہ مرہٹوں کو بالکل خارج کر کے اپنی اور میری حفاظت کا پورا پورا اطمینان نہ کر لینگے ــ لیکن انہوں نے ہر کام ادھورا کیا اور عرصہ تک مرہٹوں سے کچھ چالبازیاں کر کے اپنے اپنے مقامات کو واپس ہو گئے اور مجھے مرہٹوں کا شکار بنا کر چھوڑ گئے۔ آپ یقیناً ان تمام کاروائیوں سے باخبر ہوں گے یہ ایک ایسا معاملہ ہے جسپر آپ کو غور کرنا چاہیئے اور انصاف سے کام لینا چاہیئے چونکہ ہماری اور آپ کی دوستی دیرینہ ہے

اس لئے مجھے بالکل شبہ نہیں ہے کہ آپ کو اس کو ہر زمانے اور ہر موقع پر قائم رکھنے کے خواہشمند رہیں گے۔ لہ

اس خط کے ساتھ وارن ہیسٹنگز سے حافظ الملک نے ملاقات بھی کرنا چاہی تھی مگر اس نے نہ خط کا جواب دیا اور نہ ملاقات کی۔ اُس کا یہ فعل قابلِ صد لعنت تھا۔

حافظ الملک تو بلاشبہ انگریز کے دوست تھے اور اس موقع پر بھی انگریز کے کہنے سے وہ اُنکی طرف (مرہٹوں کے خلاف) دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے تھے ملنے سے بات چیت کر لینے سے خط کا جواب دیدینے سے تو دشمنوں سے بھی شرافت کے پیش نظر خاموش رہنا روا نہیں ہوتا ہے۔

افسوس حق پرستوں راست کرداروں کی دادخواہی ایک نئی کربلا سے ادھر کہیں ہو ہی نہ سکی ان کی نمازِ بندگی کی دو رکعتیں ادا ہی نہ ہو سکیں جب تک کہ خون سے وضو نہ کر لیا گیا ہو۔

اس موقع پر تاریخوں کے مختلف بیانات اور لاطائل تاویلیں مگر اندھیری راہ میں راست گفتار حافظ الملک کا یہ خط انکشافِ حقیقت کے لئے ایک روشن منارے کا کام دے گا۔

خود انگریزوں نے ہیسٹنگز کے طرز عمل سے اختلاف کیا اور اُس سے کہا کہ روہیلے ہرگز مرہٹوں سے اتحاد نہ کرینگے لیکن اس نے ہمکانا نہیں۔

ہیسٹنگز جب بنارس کو چلا ہے تو اس وقت ڈائرکٹران کمپنی روپیہ بھیجنے کے لئے سخت تقاضا کر رہے تھے اور کلکتہ کے خزانہ کمپنی میں صرف پچاس ہزار روپیہ تھا۔ خود ہیسٹنگز کا یہ بیان ہے کہ "کمپنی کی فوجوں کو جدھر بھی بڑھانے کا مجھے موقع ملتا اُن کی تنخواہ اور اُن کا صرفہ بچانے کے لئے انہیں بھیج دیتا" [۱] مسٹر برک نے کہا ہے کہ "اس بڑے نیلام کنندہ ہیسٹنگز نے لڑائی کی بغیر کسی معقول وجہ کے شجاع الدولہ کے ہاتھ دوسرا نیلام تمام روہیلہ قوم کا کر ڈالا۔"

را بھدری مورخ لکھتا ہے "مبلغ علیہ السلام روہیلوں کا ستیا ناس مارنے والے تھے" [۲]

باری لایل پوری نے لکھا "قومے فروختند و چہ ارزاں فروختند" [۳]

غرض ظلم ناحق کا ہر قدم آگے اور مظلوم حق کا ہر قدم پیچھے پڑ رہا تھا اب صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا بالآخر ظالم نے وہ بھی بڑھا دیا۔

---

[۱] ہیسٹنگز اینڈ دی روہیلہ وار [۲] ٹراٹر [۳] اخبار الصنادید بہ کمپنی کی حکومت۔

باب ۶

آغازِ جنگ

اب شجاع الدولہ نے حافظ الملک کو لکھا کہ تمسک کا روپیہ چالیس لاکھ روپیہ ادا کریں ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جائیں انہوں نے جواب میں صرف دو باتیں لکھ بھیجیں۔ جنکا طریقہ ہی صلح اور میل جول رہا ہے اگر ان کے ساتھ ہو جاؤ تو تم پر خدا کی رحمت اور لڑائی جھگڑے کا ساتھ دینا ہی چاہتے ہو تو شروع کرو۔ بہادر کسی سے منہ نہیں پھیرا کرتے ۱؎

یہ اپریل ۱۷۷۴ء کا دوسرا ہفتہ تھا۔ کہ سرحد اودھ پر کرنل چمپین کا بریگیڈ (۱۴ر اپریل ۱۷۷۴ء) پہونچ گیا۔ حافظ الملک باوجود ناامیدیوں کے دنیا میں انہیں کسی جگہ امداد کی اُمید باقی نہ رہی تھی تدبیر سے غافل نہ تھے۔ اُنہوں نے ہیسٹنگز کو خط لکھا یہ تدبیر ناکام رہی اب انہوں نے چمپین کو لکھا کہ "سال گذشتہ جب نواب وزیر جنرل بارکر اور آپ یہاں تشریف لائے تھے اور اب کہ آپ جنرل صاحب کی جگہ تشریف لائے ہیں اس لئے میں انتہائی مسرت کے ساتھ یہ تحریر لکھ رہا ہوں امید ہے کہ آپ حسب دلخواہ انبساط انگیز خطوط سے مجھے سرفراز فرمائینگے۔"

۱؎ حیاتِ رحمت خاں۔

(خلاصہ) اس خط میں بھی ان تمام امور کا جو ہیسٹنگز کو لکھے جا چکے تھے مختصر ذکر تھا۔

یہ سرتابی کس سے طلب کی جا رہی تھی کمپنی کے ملازم اس انگریز سے جو جنگ روہیلہ کے سروسامانی کی خود ایکساں سے ترتیب کر رہا تھا۔ البسٹ انڈیا کمپنی — انجمن ہم پر دلزاں، تاجرانہ ہونیکی نسبت زیادہ ہنرانہ۔ اس کمپنی کی ایک قرارداد کی رو سے شریف النسانوں کا اسمیں شامل ہونا ممنوع تھا۔ [1] اس کمپنی میں بجوی ٹاکو اور تقدیباً آزما شامل تھے۔ کمپنی کی حکومت کے آخری ایام تک اس میں بہت کم شریف النسان دکھائی دیتے تھے۔ [2]

غرض چمپین نے لکھا کہ شجاع الدولہ کے تمام مطالبات پورے کر دیجئے۔ حافظ الملک نے تعداد دریافت کی ۱۹ اپریل ۱۷۷۴ء کو جواب آیا کہ دو کروڑ روپیہ۔ اور آج جواب نہ ملا تو میں کل فوج لے کر آپ کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ [3] بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ چالیس لاکھ روپوں نے انڈے بچے دیدیئے تو دو کروڑ ہو گئے۔ [4] غرض یہ کہ تدبیر بھی ناکام رہی تو حافظ الملک نے ۲۰ اپریل کو قلعہ بریلی میں چھوٹے بڑے امراء اور سرداران قوم کی مجلس طلب کی۔ جب سب جمع ہو گئے

---

[1] برڈس۔ وقائع معرز ایسٹ انڈیا کمپنی جلد اول [2] رائز آف دی کرسچن پاور ان انڈیا [3] اخبار الصنادید [4] انڈیا آفس ریکارڈ۔

تو ایک تقریر کی۔

شجاع الدولہ اپنے سامانِ جنگ اور قواعد داں فوج اور انگریزوں کی اعانت کے بھروسہ پر ہمارا ملک چھیننے کا ارادہ رکھتا ہے اس وقت ہم لوگوں کی اُس کے مقابلے میں عہدہ برائی مشکل ہے پس مناسب یہی ہے کہ روپیہ ادا کر دیا جائے ورنہ انگریزی توپخانہ کے سامنے سب آبرو خاک میں ملجائے گی۔ تمہارے اور تمہارے اہل خاندان کے سینوں سے دھوئیں کے بادل اٹھیں گے اور تم میدان جنگ سے فرار ہونے پر مجبور ہوگے آبروئے مردمی جاتی رہے گی۔[1]

حاضرین نے کوئی جواب نہیں دیا حافظ الملک نے اس کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ جس کو میری ہمراہی منظور ہو میرے ساتھ رہے اور جس کو نا منظور ہو اختیار ہے کہ ساتھ چھوڑ کر چلا جائے۔

اب انہوں نے قلعہ بریلی چھوڑا اور سوار ہو گئے۔ آنولے پہونچے لڑائی کا جھنڈا یہاں کھولا گیا مجمع کے روبرو ایک تقریر کی اور ٹانڈہ کو روانہ ہو گئے۔ علی محمد خاں کے لڑکے کو جو ٹانڈے میں رہتا تھا (محمد یار خاں)، دس ہزار روپیہ دئے۔ محب اللہ خاں اصل میں شرکت جنگ سے بچنے کے لئے کے بہانے کر رہا تھا پندرہ ہزار اُسے بھجوائے۔ تیسری منزل فرید پور (بریلی)، چوتھی میرانپور کڑہ (

---

[1] سیرت المتاخرین۔

شاہجہاں پور، ۲۴ر اپریل ۱۷۷۴ء جمعہ کا دن میدان جنگ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

موضع لانی کھیڑہ (بریلی) غرب کی طرف مشرق کی طرف موضع گھبر (شاہجہاں پور) انگریزی فوجیں مشرق کی طرف۔ روہیلہ فوجیں غرب کی طرف روہیلوں کی پشت اور داہنے پہلو پر پیلی بھیت و بریلی انگریزوں کی پشت پر شاہجہاں پور جسکا حاکم حافظ الملک کی جانب سے عبداللہ خان جو انگریزی سازش کا شریک تھا اور اس نے شاہجہان پور کے اندر سے انگریزی فوجوں کو گذر جانے دیا تھا۔ روہیلوں کی سمت قریب ہی میں دریائے بہگل بہہ رہا تھا۔ ہم نے یہ میدان جنگ جاکر دیکھا ہے۔

جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات حافظ الملک نے جاگتے گذاری اور توبہ کرتے کاٹی۔ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو صبح مسکرا رہی تھی۔ یہ صبح جنگ کی صبح تھی نماز اشراق اور وظیفہ سے فارغ ہو کر وہ سوار ہو گئے کہ صفیں آراستہ اور طبل جنگ ہو چکا تھا۔

حافظ الملک کی مقبولیتِ عوام کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ باوجود ذرائع امداد منقطع کر دیئے جانے کے پھر بھی ۴۸ ہزار جانباز وہ اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لانے میں کامیاب ہو سکے۔ ۶۰ توپیں بھی تھیں۔ اُن کے لڑکوں میں سے محبت خاں، حافظ رحمت خاں، محمد دیدار خاں۔ الہ یار خاں، عظمت خاں۔ بڑے افسروں میں مستقیم خاں، عبدالجبار خاں، سیف الدین خاں موجود تھے۔ فوجوں میں نوکر بے

دیگر ہندو مسلمان راجپوت چھوٹے چھوٹے جاگیردار فرخ آباد اور مئو کے پٹھان تھے۔

فوج مخالف کی تعداد ایک لاکھ اٹھائیس ہزار۔ بڑا توپخانہ۔ جنگ کی طیاری دونوں لشکروں میں تمام رات ہوتی رہی تھی۔ [1] میر تقی لکھتا ہے کہ ضابطہ خاں اور دوسرے سردار دس بارہ ہزار فوج کے ساتھ شجاع الدولہ کی طرف آئے اور اپنی وفاداری کا مستحکم اقرار اس سے کیا انکو فوجوں کے پیچھے کھڑے رہنے کا حکم دیا گیا لوگوں نے کہا بھی کہ یہ لوگ غدار ہیں مگر اس کی کوئی پرواہ نہ کی گئی۔ [2]

احمد خاں بخشی۔ احمد خاں پسر خانساماں محب اللہ خاں فیض اللہ خاں وغیرہ سازشی بھی موجود تھے۔ شجاع الدولہ کی بابت اختلاف ہے اودھ کا مورخ کہتا ہے کہ اس کے آنے سے پہلے چمپین نے جنگ ختم کر دی تھی۔ [3] چمپین کہتا ہے کہ لڑائی کے قریب بھی نہ آیا دور ہی کھڑا رہا۔

چمپین نے جنگ شروع کر دینے میں جلدی کی اس کو اندیشہ تھا کہ دیر کرنے میں روہیلہ فوج میں اضافہ ہو جائیگا۔ روہیلہ فوج کا دلاور سپاہی مستقیم خاں انگریزی حملہ کے جواب میں دشمن کے توپخانہ

شجاع الدولہ کی موجودگی میں جنگ

---

[1] اخبار حسن [2] میر محمد تقی میر۔ خواجہ احمد فاروقی۔
[3] عماد السعادت۔

کے لوگوں اور بندوقوں کی گولیوں کی بوچھار کے باوجود دشمن کی صفوں کے اندر مع اپنی ہمراہی فوج کے گھس گیا اور دشمن فوجوں کو کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کو مدد کی ضرورت پڑی مگر کوئی امداد اس تک روانہ نہ کی جا سکی کیونکہ احمد بخش مع اپنی فوجوں کے بھاگ کھڑا ہوا اُس کے بعد احمد خاں خانساماں اپنی فوجوں کے ساتھ بھاگ گیا۔ روہیلہ فوجوں میں کھلبلی مچ گئی اور روہیلہ فوجوں سے میدان خالی ہو گیا۔ فیض اللہ خاں بھی مع اپنی فوجوں کے اُسی دن بھاگ کر رامپور پہونچا۔ اب حافظ الملک پچاس ہمراہیوں کے ساتھ آہستہ آہستہ گھوڑے پر سوار انگریزی فوج کی طرف بڑھا اُن کے سر پہ آفتاب گیر (سورج مکھی) دیکھکر کرنل چیمپین نے ان کو پہچانا اور توپ کا ایک فیر کیا اسوقت راجہ بلاس رائے (دلپر رائے) حافظ الملک کے گھوڑے کے برابر تھا۔ توپ کا گولہ اُن کے سینے سے قریب گذر کر زمین پر گرا۔ سر کا تاج سنبھالنے کو بار بار ان کا ہاتھ سر پر گیا دو تین دفعہ ہونٹ ہلے تھے کہ روح نکل گئی۔ انگریز فتحمند ہوا۔ روہیلہ فوج کے دو ہزار لاش کٹرے کے ٹیلے اور لاہی کھیڑے کی درمیانی زمین پر پڑے ہوئے تھے اس جنگ کے انگریزی فوجی نقصان کی تعداد کہیں نظر سے نہیں گذری۔ بلاس رائے کا بیان ہے کہ حافظ الملک جو جامہ پہنے ہوئے تھے اُس پر پورا قرآن شریف لکھا ہوا تھا۔ ان کا سینہ پھٹا نہ کوئی ہڈی ٹوٹی لباس یا بدن پر جلنے کا کوئی نشان نہ تھا۔ دل کے مقام پر ایک نیلا نشان ضرور تھا۔ گھوڑے پر قائم تھے۔ لبوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ

حافظ رحمت خاں کی موت

تھی۔ مستقیم خاں اور کچھ سپاہی دشمن کی صفوں سے اس وقت باہر آگئے
تھے۔ حافظ الملک کے لڑکے مستجاب خاں کی حالات سب بھری دیکھے
گئے ہیں جنگ میں فیض اللہ خاں نے رستمانہ حملے فوج مخالف پر کئے تھے[1]
انہیں اسوقت تک بھی فیض اللہ خاں کے شریک سازش ہونے کی خبر
نہیں۔ ہم نے آنولہ کے ایک کایتھ خاندان میں چند اجزائے قلمی پائے
جنمیں جنگ روہیلکنڈ کا تذکرہ تھا اور اسمیں حافظ رحمت خاں کی آخری
کے حالات میں لکھا تھا کہ "فیض اللہ خاں ایک طرف کو کھڑا ہوا لڑائی
کا تماشا دیکھتا رہا" رامپوری مورخ لکھتا ہے کہ فیض اللہ خاں آنکھ کا نور
کی آڑ پکڑے ہوئے لڑ رہا تھا۔[2] انگریزی شہادت ہے کہ فیض اللہ
خاں باول نخواستہ شریک ہوا تھا[3] کلب علی خاں جاگیردار رامپور نے
لکھا کہ حافظ الملک کے خلاف فیض اللہ خاں شریک سازش تھا۔[4]
میر تقی میر نے لکھا کہ غداروں کو شجاع الدولہ نے فوجوں کے پیچھے
کھڑے ہونے کا حکم دیا مستجاب خاں اس کے رستمانہ حملوں کا ذکر
دنیا کو سناتے ہیں حیرت روہیلہ کیمپ اب دشمن لوٹ رہا تھا۔
حافظ الملک کا خاندانی قبیلہ بڑھیچ۔ سلطان خاں کا قبیلہ بھی بڑھیچ۔
یہ روہیلوں کے یہاں نوکر تھا۔ پھر شجاع الدولہ کا نوکر ہو گیا اور اس

---

[1] گلستان رحمت [2] اخبار الصنادید [3] ثمرات [4] انتخاب یادگار
[5] میر محمد تقی میر۔ خواجہ احمد فاروقی۔

جنگ میں وہ موجود تھا اس سلطان خاں نے حافظ الملک کا سر کاٹا اور شجاع الدولہ کے پاس لے گیا۔ سر سے خون ٹپک رہا تھا اور چہرے پر بھی خون کی دھاریاں تھیں۔ شجاع الدولہ نے سر کو دیکھ کر جو لفظ کہے وہ تمام تاریخوں کی شہادت پر بھاری ہیں اس نے کہا "خدا شاہد ہے میں تمہارے لئے یہ روز بد دیکھنا نہیں چاہتا تھا"۔[1] مظفر جنگ (فرخ آباد) اس وقت تک موجود تھا۔ سر اسے دکھایا گیا۔ سید شاہ مدن کو دکھایا گیا اور پھر نیزے پر چڑھا کر میدان جنگ میں پھرایا گیا۔ شاہ عالم خاں پہلا روہیلہ شہید جسے علی محمد خاں نے شہید کرایا۔ دوسرا روہیلہ شہید جسے علی محمد خاں کے لڑکے فیض اللہ خاں نے شہید کرایا۔ حافظ رحمت خاں

افسوس۔ اگر روہیلہ سردار۔ مظفر جنگ۔ محتشم خاں۔ عبداللہ خاں۔ قطب خاں، رانلے گوبدا اور ان کی فوج وقت حافظ الملک کا ساتھ دیتی تو شاید روہیلکنڈ کی تاریخ دوسری ہوتی۔ مگر پادری ڈایل پیدی لکھتا ہے کہ مرض ضعیفی کی سزا موت ہے[2]

تمام تاریخوں میں شجاع الدولہ اس جنگ کے بعد مظالم کے لئے اور شجاع الدولہ کی فوج بدنام ہے مگر صورت حال اس کے خلاف تھی ــ دیکھئے شہادت۔

چمپین کی باقاعدہ فوج نے خوب خونریزی کی اس کی مثال

---

[1] اخبار الصنادید [2] کمپنی کی حکومت۔

توپوں کی آتش نے پے در پے حملوں کی مخالفت کی اور اُس کی پیدل کی آتش باری کے سامنے سے جس میں زیادہ تر دیسی سپاہی تھے غنیم فوراً بھاگ نکلا۔"

چمپین کی فوجوں نے بغاوت کر دی جبکہ اودھ کی فوجوں نے لوٹ شروع کی انگریزی فوجوں نے کہا۔ فتح ہم نے حاصل کی ہے فائدہ یہ مردود اُٹھا رہے ہیں۔ سلہ

مسٹر ہیسٹنگز کا کام تو اپنی خاص فوج سے صرف اُن بے گناہ لوگوں کو کچلوانا تھا میکالے، جنگ کا پورا کام شجاع الدولہ نے اپنے شجاع حلیفوں پر چھوڑ دیا تھا اُس نے چمپین کی فوج کو ساڑھے دس لاکھ روپیہ انعام دیا جو اس زمانے میں ایک لاکھ تیس ہزار پونڈ کے مساوی تھا ایک قلیل فوج کے لئے یہ رقم کوئی معمولی نہ تھی۔ شجاع الدولہ کی فوج روہیلوں کے نام سے کانپتی ہے۔ ۲ہ

سلہ اخبار النادیا سلہ

باب ۷

بعد از جنگ

وارن ہسٹنگز کا منشا۔ روہیلوں کا استیصال تھا جڑ اکھیڑ دینا، اس لئے ملک ملک میں ہلچل ڈال دی۔ تمام روہیلکنڈ کھنڈل ڈالا۔ تمام شہروں پر جھاڑو پھیری خوفناک ہندوستان کی لڑائی خوبصورت وادی اور روہیلکنڈ کے شہروں میں شروع ہوئی وہ تمام ملک ایک شعلہ جوالہ تھا۔ ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جنگل اور بن میں اپنا گھر چھوڑ کر چلے گئے۔ بیگناہوں کے گاؤں آگ میں جلتے، بچے ماؤں کی چھاتیوں پر قتل ہوتے۔ صاحب عصمت عورتیں بے عصمت ہوتے دیکھی گئیں آدمیوں کو شیروں کے ہمسایہ میں بھیجا اور شیروں کی جگہ سوروں کو بٹھایا[1] باری لایل پوری لکھتا ہے۔ یتیموں بیواؤں اور بے سروسامان کا سفر جہنم[2]

ایک ہزار سے زائد گاؤں پھونک دیئے گئے۔ مسجدوں، مدرسوں خانقاہوں میں مقبروں میں تلنگوں نے کھانے پکائے۔ آخوند محمد رحیم کی

---

[1] تاریخ ہند ذکا اللہ خاں [2] کمپنی کی حکومت۔

مسجد میں زناکاری کا مرکز قائم کیا گیا۔ روہیلوں کے قلعے اور محل سرائیں زمین کے برابر کردی گئیں [1]

میدان جنگ میں حافظ الملک کا سر لاشہ کے ساتھ بخیہ کراکے اور پالکی میں ڈال کے اسی رات کو ایک فوجی دستے کے ساتھ بریلی روانہ کردیا گیا اور بریلی پر قبضہ کرلیا گیا۔

حافظ الملک کے لڑکے ذوالفقار خاں بریلی کے حاکم تھے انہوں نے ایک سفارت شجاع الدولہ کے پاس بھیجنا چاہی تھی مگر اس کا موقع ہی نہ رہا کیونکہ دشمن کا اسی رات بریلی پر قبضہ ہوگیا۔ حافظ الملک کے لڑکے جنگل کو جانے کا ارادہ کررہے تھے بعض لوگوں نے اونکو روکا سخت اصرار کیا اور شجاع الدولہ کی طرف ان کا رُخ پھیر دیا [2] نواب محبت خاں شاہ ابوالفتح کے ساتھ میں اور نواب ذوالفقار خاں قاضی ثناء اللہ اور راجہ پہاڑ سنگھ کے بہکانے سے شجاع الدولہ تک پہونچ گئے۔ ان دونوں نے ساتھ چلنے کا وعدہ کیا تھا مگر ذوالفقار خاں کی روانگی کے وقت دونوں شہر ہی میں چھپ گئے۔ [3]

محبت خاں کو فوج کے ساتھ پیلی بھیت بھیج دیا گیا ان کی محل سرا میں باپ کے خزانے اُن سے پوچھے گئے انہوں نے جواب دیا کہ خزانہ اگر

---

[1] اخبار الصنادید [2] اخبار حسن
[3] گلستان رحمت صفحہ ۲۰۳

ہوتا تو اتنی نوبت ہی نہ آتی بہرحال محل سرا کھدوائی کچھ بھی نہ نکلا۔ حافظ الملک کی بیگمات معصوم بچے رسوائی دبے عزتی کے ساتھ قلعہ دیوہل کے قریب ڈیرے میں قید ہوتے سوائے بدن کے کپڑوں کے باقی اسباب زیور فوج نے اپنے قبضے میں کر لیا۔ قیدیوں پر فوج کی تین کمپنیاں لگا دی گیئں۔

میدان جنگ میں تین روز تک فوجوں نے قیام کیا تھا۔ لاہی کھیڑہ کا نام فتح گنج رکھا گیا۔ جس کے بعد شجاع الدولہ پیلی بھیت پہونچا تھا۔ شہر میں منادی کر دی گئی تھی کہ شہر کے لوگ گھوڑے اور ہتھیار دے کر شہر سے نکل جائیں جو لوگ نکل گئے نکل گئے جو رہ گئے وہ رہ گئے۔ عام رعایائے شہر کی لوٹ سے پچاس ہزار روپیہ ہاتھ آیا۔ پیلی بھیت کو تباہ کر کے چھوڑ گئے۔

ذوالفقار خاں پسر حافظ الملک کی بریلی سے روانگی پر اوپہاڑ سنگھ قاضی ثنا اللہ کا ساتھ چلنے کا وعدہ کرنا اور پھر چھپ رہنا کس وجہ سے تھا وجہ یہ تھی۔

بریلی میں حکام پرست قاضیوں کا ایک مشہور خاندان قدیم سے آباد ہے اسی کے اسلاف میں سے قاضی ثناء اللہ جنہوں نے ذوالفقار خاں کو دھوکہ دیا ان کے پاس جنگ روہیلہ کے دوسرے دن شجاع الدولہ کی ایک تحریر آگئی تھی اس میں علاوہ دوسرے امور کے یہ بھی لکھا تھا کہ جب ہم بریلی پہونچیں تب پہلے آپ ہمارے پاس

تشریف لائیں کہ بعض ضروری باتیں دریافت اور مشورہ کرنا ہے[1] ایسی ہی کوئی تحریر شہ پہاڑ سنگھ کے پاس بھی آگئی ہوگی۔ اس قاضی خاندان کے آخری فرد قاضی محمد خلیل لادلہ متوفی ۱۷ر جنوری ۱۹۳۹ء تھا۔

پہلی بیت ہی سے تاریخوں میں ایک اور خبر کا اظہار کیا گیا ہے اور تقریباً سب مورخین نے اسپر کچھ نہ کچھ لکھا ہے وہ خبر یہ کہ شجاع الدولہ نے دختر حافظ رحمت خاں کو اپنے بستر پہ بلایا اور اس نے زہر سے بجھا ہوا نشتر اسکی ران میں پیوست کردیا۔ جس کے صدمے سے شجاع الدولہ بے قرار اور تڑپتا تھا۔ مورخ سیر المتاخرین۔ خاں بہادر مطیع اللہ خاں مورخ زیانِ شاہجہانپور (قلمی) ہی کر کرتے ہیں کسی کسی نے یہ بھی لکھا کہ حافظ رحمت خاں کو خواب میں دیکھا انہوں نے نیزہ مارا صبح سوکر اٹھا تو بے قرار تھا اور عقیق آگیا شجاع الدولہ کہتے ہیں کہ اصل میں دنبل نکل آیا تھا۔

بہرحال گرفتارانِ خاندانِ حافظ رحمت کو لئے ہوتے چمپین شجاع الدولہ و فوجیں بریلی پہونچے۔ اور قیامت بپا کردی گرفتاریاں کی گئیں اور آنولہ پہونچے۔ آنولہ میں مظالم کی وجہ سے تہلکہ پڑ گیا۔ آنولہ لوٹ کے برباد کردیا۔ رعایا کے ناک کان کاٹ ڈالے ایسے مناظر دیکھے گئے جو تذکرہ کے قابل نہیں۔ روہیلوں کے ذبح کرنے میں ان قصائیوں نے اُن کے ننگ

---

[1] خوزانہ حالاتِ خاندانی نوشتہ عبدالودود سہسوانی شمولہ رسالہ کمال دنی منشی پیارے لال مطبوعہ ۱۹۱۲ء گلدستہ مشاعرہ۔

ناموس کو خاک میں ملا دیا۔ سعد اللہ خاں پسر علی محمد خاں کی بیوہ دوندے خاں کی
لڑکی کو جبراً فیض آباد لے گئے۔ اس دن اور رات آنولہ میں حشر برپا رہا۔ کھانا
پینا سب پر بند رہا۔

شاہ عالم بادشاہِ دہلی بذاتِ خود تو جنگ روہیلہ میں شریک نہ ہوا لیکن
نجف خاں کی سپہ سالاری میں فوجیں اس نے روانہ کر دی تھیں جس نے پہلے
ہی بسولی (مرکز دوندے خاں) پر لوٹ کھسوٹ کر جھاڑو پھیر دی اس کے بعد
چمپن اور شجاع الدولہ پہونچے رہی سہی خاک انہوں نے اڑائی۔ دوندے
خاں کی بیگمات کی جامہ تلاشیاں لی گئیں جب کچھ نہ ملا تو عیال اطفال کو نہایت
بیرحمی کے ساتھ رتھ اور چھکڑوں میں بھر کر قیدیوں کے خیمے میں اتارا۔ محب
اللہ خاں، فتح اللہ خاں پسران دوندے خاں، ارادت خاں پسر حافظ رحمت خاں
یہیں گرفتار ہوئے۔ تمام گرفتاران۔ بریلی۔ پیلی بھیت۔ آنولہ۔ بسولی
وغیرہ کے ہزارہا بیگناہ نامور سردار۔ عالم۔ فاضل رتھ اور چھکڑوں میں بھر
کر قلعہ الہ آباد میں قید کرنیکی غرض سے بھیج دیئے گئے۔

حافظ الملک کا لاشہ ۲۴ ر اپریل ۱۷۷۴ء کو بریلی باقر گنج باغ خاں
محمد خاں میں دفن کر دیا گیا تھا شمالی ہند کی گرمی اور لو۔ بسولی سے الہ آباد
کا سفر۔ قیدیوں پر کئی کئی وقت کا فاقہ۔ رسیوں میں بندھے ہوئے۔ کپڑے
پھٹے میلے۔ یہ قیدی دوسروں کو کھاتے پیتے دیکھ کر مانگتے تو وحشی
سپاہی قہقہے لگا کر جھڑک دیتے خصوصاً پانی پانی پکارنا گڑگڑانا اور
ہر ایک کی یہ کوشش کہ پہلے اسے دیا جائے نہایت غم انگیز منظر تھا۔

بیگم حافظ رحمت خاں نے کہا وحشی جانور کی طرح پھندا ڈال کر مجھے لیجایا جارہا ہے۔ کل میں اُس ملک کی ملکہ تھی آج مٹھی بھر چاول ایک بوند پانی کی بھیک مجھے نہیں ملتی۔ [۱]

یہ ہیں مہذب انگریز کے مہذب برتاؤ وحشی ہندوستان کے اسیران جنگ کے ساتھ جب ہی تو انگریز نے ہندیوں کو وحشی بتایا اور خود کو مہذب ظاہر کیا۔

کمپنی کے ڈائرکٹران نے جنگ روہیلہ کے مظالم کی خبر پاکر ہسٹنگز کو تنبیہ کی نہایت سخت خط لکھا [۲] ہسٹنگز نے کہا اگر مجلس نظما نے عہدنامہ بنارس یا روہیلوں کی جنگ سے اختلاف کیا تو میں پہلے جہاز سے جو مجھے مل سکیگا یہاں سے چلدوں گا۔ [۳]

جس روز جنگ روہیلہ ختم ہوئی اُسی دن فیض اللہ خاں رام پور اور وہاں سے گبر کے لوگوں کو اور خزانہ لے کر لال ڈانگ کے جنگل میں جا پڑا۔ میر تقی نے لکھا ہے فیض اللہ خاں بقیہ روہیلوں کو لے کر جنگلوں میں چلا گیا [۴]

لال ڈانگ نجیب آباد سے شمال کی طرف آٹھ کوس گڈھوال کی پہاڑی پہ۔ راستہ خراب کئی کئی بن

---

[۱] ہسٹنگز اینڈ دی روہیلہ وار [۲] اخبار الصنادید [۳] ٹرائٹ۔
[۴] میر تقی میر۔

حایل۔ کانس اتنی بڑی کہ ہاتھی مستطرنہ آتے۔ ڈھاکہ کا بن بے حد گنجان بانسوں کی یہ کثرت کہ انسان کا گذر دشوار۔

بسولی سے جھین اور شجاع الدولہ بھی آگئے پیچھے ہی پہونچے بشہر کی تباہی سے تمام روہیلے اپنے بال بچوں کو لے کر راتوں کو پاپیادہ لالڈانگ کو چلدیئے جنمیں بڑے بڑے سردار احمد خاں بخشی۔ احمد خاں خانساماں، مستقیم خاں اور عبدالجبار خاں حاکم و قلعدار فریدپور سقہ (بہشتی) کا بھیس بدل کر گنگا اترا۔ دہلی پہونچا اور وہاں سے لال ڈانگ آگیا۔ انگریزی قید سے ارادت خاں اور ذوالفقار خاں محفوظ رہے۔

انگریز نے جنگل کے اندر پہونچنے کی ہر چند کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ درخت کٹوا کر کچھ راستہ پیدا کرنا چاہا لیکن ایک اگر کٹتا بھی تھا تو روہیلے کاٹنے والوں کے سات آٹھ سر بھی کاٹ دیتے تھے۔ فیض اللہ خاں کے پاس خزانہ فوجیں کافی اور وہ مقام محفوظ میں مگر پھر بھی اس نے شجاع الدولہ کو ذیل کا خط لکھا۔

"آپ نے سعداللہ خاں (میرے بھائی) کو بھائی بنایا تھا میں بھی امیدوار ہوں کہ وہی عنایت میرے اوپر بھی کیجاتے خدا آپ کو میرے واسطے یہاں لایا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری بہتری ہو۔ آپکو معلوم ہے کہ میرے باپ نے محنتوں سے یہ ملک پیدا کیا اُس کے مرنے پر ہم دونوں بھائی یہاں نہ تھے۔ سعداللہ خاں لڑکا تھا نوکرانِ ناحق شناس نے ایک جاگیر پر اُسے راضی کر لیا مجھے زور وزر نہ تھا میری نظر خدا پر تھی۔

جس نے آپکو یہاں بھیج دیا امید قوی ہے کہ ایک زمین جسکی جمع دس بارہ لاکھ سے زیادہ نہیں مجھے عنایت فرمائیگا کہ میری اور دو لاکھ پٹھانوں کی زندگی گزر سکے "

مئی - جون - جولائی اگست ستمبر پانچ مہینہ گرمی - برسات اسی ہولناک جنگل میں مردوں عورتوں اور بچوں بیگناہ مگر بدنصیبوں کو پڑے گذر گئے افسوس بیگناہی کی یہی فراوانی سزا اب جاڑے کا آغاز تھا۔ تفصیلات بہت طولانی ہیں ان سے قطع نظر نتیجہ لکھتا ہوں۔

ہیسٹنگز کے طرز عمل اور شکایات کی تحقیقات کے لئے کورٹ آف ڈائرکٹرز نے تین جدید ارکان بنگال بھیجے - کلیورنگ سپہ سالار - جارج انسن اور فرینسس یہ اکتوبر ۱۷۷۴ء میں ہندوستان پہونچ گئے - چنانچہ انہوں نے آتے ہی جنگ روہیلہ سے سخت بیزاری کا اظہار کیا اور اودھ کے معاملات میں فوری تبدیلیاں کیں اور چمپین کو حکم ملا کہ وہ روہیلکنڈ سے اپنی کل فوج ہٹالے - [1]

اب چمپین گھبرایا اور محمد فیض اللہ خاں کو بلاکر اپنے ڈیرے پر لایا اور ۷ اکتوبر ۱۷۷۴ء کو (غالباً یہ تاریخ غلط ہے) فیض اللہ خاں کی اصلی جاگیر شاہ آباد - سرسانواں - چوکھلہ - پرچھ گئے اور اضافہ کرکے یعنی اجاون - کابر - بلاسپور - ریہڑ - ٹھاکردوارہ - سرکرواڑہ [2] روہیلوں سے غداری اور انگریز کی غلامی میں دیئے گئے فیض اللہ خاں کے پچاس لاکھ اس صلہ کے حصول میں خرچ بھی ہوئے - ریاست رامپور اسی انعام کا نام ہے روہیلکنڈ جسکی آرزو میں اس نے اپنے محسن روہیلوں سے غداری کی تھی۔

---

[1] عماد السعادت [2] ثمار [3] پھر انمیں بھی کچھ ردوبدل ہوگیا۔

اُسے مل نہ سکا۔ پچاس لاکھ میں سے پندرہ لاکھ تو کمپنی کو پہلے ہی مل گئے باقی شجاع الدولہ اور انگریزوں نے ہتیا لیے۔ شجاع الدولہ کے ایک نوکر نے فیض اللہ خاں کے ایک نوکر سے کہا کہ اگر فیض اللہ خاں ایک ہفتہ اور ٹھہرا رہتا تو شجاع الدولہ کو کل روہیلکھنڈ سے دستبردار ہونا پڑتا۔

مستقیم خاں ایک جانباز سپاہی شیخ کبیر جیسے نامور رسالدار کا لڑکا۔ خاندان حافظ رحمت خاں کے مرتے دم تک ان کا وفادار مددگار رہا۔ اور ان کے بعد بھی فیض اللہ خاں کو جب چمپین اپنے ساتھ لیجانے کو آیا تو مستقیم خاں بھی ساتھ جانے کو تیار ہوا کہ حافظ رحمت خاں کے اہل خاندان کے لئے بھی بہتری کی کوشش فیض اللہ خاں اُس سے کرلے۔ مگر فیض اللہ خاں نے اُسے روک دیا اور وعدہ کیا کہ میں عرض کیا کروں گا مستقیم خاں خود رک تو گیا لیکن پھر بھی اپنا عہد اس کے سامنے کردیا کہ قدر بے خبری روہیلوں کی۔ وہ فیض اللہ خاں کے جانے کو تکمیل صلح کیلئے جانا سمجھے ہوئے تھا انہیں یہ خبر کہاں تھی کہ اسکا جانا روہیلوں سے غداری کا انعام لینے جانا تھا۔ چنانچہ اُس نے واپس آکر کہہ دیا کہ میں نے کہا تھا لیکن شجاع الدولہ نے نہیں مانا حالانکہ اُس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔

فیض اللہ خاں لال ڈانگ کیوں گیا جبکہ اُسکے قریب ہی نانک متہ ہوکر گنگاپور وغیرہ کے جنگل تھے جہاں روہیلے پناہ لیا کرتے تھے۔ رامپوری مورخ اور سید الطاف علی کہتے ہیں کہ اُس سے حافظ الملک نے جنگ سے پہلے یہ کہہ دیا تھا مگر یہ غلط اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ انگریز کا سکھایا پڑھایا تھا

ضابطہ خاں امیر الامرا بنا ایک لاکھ فوج اُس کے پاس رہتی تھی نجیب الدولہ کا دار الحکومت نجیب آباد جہاں سے صرف آٹھ کوس لال ڈانگ اور ضابطہ خاں انگریز کا مددگار یہاں کا قیام انگریزی اغراضِ سیاسی کے مفید اور پھر حافظ الملک کے مرکزی شہر دو بریلی۔ پیلی بھیت سے دور۔ تمام روہیلے اپنے اپنے گھر بار سے دور اور سب کے سب فیض اللہ خاں کے پاس جمع تھے اور وہ روکے تھامے رہا پھر ضابطہ خاں بھی تو روہیلہ تھا انگریز کو اُس روہیلہ کی کی قوت کو بھی تو مفلوج کرنا مد نظر تھا۔ انگریز تو قبضہ تختِ دہلی کو اپنا نصب العین بنائے ہوئے تھا اور بنگالی سے دہلی کے خطِ سفر پر یہ بیچ ہی حائل تھا۔

میر تقی میر لکھتا ہے کہ فیض اللہ خاں بقیہ روہیلوں کو لے کر جنگلوں میں چلا گیا اور رامپوری مورخ لکھتا ہے کہ روہیلے جانیں لے کر گھروں سے بھاگے گئے تھے۔ ان کے پاس کیا رکھا تھا۔ یہ لوگ لڑائی کے کس طلب کے تھے۔ فیض اللہ خاں نے ان کو اشرفیاں بانٹیں نہیں تو بھوکوں مر جاتے تھے چھینیں اور فوجوں کو برسات یہیں گذری۔ اب پڑھئے آگے کے حالات۔"

ملخصہ میر محمد تقی میر۔ خواجہ احمد سعد اخبار الصنادید

فیض اللہ خاں کا اقرار نامہ

چونکہ میرے اور نواب وزیر الممالک بہادر کے درمیان دوستی قرار پائی اور نواب وزیر نے از راہِ مہربانی ایک مُلک مجھکو دیا میں قرآن شریف کی قسم کھا کر خدا اور رسولؐ کو اپنا گواہ بنا کر اقرار کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ جب تک زندہ ہوں نواب وزیر کا تابعدار اور فرمانبردار رہونگا اور میں اپنے پاس پانچ ہزار سپاہ نوکر رکھوں گا اس سے زیادہ ایک آدمی نہ رکھوں گا اور اگر نواب وزیر کسی سے آمادۂ جنگ ہوں گے تو میں بھی دو تین ہزار آدمی اپنے اُس فوج کے ہمراہ دونگا اور اگر وہ خود کسی دشمن پر جائینگے تو میں بھی خود اپنی فوج لے کر اُن کے ہمراہ جاؤں گا اور میں سوائے وزیر کے کسی سے اتفاق اور دوستی نہ رکھوں گا اور کسی سے رسمِ تحریرات جاری نہ رکھوں گا[1] اس سے سردارانِ انگریزی مستثنیٰ ہیں اور نواب وزیر جو کچھ حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا اور میں ہمیشہ اور ہر وقت مصیبت میں اور بہبودی میں انکا شریکِ جانب رہوں گا میں نے قرآن شریف کی قسم کھائی ہے اور خدا و رسولؐ کو گواہ بنایا ہے کہ میں ان شرائط کی تعمیل کرونگا اور اگر میں اس کے برخلاف کروں تو خدا و

---

[1] مطلب روہیلوں سے

رسول[1] محکو سزا دیں ماہ رجب ۱۱۸۸ھ کے تاریخ ندارد۔ چمپین کو تو فوری
واپسی کا حکم مل چکا تھا اس لئے یہ تمکین غالباً جس تاریخ و مہینہ میں ہوئی اسکو
چھپایا گیا تاکہ حکم واپسی کے بعد کی نہ سمجھی جائے۔ یہ تحریر چمپین کے ڈیرے پہ
ہوئی۔ شجاع الدولہ کے بابت تو تاریخ باقی ہے کہ شدتِ تکلیفِ مرض سے
مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔

شجاع الدولہ چمپین کی واپسی کی خبر سن کر بدحواس ہو گیا کیونکہ چمپین جب
چلا گیا انگریزی فوجیں چلی گئیں تو روہیلے اس جنگل میں اسکا نام و نشان باقی
نہ رکھیں گے اس نے چمپین سے کہا میری جان تو چھڑا دیتے چمپین کوئی
التفات نہ کرتا مجبوراً شجاع الدولہ نے انگریزوں کی بڑی بڑی دعوتیں
کیں بڑے بڑے تحفے دیئے[2] غالباً ان تحفوں کے بعد ہی چمپین
فیض اللہ خاں کو ملا لایا ہوگا۔ چمپین تو جنگ روہیلہ کے وقت ہی شجاع
الدولہ کو نامرد کہہ چکا تھا[3] اور ہیگز نے بھی کہا کہ وزیر ایسا کمزور ہے
کہ وہ بغیر انگریزوں کی مدد کے اپنے ملک کی حفاظت نہیں کر سکتا[4] بہرحال
شجاع الدولہ نے اپنی جانب سے جو اقرار نامہ لکھ کر فیض اللہ خاں کو دیا
اسے بھی پڑھئے۔

---

[1] [2] [3] اخبار الصنادید [4] ثمرات

شجاع الدولہ کا اقرار نامہ

چونکہ میرے اور فیض اللہ خاں کے درمیان دوستی قائم ہوتی ہے اس لئے میں نے وعدہ کیا ہے انکو ملکِ رام پور معہ دیگر اضلاعِ متعلقہ جس کے جمع چند لاکھ چھہتر ہزار روپیہ کے دونگا اور میں نے یہ بھی شرط کی ہے کہ فیض اللہ خاں پانچہزار فوج ملازم رکھیں اور اس سے زیادہ نوکر نہ رکھیں اس واسطے میں یہ عہدنامہ لکھے دیتا ہوں کہ میں ہمیشہ اور ہروقت فیض اللہ خاں کی حرمت اور عزت کی حفاظت کرتا رہوں گا اور ان کی بہبودی و بہتری میں حتے الامکان کوشش بلیغ کیا کروں گا بشرطیکہ فیض اللہ خاں میرے سوا اور کسی سے اتفاق پیدا نہ کریں اور انگریزی سرداروں کے سوا اور کسی سے تحریر کی رسم جاری نہ رکھیں اور وہ میرے دوستوں کو اپنا دوست اور میرے دشمنوں کو اپنا دشمن تصور کریں اور اگر میں کسی سے لڑائی کرنے کو فوج بھیجوں تو وہ دو تین ہزار سپاہ جسقدر اُن سے ممکن ہو میری فوج کے ہمراہ دیں اور اگر میں خود فوج کے ہمراہ جاؤں تو وہ بھی خود معہ اپنی سپاہ کے میرے ہمراہ رہیں اور اگر کمی فوج کے سبب سے وہ میرے ہمراہ نہ جاسکیں کیونکہ اُن کے پاس تھوڑی فوج ملازم ہے تو میں تین چار ہزار سپاہ اور ان کے ساتھ مقرر کردونگا تو وہ اس فوج کو بھی اپنے ساتھ رکھکر میری ہمراہی کریں اور میں اُن کے خرچ کا متحمل ہونگا ان شرائط پر میں نے

وعدہ کیا ہے کہ میں علاقجات مذکورہ جمع تعداد مسطور فیض اللہ خاں کو دوں گا اور ان کی بہتری و بہبودی میں کوشش بلیغ کروں گا اگر فیض اللہ خاں اس عہد نامہ کی شرائط کی تعمیل قرار واقعی کریں گے تو میں بھی انشاء اللہ انکی بہبودی میں پہلوتہی نہ کروں گا۔ **باقی رہیلوں کو وہ دریا کے دوسری طرف روانہ کریں گے** میں نے خدا کی قسم کھائی ہے اور خدا اور رسول کو گواہ بنایا ہے کہ میں ان شرائط کو سرانجام دوں گا۔

ماہ رجب ۱۱۵۹ھ

وہ بدنصیب روہیلے انکی عورتیں بچے جو چھ مہینے سے جنگل میں مبتلائے مصیبت تھے فیض اللہ خاں کے انگریزی لشکر میں جانے کے وقت سے اپنی رہائی کی آس لگائے ہوئے تھے بہرحال وہ جنگل سے نکلے اور انھیں گو فیض اللہ خاں انکو بھیڑ بکریوں اور چوپایوں کی طرح رام گھاٹ[1] سے گنگا پار ملک بدر کر رہا تھا وہ امیر وہ سردار وہ عورتیں وہ پھول سے لڑکے وہ گلاب سی بچیاں وہ نوعمری وہ بچپن وہ انکا ماں باپ کے گلے ظالموں سے ڈر ڈر کر ان سے لپٹنا وہ گھر ہمارا گھر پکارنا۔ وہ انکا گڑگڑانا وحشی فوجیوں کا ان کو دھکے دینا وہ ان کا چیخنا پیٹنا اور سو دو سو ہزار دو ہزار نہیں پانچ لاکھ انسانوں کی چیخیں ان کا شور و واویلا فضا میں کئی ہفتے تک سنا جاتا رہا یہ ایسا غم انگیز منظر کہ پتھر پھوٹ بہتے مگر اس وقت کیا سنگدل فیض اللہ خاں کی آنکھوں میں کوئی آنسو تھا

---

[1] ضلع بدایوں۔

کوئی تاریخ اسکا ذکر کرتی نہیں کمالِ سنگدلی تو یہ ہے کہ وہ لوگ جو سردار معزز
و سردار نادرے اور وہ جنھیں فیض اللہ خاں نے شریکِ سازش کیا انکو بھی بکمالِ
بے حیائی نکالدیا یعنی احمد خاں بخشی وغیرہ۔ گھاٹ پر انگریزی فوج کئی ہفتے پڑی
رہی سے بمبئی گزیٹیر میں یہ تعداد سترہ اٹھارہ ہزار فوج بخش کے بموجب
پچاس ہزار ۱۷۷۱ء میں ایک بیان جو لندن میں شائع ہوا پانچ لاکھ ہیسٹنگز کے
زمانے کے ایک نامہ نگار نے بھی تعداد پانچ لاکھ ہی ظاہر کی ڈٹرائٹ مل لکھتا
ہے کہ ہر وہ شخص جسکا نام روہیلہ تھا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ جلاوطن
کر دیا گیا[2]

شجاع الدولہ اور انگریز نے جب کیمپ چھوڑا اُس کے بعد فیض اللہ
خاں واپس آیا۔ وہ اپنے ساتھ بڑے لوگوں میں سے یہ لوگ لایا۔ احمد خاں
اعظم خاں۔ معظم خاں، عظیم خاں، ذوالفقار خاں، دلیر خاں، پسران
فتح خاں خانساماں، عبدالجبار خاں ولد عبدالستار خاں، مستقیم خاں پسر
شیخ کبیر سیف الدین خاں ولد پرمول خاں۔

آج فیض اللہ خاں کو زور زر ہے بڑی فوجی قوت اُس کے ساتھ ہے
ایک مقام محفوظ میں وہ مطمئن ہے اشرفیوں کی کمی نہیں۔ رامپوری مورخ لکھتا
ہے کہ فیض اللہ خاں کی وجہ سے اشرفی کا بھاؤ سستا ہو گیا۔" شجاع الدولہ[1]
اسکا دوست ہے انگریز اُسے بلانے آتا ہے اُسے کس روہیلکھنڈ کی علاقے

---

[1] اخبار الصنادید [2] کمپنی کی حکومت۔

ملکیت کا امیدوار کیا گیا ہوگا۔ ان حالات میں آج وہ خود بھیک کیوں مانگ رہا ہے کہ ایک زمین مجھے مرحمت ہو کہ میری زندگی ہو سکے اور آج کیوں وہ بجائے کل روہیلکنڈ کے نو پرگنوں کی جاگیر پر رضامند ہو گیا ہے۔ آج اسے کن نوکران ناحق شناس نے رضامند کر لیا۔

سیر المتاخرین کا مورخ لکھتا ہے۔ "سفلہ پرور زمانہ"

اسی قسم کی بدوماغیاں ہیں جنکا سلسلہ تاریخ نگاری ۱۷۷۴ء سے ۱۹۴۵ء تک ملتا ہے باری لایل پوری لکھتا ہے تاج پوش، ضمیر فروش مورخین اور قصیدہ گو شاعروں کو خریدتے چلے آرہے ہیں [۱] بریلی کی روہیلہ حکومت کی تاریخ علی محمد خانی نسل کے کردار سے چونکہ الجھی ہوئی ہے اس لئے میں کچھ اور بھی لکھوں گا۔

انگریزی حکمت علی حافظ رحمت خاں کے بعد اُن کے خیر خواہوں کو باقی رکھنا نہیں چاہتی ہوگی علی محمدؐ خان کا لڑکا محمد یار خاں۔ فیض اللہ خاں کو اس سے دشمنی اور وہ حافظ رحمت خاں کا خیرخواہ حافظ رحمت خاں اس کی مدد کرتے رہتے فیض اللہ خاں کو یہ گوارہ نہ تھا اور فیض اللہ خاں اسی لئے حافظ رحمت خاں کے بھی خلاف تھا اس کے لفظ یہ ہیں۔ محمد یار خاں کی ترقی کے سامان ہمارے مقابلہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ [۲]

غرض ختم جنگ کے بعد فیض اللہ خاں۔ محمدؐ یار خاں کو جبراً اپنے

---

[۱] کمپنی کی حکومت [۲] اخبار الصنادید دیباچہ

ساتھ لایا وہ نہیں آنا چاہتا تھا اس نے سخت واویلا کی اور شجاع الدولہ سے کہا کہ مجھے جاگیر عطا ہو۔ شجاع الدولہ نے کہا فی الحال میرے اور فیض اللہ خاں کے درمیان مغائرت نہیں ہے اس کے تین ہی مہینے بعد محمد یار خاں کو موت آگئی۔ مستقیم خاں کی بابت اوپر لکھا جا چکا ہے کہ وہ خاندان رحمت خاں کی بہتری کے واسطے فیض اللہ خاں کے ساتھ جانا چاہتا تھا۔ رامپوری مورخ نے اپنی تاریخ لکھتے لکھتے ایک سرخی قائم کی "تذکرہ" اور لکھا کہ یہ مستقیم خاں پولٹکل اور مدبر نہ تھے۔ سادہ مزاج۔ سیدھے سادھے صاف دل تھے امور ملکی میں جوڑ توڑ کی قابلیت نہ رکھتے تھے۔ معاملہ رس بالکل نہ تھے۔ زمانہ سازی کہ دنیاداری کا لازمہ ہے اس سے بے خبر تھے دیکھئے اس مورخ کے لطیف اشارے۔

فیض اللہ خاں لال ڈانگ سے مستقیم خاں کو اپنے ساتھ لایا اور دس گیارہ مہینے بعد مستقیم خاں مر گئے۔ غرض حافظ رحمت خاں کے خیر خواہوں کو موت جلد جلد آرہی تھی۔

جنگ روہیلہ پر حافظ الملک کے خلاف الزامات

——سفر رام گھاٹ میں روہیلوں نے شجاع الدولہ کے ساتھ عمدہ برتاؤ نہیں کیا تھا اور چالیس لاکھ روپیہ کے دینے میں حیلہ حوالہ

کرتے تھے۔[1]

عماد السعادات کا مورخ لکھتا ہے کہ خدا جانے کیوں حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ جیسے محسن کے خلاف ہو گئے تھے۔

فرح بخش کا مورخ کہتا ہے کہ حافظ رحمت خاں کی عمر زیادہ ہو گئی تھی پیرانہ سالی کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس درست نہ رہے تھے۔

اسٹریچی کہتا ہے شجاع الدولہ شیعہ حافظ رحمت خاں سنی بڑی وجہ دونوں کی عداوت کی یہ تھی۔

ہیسٹنگز نے دو برائیوں میں سے اُسے منتخب کیا جو کم بری تھی اگرچہ روہیلوں نے براہ راست کوئی اشتعال نہیں دلایا تو مرہٹوں سے ان کی سازشیں بنگال اور اودھ کے لئے دائمی خطرہ کا باعث تھیں[2] ان تمام الزامات کے متعلق کسی تشریح و توضیح کی ضرورت نہیں انکا بے بنیاد ہونا ظاہر کیا جا چکا ہے الزام جب لگائے جا رہے ہوں اور سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے والی کوئی عدالت موجود نہ ہو تو پھر حق و باطل کا فرق کون کرسکے گا۔

جسکے پاس قوت ہے وہ کمزور کو بہر حال ملزم بنا سکتا ہے با

---

[1] جام جہاں نما [2] لائف آف ہیسٹنگز۔ ٹراٹر۔

شرکائے سازش کا انجام

ضابطہ خاں:۔ جنگ روہیلہ کے بعد (حالانکہ وہ حافظ رحمت خاں کے خلاف جنگ میں ایک ہزار سوار سے شجاع الدولہ کا شریک تھا) نجیب آباد، دھام پور، نگینہ، شیر کوٹ، چاند پور، افضل گڑھ، جھالو، بجنور وغیرہ گنگا کے اسطرف کا ملک انگریز نے اس سے چھین لیا صرف بیس لاکھ آمدنی کا ملک چھوڑ دیا گیا مگر آخرکار اس کی مصیبتوں کی انتہا نہ رہی دنیا اندھیری ہو گئی سکھوں کے یہاں پناہ لی سکھ مذہب اختیار کر لیا۔ [1]

احمد خاں بخشی:۔ جنگ کے بعد ہی حکومت باقی رہی آنولہ دیکھنا نصیب نہ ہوا نوکری کر کے دن کاٹے لکھنؤ بھیج دیا گیا۔ [2]

محب اللہ خاں فتح اللہ خاں پسران دوندے خاں:۔ حکومت جاتی رہی خانہ ویران ہو گئے۔ [3]

مظفر جنگ:۔ زہر دیا گیا اس کے بیٹے ناصر جنگ نے فرخ آباد وغیرہ انگریز کے حوالہ کر دیئے۔ [4]

عبداللہ خاں:۔ شجاع الدولہ نے جو مواضعات وغیرہ دیئے تھے چھین لئے گئے

---

[1] اخبار حسن و سیر المتاخرین صفحہ ۱۱۴ [2] اخبار الصنادید [3] اخبار الصنادید
[4] تاریخ فرخ آباد ولی اللہ۔

حکومت نہ رہی نہایت تلخی و پریشانی میں جان دی [۵]

رانائے گوہد:۔ ہیسٹنگز نے تین پلٹنیں کپتان پار کے زیر کمانڈ اودھ کے تفضل حسین خاں کے ساتھ بھیج کر قلعہ گوہد دوستی کے لباس میں مسخر کرلیا۔ [۶] جبکہ مرہٹہ حملہ کی وجہ سے رانائے گوہد نے مدد چاہی تھی۔

محتشم خاں رسالدار:۔ جنگ روہیلہ کے بعد روٹیوں کو محتاج ہو گیا۔ خانہ ویران پھرا۔ فیض اللہ خاں کے پاس رام پور آیا اس نے نہ رکھا۔ دکن کو جاتا ہوا ناگپور میں مرگیا۔ [۷]

احمد خاں وغیرہ پسران خانساماں:۔ حکومت مٹ گئی۔ [۸]

---

[۵] تاریخ شاہجہانپور صبیح الدین میاں [۶] سیر المتاخرین صفحہ ۵۰۸۔

[۷] گلستان رحمت [۸] اخبار الصنادید۔

حافظ رحمت خاں کے متعلق
بعض رائیں

مسٹر برک :- روہیلکھنڈ کا معزز ترین سردار اور اپنے عہد کا سب سے بہادر انسان۔ (اخبار الصنادید)

میکالے :- میکر نے معقول حکومت کے بیگناہ فرمانروا پر بلا وجہ اقدام جنگ۔ (مڈلاٹر)

چیمبن :- ان کی بہادری کا بیان کرنا ناممکن ہے (اخبار الصنادید)

ایک انگریز مورخ :- (حافظ رحمت خاں) بہادر اور حوصلہ مند آدمی تھے ان کو یتیم۔ بیوہ اور نابینا لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا زیادہ شوق تھا۔ (اخبار الصنادید)

جیمس گرینڈ :- بہادر حافظ رحمت خاں (اخبار الصنادید)

مورخ عماد السعادت :- غلام علیخاں نقوی۔ حافظ صاحب نیک طینت تھے۔ (عماد السعادت)

شیو پرشاد :- حافظ صاحب مقدس اور پاک باطن تھے (فرح بخش)

قاضی قدرت اللہ :- حفظ قرآن۔ علوم دین۔ تواضع۔ کرم۔ تقوے اور دیانت کے ساتھ متصف تھے۔ (جام جہاں نما)

صدر النسا بیگم :- (شجاع الدولہ کی ماں) میں نے حافظ الملک کو دیکھا ہے

وہ شخص نہایت نیک۔ ابرار، جرار، متقی پرہیزگار معلوم ہوتا ہے۔ (اخبار الصنادید)

صفدر جنگ:۔ میں نے ایسا آدمی افغانوں میں کبھی نہیں دیکھا۔ (اخبار الصنادید)

علی محمد خاں:۔ (حافظ رحمت خاں) جامع جمیع صفاتِ حسنہ۔ مجمع کلِ کمالاتِ کاملہ (گلستانِ رحمت)

باب ۸

حافظ رحمت خاں کا طرزِ حکومت

اور

ان کی زندگی کی ایک جھلک

روہیلہ عروج کی بنیاد ۱۷۲۰ء سے پڑی اور ۱۷۷۴ء میں ختم ہوگیا جس وقت کشمیر سے لے کر اس کماری تک کسی جگہ امن و امان نہ تھا روہیلوں کے ملک میں اس وقت پتا بھی نہ کھڑکتا، وہ سرزمین جس پر اتفاق و آزادی کی برکتوں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

یہ تھا طرزِ حکومت اور یہ تھا کردار حافظ رحمت خاں کا اور ان کے زمانے میں ان جیسا نیک کردار۔ راست گفتار۔ راست رفتار۔ بنی نوع انسان کا ہمدرد۔ جان کے دشمن کا بھی دوست۔ برائیوں کو بھول جانیوالا۔ دشمنوں سے نیکی کرنے والا۔ بردباری کا بہار۔ کرم کا دریا۔ دوسرا کوئی موجود نہ تھا۔

ان کے قانونِ قابلِ تعریف تھے جن سے چوری ٹھگی ڈکیتی بند ہو گئی ظلم وستم کا نام مٹا دیا تھا۔ معمولی جھگڑوں کے لئے پنچائتیں۔ ارکانِ حکومت عام لوگ۔ مسلم غیر مسلم رعایا میں برابری سزا کی مقدار معتدل اپنی پوری زندگی میں انہوں نے کسی کو قتل نہیں کرایا نہ کسی کو وحشیانہ سزا دی افتادہ زمینوں کی کاشت۔ زراعت مکمل۔ مملکت آباد کاشت کاروں کی مدد تقاوی سے اور مالگذاری چار آنہ فی روپیہ۔ سامانِ تجارت پر ہر محصول معاف کر دیا۔ قحط کے وقت عمارتوں کی تعمیر رعا پروری کیلئے راجپوتانہ کے مارواڑی قحط کے سبب سے جب ان کے ملک میں آئے تو ان کے روزینے مقرر کئے پیلی بھیت کی کچی شہر پناہ بنوائی مگر اب کبھی یہ لوگ بھوکے تھے۔ کچی تڑوا کر پکی بنوائی۔ ان کے حدود حکومت میں پانچہزار علما۔ فضلا مسجدوں۔ مدرسوں میں درس دیتے۔ ان کی تنخواہیں حکومت دیتی۔ عام لوگ پڑھائی کی کتابیں ان کے مشورہ سے مقرر کرتے کتابیں حکومت مہیا کرتی سرکاری نوکروں کے سوائے دوسرے طالب علموں کے ٹھہرنے اور کھانے کی سہولت حکومت کرتی اور سو روپیہ سالانہ ان کا جیب

خرچ بھی حکومت سے ملتا۔ تعلیم ختم ہو جانے عالم فاضل طالبعلموں کا جلوس ان کے سامنے جاتا جہاں ان کی دعوت ہوتی وہ خود طالب علموں کے سر پر پگڑیاں باندھتے اور اسی روز سے ہر طالبعلم کی اتنی تنخواہ جو علماء کو تھی طالبعلم کو بھی ملنے لگتی اور کوئی مناسب کام اس کے سپرد کر دیا جاتا۔

تعلیم نسواں کے مدرسے ان کے حدود حکومت میں کھلے ہوتے تھے غریب پڑھانے والیوں کے وظیفے مقرر تھے۔ غریب گھرانوں کی لڑکیوں کی شادی کیلئے ایک مد محفوظ رہتی اور ان کو جہیز حکومت دیتی۔

جنگل میں بیس ہزار آدمی جب ان کا مر گیا تو انہوں نے ان کے بیٹوں کا نام بجائے ان کے۔ بیٹے نہوں تو ان کے عوض۔ اور اس سے بھی اگر ان کی بیوائیں عذر کریں تو خود بیواؤں کے نام ان کے شوہروں کے تنخواہ بطور مقررۂ خیر مقرر کر دی۔ سادات کا ادب کرتے کوئی سید لڑکا بھی اگر آ جاتا تو کھڑے ہو کر اپنے پہلو میں بٹھا لیتے اور پہلے اس کا کام کر دیتے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اولاد شاہ عزت اللہؒ کو چھ ہزار روپیہ سفر خرچ بھیجکر بلایا اور بریلی رکھا۔ جو لوگ ان کے ساتھ آتے ان کے مہینے مقرر کئے۔

آخون فقیرؒ۔ شاہ جمال اللہ شاہ ابو الفتحؒ حافظ صدیقؒ شاہ کلیم اللہؒ سید احسنؒ سید احمدؒ سید معصومؒ جیسے خدا رسیدہ بزرگوں کی بڑی بڑی خدمتیں کرتے اور بعض کی خدمت میں خود بھی جاتے۔ شاہ لال صاحب

رائے بریلی شاہ مسیح اللہ مانکپوری کہ ان کے حدود حکومت سے باہر تھے
حالانہ ماہانہ نذرانے مقرر تھے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری خواجہ قطب الدین بختیاری کاکی شیخ فریدالدین گنج شکر شیخ نظام الدین اولیا خواجہ نصیرالدین دہلوی شیخ سلیم چشتی شاہ بدیع الدین مدار کے مزارات کے لئے نذرانے بھیجے جاتے۔[1]

قبضہ بیلی کے بعد نوحلا کا قلعہ سید معصوم کی نذر کیا۔ جہاں انھوں نے سکونت کی۔ یہ ماہی خاندان جس کا سلسلہ نسب حضرت امام حسین علیہ السلام تک پہونچتا۔ یہ سادات ترمذ سے تھے حافظ رحمت خاں ان کی خدمت میں جب جاتے تو دور ہی سے ننگے پیر ہو جاتے۔ تلوار بھی ساتھ نہ لیتے۔[2]

ڈیڑھ لاکھ روپیہ کی جاگیر معین تھی[3] اور حافظ رحمت خاں ان کی دوستی کی بڑی قدر کرتے۔ اپنی حکومت کے اخراجات۔ دوسرے سرداروں کے جنگی اخراجات کی ذمہ داری۔ مدد معاش۔ جاگیریں اوقاف۔ دوسروں کی وقتی مدد۔ یہ تھیں برکتیں چار آنہ فی روپیہ مالگذاری کی اور یہ تھا خزانہ حافظ رحمت خاں کا۔

حافظ رحمت خاں۔ میدان جنگ کا کمانڈر سیاسیات کا سمجھنے والا

---

[1] حیات حافظ رحمت خاں [2] المشاہیر تاریخ فرخ آباد۔ (۳) نامہ مظفری یعنی تاریخ شاہ آباد ضلع ہردوئی۔

مظلوماں وقت کا مددگار قوم و ملت کا شیرازہ بند۔ مشکلات کی گرہ کھولنے
والا۔ روہیلہ عروج کا معمار۔ تلوار سے کھیلنے والا۔ پرہیزگاری خداپرستی
میں بڑھا ہوا۔ شرع کا پابند۔ ہر وقت باوضو۔ نماز باجماعت کا پابند
اس کا قلب درود شریف کا ذاکر تین گھنٹے دن کو تین گھنٹے رات کو سوتا
اٹھارہ گھنٹے جاگتے گذارتا پان حقہ سے رغبت نہ تھی۔ باجوں کے ساتھ
گانا کبھی سنا نہیں۔ طوائفوں پر نظر کبھی ڈالی نہیں آخر رات کو جاگ
اٹھتے اور خادم کو جگاتے بغیر غسل و وضو کرتے۔ نمازِ تہجد کے بعد ایک
منزل قرآن پڑھتے اور پھر نماز فجر کے بعد نمازِ اشراق۔ پھر دربار عام پھر
نمازِ چاشت پھر دربارِ خاص۔ پھر کھانا اور آرام و خواب اس کے بعد درود
وظیفہ۔ عصر کے وقت علما و مشائخ سے خلوت۔ نمازِ مغرب کے بعد دو
گھڑی جہاں ذمی پھر علما و مشائخ سے مذاکرہ تفسیر و فقہ و حدیث۔ نماز
عشا کے بعد سادات و علما کے ساتھ کھانا اسی وقت حمد و نعت پر قوالی
آدھی رات کے قریب حرم سرا میں داخل ہوتے۔

نماز جمعہ جامع مسجد میں پڑھتے۔ اس کے بعد خیرات کرتے۔ روزے
پابندی سے رکھتے۔ رمضان میں کئی ختم ہوتے۔ پہلے ان کے لڑکے
حافظ محمد یار خاں سناتے پھر دوسرے حافظ جس کے بعد خلوت میں دو تین
حافظوں کے ساتھ نفل پڑھتے اور ایک منزل قرآن خود بھی سناتے آخر
رمضان میں اعتکاف کرتے۔ حفظ قرآن کے بعد سے زمین پر کبھی تھوکا
نہیں کرتے مرتے دم تک تحریر و تقریر کبھی اور ... حالت میں اعتدال

سے نہیں گذری۔ دوگانہ عید رمضان و قرباں کیلئے امیروں، غریبوں کے ساتھ عیدگاہ جاتے واپسی پر دربارِ عام میں انعامات تقسیم کرتے۔

عشرہ محرم میں غریبوں فقیروں کو صبح شام کھانا تقسیم ہوتا۔ ۷ر سے ۱۰ر محرم تک علما و مشائخ کی دعوت ہوتی دیوان عام میں پہلے سادات بٹھلائے جاتے اور حافظ الملک روہیلکھنڈ کا آزاد فرمانروا خود ان کے ہاتھ دھلاتا اور خود ہی کھانا اتارتا جس کے بعد زر نقد کی نذر سادات پیش کرتے پھر علما صلحا ان کے بعد مساکین نابینا یتیموں کے گروہ باری باری سے پھر عام لوگ۔ بیواؤں اور حاجتمندوں کو زر نقد بھی دیتے۔ ربیع الاوّل میں ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر تاریخوں میں مجلسیں ہوتیں جسمیں شیرنی اور کھانا بٹتا۔[۱]

ان کے زمانے میں اُمرا فرمانروا و سلاطین میں اس کردار۔ اس مذہبی تقدس و پاکبازی کی دوسری مثال موجود نہ تھی۔ فرینکلن ایک انگریز نے جب ان کی بریلی کو دیکھا تو اس نے لکھا کہ حافظ رحمت خاں کی مدبری کی وجہ سے بریلی ایک بڑی تجارت گاہ بن گئی ہے اور ایک انگریز نے لکھا کہ روہیلکھنڈ مثل ایک سرسبز و شاداب باغ کے ہے۔

کمپنی کی حکومت کی بابت لارڈ کارنوالس نے اپنی روداد میں لکھا "میں وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ کمپنی کا ایک تہائی حصہ مقبوضات بالکل جنگل اور ویران ہوگیا ہے"[۱]

---

[۱] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔

۲۳ر اپریل ۱۷۷۴ء کو حافظ رحمت خاں کا انتقال دن کے بارہ ابھی نہیں بجے تھے ہو گیا۔ ان کی زندگی میں دوسری نماز کا وقت ہی نہیں آیا نماز صبح سے وہ فارغ ہو ہی چکے تھے دوسرے دن (۲۴ر اپریل۔ اتوار کو) وہ خان محمد خاں کے باغ باقر گنج بریلی میں دفن کئے گئے۔ اس وقت ان کے انتقال پر ۴۸ گھنٹے گذر چکے تھے لیکن گردن سے خون جاری تھا علمائے وقت نے اس کو علامت شہادت کبریٰ بتائی۔

کمپنی کے زمانہ کی روہیلہ جنگ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہندوستان[1] کی وہ جنگ ہے جس کی نظیر نہیں مل سکتی کوئی جنگ ایسی نہیں ہوئی جس میں پوری قوم ملک بدر کر دی گئی ہو۔

رحمت خاں حافظ قرآن۔ اس کا دارالحکومت حافظ آباد۔ اس کی ایک منزل حافظ گنج اس کا ایک قصبہ حافظ پور۔ اس کا خطاب حافظ الملک۔

اس کی وفات کے تاریخی مصرعے

ع آن خانِ جہاں حافظِ دیں بعد شہادت   بگفتا خرد حافظِ مومناں بود ع

تاریخ بھی حافظ کلام حق ہے۔   ع رحمت سرشت حافظِ ملک و نصیر جنگ

خان بہادر مطیع اللہ خاں لکھتے ہیں روہیلکھنڈ میں حافظ رحمت خاں کی شہادت سے اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ رہیلانِ شاہجہاں پور

---

[1] انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔

روہیلہ گورنمنٹ کے بعض ارکان

عزت الدولہ دلاور الملک بہرام جنگ نواب دوندے خاں بہادر۔ نہایت دیندار پرہیزگار نیک مزاج بھولے بھالے مسلمان اور حافظ الملک کے چچازاد بھائی تھے۔ یہ شخص روہیلوں میں نہایت باوقار صاحب تمکین۔ مزاج مستقیم۔ قول و قرار کے بڑے پابند تھا کہ روہ سے اٹھکر شجاعت کا نام روشن کر دیا۔[1]

بخشی سردار خاں:۔ مُلّا سردار خاں۔ فوجی بخشی۔ بہادر سپہ سالار۔ امیری فقیری۔ حکومت و عبادت کو برابر برابر رکھا۔ نیکوں اور پرہیزگاروں کے سردار۔ مرتے دم تک نماز مسجد میں ادا کی منصف مزاج بہت تھے۔ سوائے رقم مقررہ کے کبھی رعایا سے زیادہ نہ لیتے۔[2]

کبیر خاں:۔ کثرتِ زہد و عبادت کی وجہ سے شیخِ کبیر مشہور ہو گئے تھے۔ شجاعت اس گھرانے کی نہایت مشہور۔ عالم فاضل اور غریبوں کی بڑی بڑی خدمتیں کرتے تھے۔[3]

عبدالستار خاں:۔ نہایت نیک، دیندار، بہادر فوجی رسالدار تھے۔

مُلّا محسن خاں:۔ انھوں نے شاہجہانپور میں تحصیل علم کی تھی کثرتِ دینداری کی وجہ سے مُلّا مشہور ہوئے نہایت بہادر رسالدار تھے۔

---

[1] [3] اخبار الصنادید۔ [2] غدر ہندی: حمید علی۔

حضرت سید محمد غوث شاہ جی بابا:۔ سادات مدینہ سے۔ روہیلوں کے پیر۔ تمام روہیلکھنڈ
میں ان کا احترام و عزت۔ مشہور روزگار بہادر رسالدار۔

سید معصوم رح:۔ شاہ جی بابا کے فرزند۔ بہادر رسالدار۔ نہایت پرہیزگار و عبادت گزار

پرمول خاں:۔ بہادر رسالدار۔

بُدّو خاں:۔ بہادر رسالدار۔

فتح خاں خانساماں:۔ قوم کے برہمن ابتدائے عمر میں مسلمان ہو گئے تھے۔ سخی مخیر۔
مسجدیں۔ پل۔ سرائیں تعمیر کرائیں قریب ۲۰ کے پل بنوائے
بہادر رسالدار

حافظ رحمت خاں کے بعد انکے ۱۲ بیٹے

ارادت خاں محبت خاں حافظ محمد یار خاں دیدار خاں ذوالفقار خاں اللہ یار خاں عظمت خاں حرمت خاں غلام مصطفےٰ خاں محمد عمر خاں مستجاب خاں محمد اکبر خاں۔

علی محمد خاں کے بعد اس کی نسل کے ۱۲ جاگیردار

سعد اللہ خاں فیض اللہ خاں محمد علی خاں غلام محمد خاں احمد علی خاں

محمد سعید خاں یوسف علیخاں کلب علی خاں مشتاق علی خاں حامد
علی خاں رضا علی خاں۔

سعد اللہ خاں عبد اللہ خاں روہیلوں کے جاگیردار۔ فیض اللہ خاں شجاع الدولہ کا جاگیردار۔ احمد علی خاں آصف الدولہ اور انگریز کا جاگیردار۔ داؤد خاں نے علی محمد خاں کو بیٹا بنالیا۔

پھر روہیلوں نے داؤد خاں کے بعد علی محمد خاں کی پرداخت مثل بیٹے کے کی۔ پھر محمد علی خاں کو آصف الدولہ نے بیٹا بنالیا۔ پھر یوسف علی خاں۔ حامد علی خاں کو انگریز نے بیٹا بنالیا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ٹھیک بارہویں شخص رضا علی خاں پر جاگیر ختم ہوگئی (۱۵ ؍ اگست ۱۹۴۷ء) اب اسکی حیثیت نظر بند وظیفہ یاب کی ہے۔

حافظ رحمت خاں شاعر

جنگ ۱۷۷۴ء کے بعد حافظ رحمت خاں کے گھر کی لوٹ کا سامان اودھ پہونچا تو کتب خانہ بھی اسمیں تھا۔ ۱۸۴۷ء تک وہ یونہی پڑا رہا۔ ۱۸۴۷ء میں حکومت کمپنی نے ڈاکٹر اسپرنگر کو تعینات کیا کہ وہ فہرست کتب تیار کرے اس نے اپنی رپوٹ میں لکھا کہ حافظ رحمت کا یہ علمی ذخیرہ چالیس بڑے اور بوسیدہ

صندوقوں میں بند تھا۔

اسٹریچی لکھتا ہے کہ ایم ڈار مسٹیٹر اپنے رام پور جانے کی کیفیت اسطرح بیان کرتا ہے کہ رام پور میں یہ بات مشہور ہے کہ حافظ رحمت خاں صاحب دیوان تھے اور اپنا ایک دیوان چھوڑ مرے تھے چنانچہ اسٹریچی کو ان کی چار غزلیں فارسی کی ہندوستان سے بھیجی گئی تھیں۔

باب ۹

بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ

۲۴ راپریل ۱۷۷۴ء شجاع الدولہ کے قبضۂ بریلی کی تاریخ ہے۔ حافظ رحمت خاں کی موت کے دوسرے ہی دن انگریزی اثرات سرحد اودھ سے بڑھ کر پیلی بھیت آباد تک پہونچ گئے تھے۔

تاریخ ہند میں جعفر نے سراج کے خلاف کلایو سے سازش کر کے اس کے ہاتھ بنگالہ بیچ ڈالا۔ اور فیض اللہ خاں نے حافظ رحمت خاں کے خلاف سازش کر کے غیروں کے ہاتھ روہیلکنڈ فروخت کرا دیا۔ پاری لال لوئی لکھتا ہے

؎ قومے فروختند وچہ ارزاں فروختند۔[۱]

۱؎ کمپنی کی حکومت۔

اب پڑھئے آپ شجاع الدولہ کے حالات جس کی حکومت بریلی کی سرزمین پر بسنے والی آبادی کے امن و امان اور گزران کی ذمہ دار ٹھہری۔

شجاع الدولہ کے متعلق بعض رائیں۔

کرنل چمپین :- میں کیا کروں حیران ہوں۔ شجاع الدولہ کو اس کی فتح کی تہنیت دوں یا اُسکی نامردی پر ملامت کروں۔ (اخبار الصادید)

نجم الغنی خاں مورخ تاریخ اودھ :- مسند نشینی کے ابتدائی زمانہ میں سواری گذرہی تھی کہ ایک خوبصورت ہندو لڑکی نظر پڑی رات کو اس کے گھر سے اٹھوالیا اور فارغ ہو لیا لڑکی کے وارثوں کی واویلا پر عام بلوہ کی سی صورت ہو گئی شجاع الدولہ کی ماں نے بہزار دشواری یہ آگ بجھائی۔

غلام حسین مورخ سیر المتاخرین :- میر قاسم عالیجاہ کے ساتھ بدعہدی۔ جو کوئی اپنی پناہ میں آوے اور جس کے ساتھ کلام الٰہی۔ انبیا۔ اور ائمہ طاہرین کا واسطہ کر کے عہد و پیمان کیا جائے اس کے ساتھ بدعہدی کر کے اور لوٹ مار کر کے ایسے امیر با توقیر کو تنگ دھڑنگ نکال دے۔ [1]

---

[1] شجاع الدولہ کے ایسا کرنیکی وجہ یہ تھی کہ اس کی انگریزی شرائط صلح میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ میر محمد قاسم کو وہ اپنے ملک میں داخل ہونے دیگا اور نہ کبھی حمایت کریگا۔ (لایف آف کلایو بیلی)

اپنے ممالک کے وظیفہ خواروں سے ایسے بدگمان ہوتے کہ اس جماعت کو جو لاکھوں سے زیادہ تھی یکقلم روزینہ اور وجہ معاش سے محروم کردیا اُن کی آراضیات و دیہات کو ضبط کرلیا جسکے نتیجہ میں خلق اللہ ایسی تنگ ہوئی کہ بعض نے تو غیرت کے مارے اپنے اپنے گھروں کے دروازے بند کرکے شرم سے منہ نہ دکھایا اور جان دیدی اور بعض نے کاسۂ گدائی ہاتھ میں لے کر در در بھیک مانگنی شروع کردی۔

عموماً اپنے خاص آدمیوں اور ماتحتوں کے ننگ و ناموس کا پاس ولحاظ بہت کم کرتے تھے اکثر لوگوں کے مکانات بمعہ مال و اسباب بیلداروں کے ہاتھ سے کھدوا ڈالے اور اپنی عمارات خاطر خواہ بنوالیں۔ اس ظلم و بیداد کی بجز خدا کے اور کون سزا دے سکتا تھا۔

انتقام کا فرشتہ

فیض آباد میں

تاریخوں میں تو دوسرے وجوہ لکھے ہیں کوئی کہتا ہے شجاع الدولہ کے دُنبل نکلا تھا کوئی کہتا ہے حافظ رحمت خاں کی لڑکی نے نشتر مار دیا تھا کوئی کہتا ہے حافظ رحمت خاں نے خواب میں نیزہ مار دیا تھا بہرحال جس سال جنگ روہیلہ

لڑی گئی وہ سال ابھی ختم نہ ہونے پایا تھا کہ شجاع الدولہ کی زندگی سے اب ناامیدی تھی۔ بھری جوانی - ماں کی ممتا۔ ماں بدتی بیتی اس کے سرہانے آئی اور کہنے لگی تم اپنی صحت کی نیت سے پٹھانوں کے خاندان کو چھوڑ دو اور ان کی مدد معاش کے لئے وظیفہ اور کفالت مقرر کر دو تاکہ بیوہ عورتیں اور چھوٹے بچے جو رات دن آہ و نالہ کرتے ہیں اور شام و سحر تمہارے حق میں درگاہِ رب العزت میں بددعا کرتے ہیں اپنی بددعا کا سلسلہ موقوف کردیں۔ شجاع الدولہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا افغانیہ کے قید رکھنے میں بڑی مصلحت ہے کل رات میں نے خواب دیکھا ایک صحرائے لق و دق میں میرا پاؤں کیچڑ میں پھنس گیا ہے میں نے بہت زور لگایا کہ نکل جاؤں مگر نہ نکل سکا اور نہ اسوقت کوئی مددگار پایا۔[1]

شجاع الدولہ کی موت

جسکے بعد ۲۴ ذیقعدہ ۱۱۸۸ھ (۲۶ جنوری ۱۷۷۵ء) کو جمعہ کے دن شجاع الدولہ مرگیا۔ ۹ ماہ سے کچھ زاید بریلی پر اس کا قبضہ رہا۔

لکھوکھا روپیہ اُس نے انگریز کو پاٹا۔ جنگ روہیلہ اُس کے نام سے لڑی گئی۔ اُسی کے روپیہ سے لڑی گئی۔ سازش کی تکمیل اُس کے علاقہ اس کے روپیہ سے ہوئی۔ بیرون روہیلکنڈ کی تکمیل سازش کیلئے وہ بھاگا پھرا تھا۔ جنگ روہیلہ کے مظالم وجد کی قیامت تک کے لئے تاریخوں میں اُسکی بدنامی باقی رہے گی۔ لیکن اب اُسکی زندگی ایسے وفادار کی زندگی انگریز کی آنکھ کو کھٹک رہی تھی صورت یہ ہوئی کہ روہیلوں پر مظالم کی سختیاں جب ہندوستان سے گذر کر اُسکی

---

[1] تاریخ تیموریہ۔

ہولناک داستانیں ملک انگلستان تک پہنچیں تو وہاں سے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیہ تین[1] انگریز ہندوستان بھیجے گئے کہ وہ ہیسٹنگز کی بدعنوانیوں خصوصاً جنگ روہیلہ کی بھی تحقیقات کرکے رپورٹ کریں۔ انہوں نے آتے ہی پہلے روہیلکھنڈ کے معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور جنگ روہیلہ سے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔ ہیسٹنگز کے آدمی کو اودھ سے ہٹایا اور اپنا آدمی (جان برسٹو) بطور ریذیڈنٹ بھیجا۔ باقاعدہ تحقیقات شروع کی شہادتیں لی گئیں اودھ پر سختی شروع کی گئی جنگ روہیلہ کا سب سے زیادہ معتبر گواہ شجاع الدولہ تھا اور ظاہر ہے اس کی شہادت ہیسٹنگز کے خلاف ہوتی اب پڑھیے شجاع الدولہ کی موت کی وجہ۔

"یہ خیال کرنے کے وجوہ موجود ہیں کہ آئندہ سال جنوری میں اس کا (یعنی شجاع الدولہ کا) انتقال کلکتہ کی مجلس کی جدید پالیسی کی وجہ سے ہوا (۲) اور میر تقی نے یہ بتایا کہ شجاع الدولہ کے علاج میں انگریز شریک تھے۔ وہ اطبا و فرنگیوں نے بیحد سعی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔۔۔ (۳)

بنگال میں ایک اور معزز گواہ ہیسٹنگز کے مخالف راجہ نند کمار تھا اس نے فرانسس کو ایک خط بھیجا جس کے ساتھ منی بیگم کا خط بھی تھا جس میں بیگم نے اقرار کیا تھا کہ ہیسٹنگز اس سے رشوت کے طور پر لاکھوں روپیہ وصول کرچکا ہے (۱) سر ایلیجاہ چیف جسٹس

(۱و۲) ٹرانٹر (۳) ذکر میر نے تین مگر ملکم نے چار بتلائے ایک پوتھا بارول منٹو گینی کی جگہ مقرر۔

کلکتہ ہائی کورٹ ہیسٹنگز کا ہم سبق اور دلی دوست تھا۔ فوراً اس کے یہاں جعلسازی کا ایک مقدمہ راجہ نند کمار کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا اور ۵ اگست ۱۷۷۵ء کو راجہ نند کمار کو پھانسی دیدی گئی۔

باب ۱۰

وارن ہیسٹنگز

وارن ہیسٹنگز کے ابتدائی حالات شروع کرنے سے پہلے چونکہ بات چھڑی ہوئی ہے اسلئے ارکان کمیشن کا ذکر ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جس کی ابتدا اسوقت سے ہوگئی تھی جبکہ کرنل چمپین ابھی روہیلہ جنگ سے کمی ہوئی فوجیں لیکر واپس نہ ہوا تھا۔ یعنی اکتوبر ۱۷۷۴ء۔

ہیسٹنگز ایسے کمیشن کی کیا پرواہ کرتا جب یہ لوگ ساحل بنگال پر اترے تو ان کے استقبال کا نہ کوئی خاص انتظام اس نے کیا اور نہ فوجیں ہی روانہ ہوئیں ہیسٹنگز ان سے اپنے مکان پر ملا نہ کہ دفتر میں اور سخت شکایت اُس کے اس طرز عمل کی انہوں نے ہیسٹنگز نے کچھ باتیں بنادیں۔ بہر حال تحقیقات کرتے ہوئے انہوں نے ہیسٹنگز سے کہا کہ وہ تمام خط و کتابت پیش کرے جو وہ اپنے اودھ کے ایجنٹ سے کرتا رہا ہے اسپر وہ سخت برہم ہوگیا اس نے کہا کہ جو جو خطوط ایک خاص اعتماد سے اور انتہائی راز میں لکھے گئے ہیں ان کے پیش کرنے میں

اُسے کوئی طاقت مجبور نہیں کر سکتی مجھے تفصیلات میں پڑنے کی ضرورت نہیں صرف یہ دکھانا ہے کہ ارکانِ کمیشن اور تحقیقات کا نتیجہ کیا ہوا۔

ممبرانِ جدید نے ہیسٹنگز کے خلاف ناظماں کو لکھا کہ اس نے ایک بیگناہ معصوم قوم کے خلاف جنگ کی[1] اور یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ ہیسٹنگز نے ڈھائی سال کے عرصہ میں قطعی طور پر چالیس لاکھ روپیہ حاصل کیا[2] ارکانِ کمیشن میں سے دو تو ہندوستان میں مر گئے - اکتوبر ۱۷۷۴ء میں یہ لوگ آئے تھے مگر ۱۷۷۶ء میں مانسن مر گیا۔ اُسکے مرنے سے پہلے ہیسٹنگز جس مصیبت میں مبتلا تھا اُن ذلتوں اور مصیبتوں سے چند ماہ کے لئے اُسے نجات مل گئی۔ اگست ۱۷۷۷ء میں سر جان کلیورنگ بھی مر گیا یہ لوگ کیوں مر رہے تھے. شاید کہ ہیسٹنگز کے سوانح نگار (ٹراٹر) کے لفظوں سے کچھ روشنی پڑ سکے. ٹراٹر لکھتا ہے.

"اگر یہ صحیح ہے کہ (ہیسٹنگز کی) شادی کے مہمانوں میں (کلیورنگ) بھی شریک تھا تو اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہیسٹنگز کسقدر فراخ دل تھا اور اُسکا منشا کبھی مغلوب غنیم کو ستانے کا نہ تھا۔ کلیورنگ کی نقاہت کے جو کچھ بھی اسباب ہوں اُسکی علالت کا شادی کی دعوت سے کچھ تعلق نہیں سر ایلیجا امپی کی ملاقات کر کے جب وہ اپنے مکان واپس ہو رہا تھا تو راستہ ہی میں علیل ہوا اور پندرہ دن کے اندر انتقال کر گیا۔"

اب ہیسٹنگز نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ بڈھے (کلیورنگ) کے

---

[1] ٹراٹر صفحہ ۷۸ [2] ٹراٹر صفحہ ۵۵

مرنے سے ہماری مجلس میں سکون پیدا ہوگیا ہے۔

اب رہا ایک فرانسس ہیسٹنگز اور فرانسس[1] نے عین مجلس کے وقت ایک دوسرے پر گولی چلائی ہیسٹنگز بچ گیا فرانسس زخمی ہوا اور اچھے ہونے پر ہیسٹنگز کو معزول کرانے کے لئے انگلستان چلا گیا اُسکی روانگی کے بعد ہیسٹنگز کو ایک مرتبہ اور چین نصیب ہوا مگر جنگ روہیلہ کے بعد ہی سے اُسے چین ملنا ہی نہ تھا۔

جسطرف وہ دیکھتا تھا مطلع مصیبت سے ابر آلود نظر آتا تھا بغرض یہ ہوا نتیجہ کمیشن تحقیقات کا۔

جسطرح کوے ایک زخمی گدھ پر ٹوٹ پڑتے ہیں اسی طرح ہیسٹنگز کے دشمن اُس کی مصیبت کے وقت اُسکے خلاف کمربستہ ہوگئے ..... معاملات کا یہ رنگ دیکھ کر تو کچھ عرصے کے لئے ہیسٹنگز کے پاؤں بھی لڑکھڑا گئے۔ ملکی عام حالت بھی امید افزا نہ تھی ہندوستان کی ہر سمت میں اور ملک کی ہر طاقت سے یا تو جنگ چھڑ چکی تھی یا چھڑنے والی تھی۔ خزانہ خالی تھا قرضہ بڑھ رہا تھا حکومت کے مصارف بیجا طور سے بڑھے ہوئے تھے دستور اس کا عیبوں سے پر تھا رشوت کا بازار گرم تھا تجارت گر رہی تھی ملک افراد کی سفاکیوں سے نالاں تھا ذرایع اُس کے کھوکھلے ہو چکے تھے۔

یہ تھی ہیسٹنگز کے زمانہ میں اُس کی انتظامی قابلیت کی ایک ہلکی سی جھلک۔

" وارن کے باپ کا نام پنیسٹن تھا وارن کی پیدائش کے چند روز بعد اُسکی ماں مرگئی جسکے چند ہفتے بعد اسکا باپ بھی اُسے چھوڑ کر چلا گیا اور

[1] مصنف سیر المتاخرین نے بارول کا نام لکھا ہے اور ڈاکٹر فرانسس کو

پھر واپس نہ آیا بہر حال پنشن کی وجہ سے اُس کے بیٹے میں وہ آبائی اثر آگیا
جس سے آئندہ اس کا کیرکٹر بنا۔ مسٹر برک نے تو اُسے اعلانیہ لفنگا احمق
دیوانہ بتایا۔ وارن کی پرورش اس کے دادا نے کی۔ وارن کو اپنے زمانہ
تعلیم کے دو برس یتیم فاقہ کشی میں گذرے جس سے اُس کی اٹھان ٹھٹھر
گئی جس کا لازمی اثر اس کی طاقت و صحت پر پڑا۔ جسم اس کا کمزور نحیف تھا مرشدآباد
میں جو انگریز گرفتار ہوئے ان میں وارن بھی تھا۔ جنگ روہیلہ کے بعد وہ
گیارہ برس تک ہندوستان میں اور رہا اور نہایت آوارگیوں پریشانیوں
میں یہ زمانہ گذار کر ۱۳ جون ۱۷۸۵ء کو پلی ماؤتھ پہنچا۔ انگلستان
روہیلہ بربادی اور ان کے خون بیگناہی کی کوندتی بجلی وہاں سپہ گری یعنی دشمنوں
کے ستم سے امن اور پبلک کے ہاتھوں سے اپنی سابق خدمات کا صلہ
حاصل کرنے کی توقع بہت جلد خواب و خیال بن کر رہ گئیں۔ ایک ہفتے کے
اندر ہی مسٹر برک ممبر پارلیمنٹ مجلس مبعوثین کو اپنے ارادہ سے
آگاہ کر چکا تھا کہ ایک صاحب جو ابھی ہندوستان سے تشریف لائے ہیں
ان کے خلاف میں ایک تحریک پیش کرنے والا ہوں۔

چنانچہ فوج کے ایک مسلح سارجنٹ نے ہیسٹنگز کو مجلس اعیان کے سامنے
گرفتار کر کے لا کھڑا کیا جہاں فرد قرار داد جرم اُسکو سنائی گئی اور مقدمہ میں
آتش بیان مقرر مسٹر برک نے اُسکے خلاف مظالم روہیلہ بابت
ایک دردناک اور طولانی تقریر کی تو اس کوشش کر بعض خواتین چیخ مار
کر بے ہوش ہو گئیں بیگمات اودھ والے معاملہ پر شریڈن نے ایک مبسوط

تقریر کی چکے ختم پر شیرڈن خود غش کھا کر مسٹر برک پر گر پڑا۔ یہ مقدمہ سات برس تک چلتا رہا۔ سات سال کے سخت جانکاہ انتظار کے بعد وہ مقدمہ سے بری تو ہو گیا لیکن دنیوی دولت کے اعتبار سے وہ بالکل محتاج ہو گیا۔ اس کا کوئی وظیفہ تو تھا نہیں ابتک محض آمدنی پر انحصار تھا، اس کی واپسی کے وقت سے ۲۸ سال کے لئے چار ہزار پونڈ سالانہ کا وظیفہ اور پچاس ہزار پونڈ کا قرض بغیر سود اسکو دیا گیا۔ بالآخر وظیفہ اس کی زندگی کے لئے اور بقیہ قرضہ معاف کر دیا گیا۔

عدالت کے وہ انبار جو ہیسٹنگز نے بنگال سے گھسیٹ کر لایا تھا مقدمہ کے سیلاب میں بہہ نکلے سلہ

مقدمہ میں ستر ہزار پونڈ سے زیادہ خرچ ہو گئے۔ اب وہ محتاج تھا۔ اس نے کہا مجھے یہ صلہ ملا کہ مال و متاع میرا ضبط ہوا۔ ذلت میں نے اٹھائی اور باقی عمر مقدمہ کی پیروی میں کاٹی۔

کمپنی کے کارندوں پر لنڈن میں جو مقدمات چلائے گئے انمیں اپنی نوعیت و شہرت کے اعتبار سے وارن ہیسٹنگز کا مقدمہ وہ مقدمہ ہے جس کی نظیر موجود نہیں۔

سلہ کمپنی کی حکومت۔

ہیسٹنگز کی موت

اب روپیہ کی اور سامان عیش کی کمی کے سبب سے شہری سکونت وہ نہ کرسکا۔ ڈیلسفورڈ گانوں میں رہنے لگا۔ ہند کا حکمراں۔ ہندوستان کا نواب عمادالدولہ نواب گورنر جنرل مسٹر ہیسٹنگز بہادر جبارت جنگ گانوں میں جلا رہا تا تھا۔ ہیسٹنگز کی کوئی بات سچی بن کر اس کے حلق سے کبھی شاید نہ آتی ہوگی۔ شاید اسی لئے جولائی ۱۸۱۸ء میں اس کے حلق میں ورم پیدا ہوا اپنی بیوی کی محتاجی کی فکر اس کو پریشان کردیتی تھی مرض کی اسکو نہایت سخت تکلیف تھی۔

حافظ رحمت خاں کی بیگناہ بیگم کا حال آپ نے اوپر پڑھا کہ ایک مٹھی چاول ایک قطرہ پانی کو وہ ترستی۔ سنا بھی ہے اور پڑھا بھی کہ جو جیسا کرے گا ضرور اس کے آگے آئیگا پس ہیسٹنگز آج اپنی بیوی کے گذارے کیلئے بھیک مانگ رہا تھا اور اسے ملتی نہیں تھی اسی حالت میں ۲۲ر اگست سنہ ۱۸۱۸ء کو وہ مرگیا[1] انتقام قدرت کا کیسا کھلا مظاہرہ ہے کیسا کانٹے کی تول انصاف قدرت کا ہے۔

حافظ رحمت خاں اور روہیلوں کے خونِ ناحق کی کوندتی بجلیاں کیا کیا

---

۱ ٹراٹر۔

گریں احمد خاں بنگش پر۔ فتح خاں خانساماں اور دوندے خاں کے گھرانے پر۔ ضابطہ خاں پر۔ عبداللہ خاں پر محتشم خاں پر۔ شجاع الدولہ پر اور ہندوستان سے سمندر پار ہیسٹنگز کے سر پر۔

باب ۱۱

بریلی کا مالک آصف الدولہ ہزبر جنگ

مرزا یحییٰ۔ مرزا امانی۔ لکھ داتا۔ شجاع الدولہ کے بعد یہ اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ انگریزوں کی تقدیر کھل گئی۔ انگریزوں کے پوبارہ ہو گئے[۱] آصف الدولہ کے زمانے میں اودھ ایک کھلونا تھا جس سے کمپنی بہادر کے نائبانِ سلطنت اپنے اپنے وقتوں میں کھیلتے اور جی بہلاتے رہے[۲] آصف الدولہ نے فیض آباد سے دار الحکومت لکھنؤ منتقل کیا۔

ہزبر جنگ کیسے تھا۔ ناقص الخلقت۔ اوپر کا دھڑ بڑا۔ تلے کا دھڑ کمر سے پاؤں تک چھوٹا۔ جب بیٹھ جاتا تو خوش قامت جوان معلوم ہوتا کھڑا رہتا تو آدمیوں کی کمر تک پہونچتا۔ ہاتھوں کی انگلیاں موٹی

۱۔ تاریخ اودھ نجم الغنی خاں ۲۔ شباب لکھنؤ۔

موٹی موٹی چہرہ گردن کان سب کی ایک سطح۔ قدرت خدا کا ایک عجیب نمونہ اور کھلونا تھا۔ اتالیق ہر وقت تربیت میں کوشاں رہتے۔ میوے اور پھلوں کی ڈالیاں روزانہ سامنے آتیں۔ اتالیق نے ایک دن کہا کوئی چیز پسند فرمایئے جھپٹ کر شکر قند اٹھا لیا روزانہ کھیلنے لگے اتالیق نے بہت منع کیا نہ مانا آخر چھین کر پھینک دیا اور منع کر دیا کہ شکر قند اور کیلے نہ لائیں جائیں۔ اصلیت یہ تھی کہ آصف الدولہ کے ساتھ اس کے بد وضع ہمنشین خلاف وضع فطری کا کام کرتے تھے۔ [١] باپ کو خبر ہوئی تو اکثروں کو گومتی میں غرق کرا دیا ابتدائے حکومت میں شراب بہت پیتا تھا اس کے بعد بھنگ پینے لگا اور پھر افیون کھانے لگا۔ طبیعت تھی طفلانہ کبھی دس روپے کی چیز سو روپے میں خرید لی اور کبھی سو روپے کی چیز کے دس روپیہ لگا دیتے۔ دن رات کھیل کود چوپڑ بازی مرغبازی بٹیر بازی پتنگ بازی میں گذرتا یا ایک باغ سے دوسرے باغ میں گھومتا اور چکر کاٹتا رہتا ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ ایک گھڑی امور مملکت میں متوجہ ہو۔ یہ تھا نواب وزیر جنگ اودھ اور روہیلکھنڈ جیسے وسیع ملک کے امن و امان اور رعایا پروری کا ذمہ دار مگر اس نے مان برسٹو (رزیڈنٹ) کو بھائی بنا لیا اور حکم دیدیا کہ وہ جو کہے وہ کرو۔ وارن ہیسٹنگز چھ مہینہ تک اس کے زمانے میں لکھنؤ پڑا رہا۔ [٢] وزیر جنگ کے زمانے میں بریلی کا حاکم صورت سنگھ مقرر

---

[١] سیر المتاخرین۔ فیض بخش [٢] میر تقی۔ خواجہ احمد۔

ہوا۔ بلاسرلائے نے دو کروڑ روپیہ میں روہیلکنڈ کا ٹھیکہ لیا اور عام رعایائے روہیلکنڈ بدتوں بربادرہی غربا۔ مساکین۔ علما۔ فضلا۔ گوشہ نشینوں پر حشر برپا ہوگیا۔ ساہوکاروں بقالوں کو لوٹنا شروع کرکے نان شبینہ کو محتاج کردیا پھراس کا نتیجہ بھی برا پایا۔ دیوان بانرلائے کے لڑکے بنسی دھرنانک چند بخت مل بھی سزایاب ہوتے بے عزت ہوتے خوب مار پڑی۔ پھر راؤ پہاڑ سنگھ نے ٹھیکہ لیا جب روپیہ فراہم نہ ہوا تو وہ سختیوں کی وجہ سے مرگیا اس کے لڑکے پر جو سختی ہوئی جے گوپال سنگھ تو وہ ٹھیکہ سے دست بردار ہوگیا۔ رما نرلائے۔ راؤ پہاڑ سنگھ دونوں حافظ رحمت خاں کے دیوان تھے، پھر کندن لال نے چالیس لاکھ سالانہ پر ٹھیکہ لیا اور روپیہ فراہم نہ ہوسکا تو بقالوں ساہوکاروں کو لوٹنا شروع کردیا۔ حافظ رحمت خاں نے جس ملک کو برسوں میں آباد کیا تھا اس نے دو تین ماہ میں ویران کردیا صورت سنگھ گورنر بریلی نے کندن لال کا گھر بار ضبط کرکے اس معزول اور قید کردیا۔

آصف الدولہ کے مسند نشین ہوتے ہی روہیلہ قیدیوں پر سخت ظلم شروع ہوگئے ان کے خرچ خوراک میں کمی کردی گئی یہ بھی چاہا گیا کہ ان کے متعلقین سے روپیہ وصول کیا جائے ان ہی سختیوں سے پچیس قیدی مرگئے جن میں ایک شاہ مدن بھی تھے یہ اولاد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ کی تھے[1] خاتم جنگ۔ روہیلہ ہوگئے ہیں

---

[1] نامہ مظفری تاریخ شاہ آباد ضلع ہردوئی۔

ہوئے ایک لاکھ کا مال و اسباب ضبط ہوا تمام روہیلکھنڈ میں ان کا احترام کیا جاتا تھا ان کے یہاں عرس میں ہر سال تیس ہزار آدمی جمع ہوتا شجاع الدولہ کے رازدار مصاحب تھے مگر حافظ الملک کے بھی راز دار تھے۔

آصف الدولہ کی مسند نشینی پر روہیلکھنڈ کے مسلمانوں پر جبر و تشدد شروع ہو گیا مولوی محب علی خاں عباسی نے یہ زمانہ اپنی آنکھ سے دیکھا وہ لکھتے ہیں" روہیلکھنڈ میں آصف الدولہ نے شیعہ مذہب پھیلانے کی کوشش کی اور جنھوں نے انکار کیا ان کی جاگیریں ضبط کر لی گئیں۔ [1]

۱۷۷۵ء کے تقریباً نصف سال ۱۷ شعبان ۱۱۸۹ھ میں روہیلہ جنگ کے قیدی چھوڑ دیئے گئے اور اودھ سے ان کا جو حافظ رحمت خاں دوندے خاں وغیرہ کے خاندانی تھے۔ ہیسٹنگز نے وظیفہ اور جاگیریں مقرر کرا دیں کیونکہ روہیلہ سے ہمدردی اور انگریزی مظالم کی آوازیں ہندوستان سے گذر کر انگلستان پہونچ چکی تھیں ایک کمیشن روہیلہ جنگ کی تحقیقات کر رہا تھا۔ ہیسٹنگز اسوقت نہایت بدحواس و پریشان تھا وہ استعفا بھی دے چکا تھا اگرچہ ابھی منظور نہ تھا اس لئے گھبرا کر اس نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا۔

---

[1] آئینہ عباسی۔

حافظ رحمت خاں کی گورنمنٹ نے سامانِ تجارت پر سے محصول معاف کر دیا تھا انگریز اور آصف الدولہ سے جو معاہدہ ہوا اس کی رو سے یہ محصول پھر قائم ہو گیا جس سے دیسی تجارت کو نقصان اور انگریزی تجارت کو بڑا نفع ہوا۔ ۲۰ جولائی ۱۷۷۹ء کو اس معاہدہ کی یادگار میں ایک نیا سکہ چلایا گیا۔ بریلی کا نام آصف آباد رکھا گیا۔ حافظ رحمت خاں کی ٹکسال بریلی تھی بجائے اس کے فرخ آباد مقرر ہوئی۔

حافظ رحمت خاں کے لڑکے حرمت خاں نے پیلی بھیت پر قبضہ کرنا چاہا اور کافی جماعت اکٹھی کرلی۔ آصف الدولہ نے خبر پاکر فیض اللہ خاں کو لکھا اس نے اپنی فوجیں مقابلہ پر بھیج دیں وہ شکست کھاکر پہاڑوں میں چلے گئے پھر وہاں سے ضابطہ خاں کے پاس گئے۔ حافظ رحمت خاں کے بیٹوں کے پاس اسوقت رکھا ہی کیا تھا خود انکا گذارہ اودھ کے وظیفہ پر تھا تاہم سعی اور تقدیر آزمائی جو جس کی سمجھ میں آئی کی۔ حافظ رحمت خاں کی شہادت ہی کے دن بریلی پر شجاع الدولہ کا قبضہ ہو گیا مجبوراً ذوالفقار خاں اور رحمت خاں دونوں نے شجاع الدولہ سے موافقت کرنا چاہی جو نہ ہوسکی اب حرمت خاں نے بندیہ کوشش شروع کی مگر شکست ہو گئی تو مدد کرنے سے ضابطہ خاں نے انکار کر دیا پھر وہ دہلی کے بادشاہ کے پاس گئے اور مدد چاہی اس نے انکار کر دیا۔ وہاں سے وہ سیندھیا کے پاس گئے اس نے

مدد دینے سے انکار کر دیا تو مجبور ہو کر بہزار خرابی تیمور شاہ کے پاس افغانستان پہونچے وہاں بھی کامیابی کی کوئی صورت نہ نکل سکی تو واپس ہو کر مراد آباد کی سکونت اختیار کر کے رہنے لگے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

حافظ رحمت خاں کے انتقال کے بعد فیض اللہ خاں پر کیسی گذری۔ اس کی تفصیلات کے لئے اخبار الصنادید دیکھنا چاہیئے یہاں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اب نو پرگنہ کا جاگیردار فیض اللہ خاں اپنے خزانے زبردست ہیسٹنگز کی لوٹ کھسوٹ سے بچا نہ سکتا تھا چنانچہ ہر چند فیض اللہ خاں پھڑپھڑایا لیکن اس کی جان نہ چھوٹی جب تک ہیسٹنگز نے پندرہ لاکھ وصول نہ کر لئے۔

غرض جنگ روہیلہ پر اب بیس[2] سال گذر چکے تھے فیض اللہ خاں اگر روہیلوں کے حق میں بغلی گھونسہ تھا تو اس کی بھی زیرِ بغل کوکھ میں ایک پھوڑا نکلا اور جگر تک کو سڑا دیا اور ۱۷ر جولائی ۱۷۹۴ء کو رام پور میں مر گیا۔ آصف کے یہاں اس کے بیٹے وزیر علی خاں کی شادی فیض اللہ خاں نے اپنے بیٹے محمد علی خاں کو بھیج دیا تھا فیض اللہ خاں نے اسی کو اپنا ولیعہد کیا تھا اور اس سے بہت محبت کرتا تھا۔ آصف الدولہ نے محمد علی خاں کو اپنا بیٹا بنا لیا اور سُنّی سے شیعہ بھی کر دیا[1] بہر حال فیض اللہ خاں کے مرنے پر محمد علی خاں شیعہ اُسکا جانشین ہوا۔

---

[1] شباب لکھنؤ [2] قیصر التواریخ۔

بیس سال گذرے ہیسٹنگز روہیلوں کو اپنی دانست میں نیا میٹ کر چکا تھا مگر آج روہیلہ راج ایسے کہ رام پور شجاع الدولہ سے فیض اللہ خاں کو جاگیر ملا تھا، رامپور کو اپنے فولادی پنجہ میں دبوچے ہوتے تھا چنانچہ رامپوری مورخ لکھتا ہے۔ محمد علی خاں کی اس حرکت سے روہیلوں میں "ایسی آگ لگی جیسے بن میں آگ لگے" سلہ

روہیلوں نے محمد علی خاں کو قتل کرادیا اور فیض اللہ خاں کے دوسرے لڑکے غلام محمد خاں سُنی کو مسند نشین کیا۔ محمد علی خاں کے متعلق رامپوری مورخ نے ظاہر کیا ہے کہ وہ۔

"غرور گھمنڈ۔ خود ستائی کا مخترع۔ حُبّ جاہ نمود اور شیخی کا موجد۔ تندخو۔ ترشرو۔ کج رائے۔ خودستا۔ ناحق کوش۔ مینوش غصہ جلد آجاتا تھا۔ مادۂ انتظامی نہ تھا۔۔۔۔۔ چھٹپن سے مراق کا عارضہ تھا" سلہ

آصف الدولہ کو جب محمد علی خاں کے قتل کی خبر پہونچی تو وہ بہت بگڑا غلام محمد خاں نے چوبیس لاکھ رشوت کا اشارہ کیا آصف الدولہ ڈھیلا پڑا مگر اسوقت گورنر جنرل سرجان شور تھا۔ ہیسٹنگز اس کا محسن و مربی تھا۔ اُسے تباہی روہیلہ کے بعد روہیلوں کی یہ قوت و طاقت بہت گراں گذری کیونکہ رامپور تو انگریز کے پنجۂ فولادی میں جکڑا جا چکا اور روہیلہ

سلہ سلہ اخبار الصنادید۔

اثر وہاں سے مٹا دیا گیا تھا۔ پہلے یہ رائے ہوئی کہ جاگیر ضبط کر لی جائے مگر پھر فوج کشی ٹھہر گئی۔ باری لایل پدری لکھتا ہے۔

۱۷۹۳ء میں پارلیمنٹ کا ایک ممبر ایسٹ انڈیا کمپنی کو مل چکا تھا کہ ملت انگلشیہ کمپنی کی مداخلانہ حکمت عملی اور منفرت جویانہ سرگرمیوں کو اپنی خواہش اور عزت کے خلاف خیال کرتی ہے لیکن سر جان شور گورنر جنرل بنگال نے جس کا محسن و مربی وارن ہیسٹنگز تھا خواہ مخواہ روہیلوں سے جنگ مول لی۔

جو جیسا کرے گا اس کے آگے نہیں تو اس کے اولاد کے آگے آئیگا۔

باب ۱۲

آصف الدولہ اور انگریز کی چڑھائی رامپور پر

فیض اللہ خاں سازش کر کے حافظ رحمت خان پر شجاع الدولہ اور انگریز کو چڑھا لایا تھا۔ آج آصف الدولہ کو ساتھ لے کر انگریز فیض اللہ خاں کے بیٹے پر چڑھ دوڑا ہے۔ نہایت قابل عبرت حالات ہیں اس جنگ کے۔ خدا کی پناہ۔

روہیلہ تاریخ سے جلد گزرنا چاہتا ہوں لیکن حالات ہر ہر قدم

۱؎ کمپنی کی حکومت۔

پیراستہ رنگ کر گرفتہ ہو جاتے ہیں، اور حالات سے پیچھا چھڑا لیں تو تاریخ نگاری تشنہ رہی جاتی ہے اس لئے یہیں ذکر کر دوں۔ حافظ رحمت خاں سے فیض اللہ خاں نے یہ کہا کہ عنایت خاں آپ کو معزول کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ایسا کہنا غلط اور فریب تھا۔ اب خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ فیض اللہ خاں کا لڑکا محمد علی خاں، سچ مچ فیض اللہ خاں کو معزول کرنے پر آمادہ ہو گیا ملاحظہ ہو تاریخ رام پور کا انتخاب۔

خلف انہیں تھا اک محمد علی۔!
اسی پر پدر کی تھی شفقت دلی
لہذا اسے اپنے جیتے ہی جی۔!
زر دے دلی عہدی و دستاردی
ہوئی ملک اور فوج پر دسترس
پدر کی طے جا ہوئی یہ ہوس
جو یہ بدخیال اس کے دلمیں ہوا
کہ مسند سے دور ہیں پدر کو اٹھا
تو دریافت یہ کر کے اسکا خیال
وہ نوابِ ذی عقل اور خوشہ سال
نہایت ہی آزردہ خاطر ہوا
بہت دلمیں بیٹے سے نافر ہوا
کیا حکم آوے نہ دربار میں
رہے جو گھر اور ہے گی آرام میں

بہر طور چڑھائی کی خبر سنکر غلام محمد خاں بہت پریشان ہوا اور
نے جنگل میں پناہ لینا چاہی روہیلوں نے ایک نہ چلنے دی اور بالآخر
اسکو لیکر جنگ کے لیے نکلے دریا کے کنارے آکر غلام محمد خاں چڑھ چل
گیا اس نے میدان جنگ کبھی کاہے کو دیکھا تھا اس نے دریا کے اس
طرف اپنا قیام رکھنا چاہا روہیلوں نے یہ بھی نہ کرنے دیا اور میدان
جنگ میں آئے لے گئے۔

یہ لڑائی ضلع بریلی میں موضع بھٹورہ لوگواں پر بریلی سے چھ
کوس پچھم کیطرف لڑی گئی جہاں سے چند میل آگے دو دریا بہتے ہیں
اور یہ موضع بھٹورہ کہلاتا ہے۔

سر جان شور گورنر جنرل بنگال کے حکم سے جنرل ابر کرمبی فرخ
آباد سے کانپور کا کمپ بھی ساتھ لے کر بریلی پہونچا اس کے ساتھ بڑے
افسروں میں یہ لوگ تھے۔

(۱) کرنل جارج برنگٹن (۲) میجر تھامس پالٹن (۳) کپتان جان مد
(۴) کپتان نار میکلیڈ (۵) کپتان جان ترڈونٹ (۶) لیفٹیننٹ اینڈ ریو کمنگ
(۷) لیفٹیننٹ ایڈمنڈ ویلز (۸) لیفٹیننٹ ولیم ہنگمن (۹) لیفٹیننٹ جانسن
ریچارڈسن (۱۰) لیفٹیننٹ جان پلمر (۱۱) لیفٹیننٹ برٹ (۱۲) لیفٹیننٹ ولیم
اڈمل (۱۳) لیفٹیننٹ ایڈورڈ بگر (۱۴) لیفٹیننٹ ولیم ورکر (۱۵) لیفٹیننٹ
ہیس ملفرڈ

نواب وزیر آصف الدولہ بڑے سامان بھیڑ بھاڑ فوجوں توپخانے

کے ساتھ چلے انگریزی فوج بریلی میں آصف الدولہ کا انتظار کر کے میدان جنگ پہونچگئی مگر ہر نر جنگ کے قدم بہت سست پڑ رہے تھے بالآخر میدان جنگ سے ۲۹ میل دور قیام کر گئے۔ کس قدر مشابہت حافظ رحمت خاں کی جنگ اور اس جنگ میں حسب بیان عماد السعادت اس جنگ میں شجاع الدولہ نہ آنے پایا۔ اور اس جنگ میں آصف الدولہ نہ آنے پایا۔ غرض ۲۴ر اکتوبر ۱۷۹۴ء جمعہ کے دن جنگ ہوئی۔ غلام محمد خاں کے ساتھ میں روہیلہ فوج کا سپہ سالار نجو خاں بہادر تھا مستقیم خاں کا لڑکا اور مستقیم خاں پسر شیخ کبیر جن کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے دوسرے بہادر بلند خاں سرفراز خاں تھے۔

غرض لڑائی شروع ہونے پر روہیلوں نے سخت معرکہ کیا نجو خاں کی تلوار ایک توپ پر اتفاق سے ایسی پڑی کہ توپ کو کاٹ کر اندر گھس گئی اور پھر نکل نہ سکی روہیلہ فوجیں اور سردار انگریزی فوجوں کے اندر گھس کر فوجوں کو کاٹ رہے تھے یہ مقابلہ کپتان رامزی سے تھا کہ اس کو شکست ہوتی۔ روہیلہ گولہ بارود کا ذخیرہ ایک انگریزی گولہ گرنے سے اڑ گیا۔ سرفراز خاں نے لٹھ سے مار مار کر انگریزوں کو گرا دیا ایسے نازک موقع پر غلام محمد نے یہ حرکت کی کہ فتح کا نقارہ بجوا دیا۔

روہیلہ فوج اب غافل ہو کر انگریزی فوج کی لوٹ میں مشغول

ہو گئی جنرل ابر کرمبی۔ نے جو یہ حال دیکھا تو دو یا چار تو پیں روہیلوں کے داہنی طرف گھما کر لگا دیں اور فیر شروع ہوتے۔ روہیلے کی فوج پھر سنبھلی کہ دلیر خاں کال زئی معہ اپنی فوجوں کے بھاگ کھڑا ہوا صد ہا روہیلہ سپاہی انگریزی گولہ باری سے جل بھن گئے زمین آسمان دھواں دھار ہو گیا نجو خاں بلند خاں اور دوسرے سردار لڑنے والوں کو مدد نہ ملی اب غلام محمد خاں بھی بھاگ کھڑا ہوا غلام محمد خاں کی ایک حرکت سے جیتی ہوئی لڑائی شکست سے بدل گئی روہیلہ فوجوں سے میدان صاف ہو گیا۔

اس لڑائی میں روہیلوں نے شجاعت کا ایسا حیرتناک مظاہرہ کیا کہ اسپر تعجب ہوتا ہے ہم نے جن انگریز سرداروں کے نام اوپر لکھے ہیں ان کے علاوہ جملہ پچاس سردار ڈھائی سو گورہ۔ ستر سو سپاہی کل دو ہزار فوج انگریزی اتنی ہی دیر میں روہیلوں نے کاٹ کر ڈالدی اور زخمی تو بے شمار ہوئے جو بریلی بھیجدیے گئے کرنل جارج برمگٹن جو سلطان ٹیپو کی لڑائیوں میں بہادری کے کارناموں سے نام پیدا کر چکا تھا نجو خاں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ تمام انگریزی فوج تلوار سے کٹی۔ نجو خاں۔ بلند خاں وغیرہ اور ایک ہزار روہیلہ فوج توپ کے گولوں سے ماری گئی۔

اودھ کی طرف سے بریلی کا حاکم اسوقت شمبھوناتھ تھا نجو خاں بلند خاں کے سر کٹا کر شمبھوناتھ کے آدمیوں کے ہاتھ آصف

الدولہ کے پاس لاہی کھیڑہ کے پل پر جو وہاں پڑا ہوا تھا بھیجے گئے اور پھر واپس ہو کر لاشہ کے ساتھ میدان جنگ کے کھیڑے پر دفن کئے گئے۔ آصف الدولہ نے خوش ہو کر توپوں کے فیر کرائے اور میدان جنگ کی طرف چل پڑا۔ ان پندرہ مقتول سرداران انگریزی کو جن کے نام لکھے جا چکے ایک پتھر کے مینار کے اندر دفن کر دیا گیا جس کے گرد چار دیواری کھچی ہے اور سر جان شور گورنر جنرل بنگال کے حکم سے ان کے نام مینار پر لکھے گئے۔ بقیہ انگریزی سپاہ و سردار جو مارے گئے انھیں خندقوں میں ڈال کر پاٹ دیا گیا۔ آصف الدولہ جب میدان جنگ میں پہونچا تو اس نے تین ہزار انسانوں کا دریائے خون دیکھا۔ روہیلہ لاشوں کے دفن کا انتظام بہادر علی سے کرایا۔ لوگوان بھوڑرہ ملا کر اس جگہ کا نام بھی فتح گنج رکھا گیا۔ یہ نجو خانی جنگ کے نام سے مشہور ہوئی۔[۱] فتح گنج کا میدان روہیلہ شجاعت کا دوسرا مشہد ہے۔

ہم نے یہ میدان بھی جا کر دیکھا ہے ایک پختہ احاطہ کے اندر نجو خاں و بلند خاں کی قبریں ہیں قریب ہی ایک مینار پختہ کھڑا ہے۔ دوسری طرف وہ انگریزی مدفن ہے جس کا ذکر ہوا نجو خاں کا پالا ہوا ممولا پرندہ اس کی چھوٹی سی قبر پختہ اور انہیں کے گھوڑے کی پختہ قبر ہے۔

---

[۱] تذکرہ حکومت المسلمین

فیض اللہ خاں کا لڑکا غلام محمد خاں میدان جنگ سے بھاگ کر اسی دن رامپور اور وہاں سے گھر بار کے لوگوں اور خزانے لے کر قطا چور کے جنگل میں جا چھپا۔ رعایائے رامپور عورتیں بچے پیادہ گرتے پڑتے وہیں کو چلے۔ جو خاندان نہ جا سکے وہ رہ گئے۔ اب انگریز اور آصف الدولہ ان کے پیچھے دامن کوہ میں ڈیرے ڈالکر پڑ گئے۔ غلام محمد خاں کے ساتھ تمام بہادر روہیلے بھی تھے انہوں نے انگریزی فوجوں کو بندوقوں کی باڑھ مار کر سخت پریشان کیا۔ فیض اللہ خاں کے وقت کا کثیر خزانہ غلام محمد خاں کے پاس موجود تھا فیض اللہ خاں سخت منحوس تھا۔ وہ ایک دفعہ پالکی میں بیٹھ کر کہیں جا رہا تھا کہ ایک روپیہ پالکی میں نیچے گر گیا جہاں گرا وہاں کیچڑ تھی اب سواری رک گئی ساتھ کے سواروں نے ہر چند تلاش کیا مگر نہ ملا مجبور ہو کر ایک سوار نے اپنے پاس سے روپیہ نکالکر کیچڑ میں پھینکا اور پھر اٹھا کر اسے دیدیا تب سواری آگے بڑھی فیض اللہ خاں کو اشرفیاں جمع کرنے کا شوق عمر بھر رہا چنانچہ[1] علاوہ کثیر روپیہ کے فیض اللہ خاں کی تین لاکھ اکیس ہزار جے پوری سکہ کی اشرفیاں بھی غلام محمد خاں کے پاس موجود تھیں۔

فیض اللہ خاں نے باوجود دولت اور فوج کے شجاع الدولہ سے ایک زمین مانگی تھی اب غلام محمد خاں اس کے لڑکے نے آصف الدولہ

---

۱ جنگ نامہ میر مطبوعہ نولکشور (کلیات) ۲ جنگ نامہ مصحفی۔

ہے) عجز کی ساعت ہے کیا پیغام | ہم ہیں نواب کے کمینے غلام
ہم غلامی میں رہتے ہیں غم خوار | اب نہ خدمت سے ہوں گے ہم بیگانے ہوتے فاصلہ

روہیلوں نے ہر چند بہت باتوں کا رخ بھی پھیرا مگر اس نے کہا ہمارے باپ کو بھی ملک انگریزوں سے ملا تھا۔

غرض سب روہیلوں نے جتنا کہا | افسوس کا مطلق نہ اثر ہوا
کہ تقدیر کا امر مٹتا نہیں | عمل عقل کا کوئی چلتا نہیں ۲

غرض مسٹر چیری رزیڈنٹ اودھ اور اسکاٹ دونوں غلام محمد خاں کو لینے آئے مسٹر چیری بن کے باہر کھڑا رہا۔ اسکاٹ بن میں آیا اور غلام محمد خاں کو لے گیا اور جاتے ہی گرفتار اور نظر بند کر کے بنارس بھیج دیا گیا۔ نصر اللہ خاں اس کا بھائی غلام محمد کا شہزادہ بارہ چھکڑوں میں بھروا کر انگریزی لشکر میں پہونچا آیا اب سب لوگ، آصف الدولہ، انگریز، رامپور آپڑے یہاں محمد علی خاں کا لڑکا احمد علی خاں نابالغ بہ نیابت نصر اللہ خاں مسند نشین قرار دیا گیا بائیس لاکھ روپیہ آمدنی کی جاگیر کاٹ کر دس لاکھ کی رکھی گئی آصف الدولہ اور انگریز اب رام پور سے رخصت ہوئے۔

• ڈرو خدا کے قہر سے

قدرت ہی سب سے بہتر بدلہ لینے والا ہے۔

• ایک مرتبہ ایک معمولی غلط فہمی اور غلط بدی کے سبب ایک ہزار

ا جنگ نامہ غیر مطبوعہ نولکشور (کلیات) ۲ جنگ نامہ منظم۔

شریف النفس سردارانِ قوم کا خون ہوا۔ اور جنرل ابرکرمبی کے پاس تین لاکھ اکیس ہزار جے پوری سکّہ کی اشرفیاں (جو اسوقت سارے رامپور کی دولت تھی) شاہی خزانہ سے نکلکر پہنچ گئیں اور ۳۰ لاکھ محاصل کا ملک دس لاکھ کا رہگیا رامپوری دانہ دانہ کو محتاج ہوگئے[1]۔" یہ رامپوری شہادت ہے۔

حافظ رحمت خاں کے خلاف احمد خاں بنگش۔ دوندے خاں کے لڑکے فتح خاں خانساماں کی اولاد عبداللہ خاں شاہجہانپوری کو فیض اللہ خاں خود انگریز کا سازشی بن کر لئے ہوئے تھا اور ان میں کا ہر شخص اس فریب میں مبتلا تھا کہ حکومت روہیلکھنڈ اُسی کو ملجائے گی۔ اور یہ سب لوگ حافظ رحمت خاں کے اپنے ہی بھائی بھتیجے غیر نہ تھے۔

فیض اللہ خاں کے بیٹے کی اس جنگ میں خود غلام محمد خاں کے بھائی نصر اللہ خاں۔ نظام علیخاں۔ حسن علیخاں۔ فتح علی خاں انگریز سے سازکئے ہوئے تھے۔ نصر اللہ خاں کو غلام محمد خاں نے بطور اپنے سفیر کے انگریزی لشکر میں بھیجا تھا مگر وہ مسٹر چیری سے ملگیا۔ آج

---

[1] رسالہ اتحاد رامپور مطبوعہ نومبر ۱۹۴۵ء مسلمانوں کی باہم آویزی جا۔ والا۔ اسلامی مذہبی مضامین کا دلنواز مجموعہ۔ ماہنامہ جلد نمبر ۳

یہ سب لوگ ریاست روہیلکھنڈ کے امیدوار تھے۔ آپ نے پڑھا عنایت خاں کی موت کا حال اکتیس سال کی عمر عین جوانی۔ پھر محمد علیخاں پسر فیض اللہ خاں کی موت پر رامپوری مورخ کہتا ہے "غلام محمد خاں افسران فوج کے مشورے سے ۲۲ محرم کی شب کو محمد علیخاں کے قتل کے لئے چار شخص مقرر کئے۔ محمد علیخاں قتل کر دئے گئے"[1]

حافظ رحمت خاں کی جنگ میں احمد خاں بخشی کمال زئی معہ اپنی فوج کے بھاگ کھڑا ہوا تھا غلام محمد خاں کی جنگ میں دلیر خاں کمال زئی معہ فوج کے بھاگ کھڑا ہوا۔

غلام محمد خاں بنارس سے یہ اقرار کر کے وہ رامپور نہ جائے گا انگریزوں کی اجازت سے پٹنہ چلا گیا۔ پھر وہاں سے کلکتہ اور وہاں سے حج کو اور واپسی پر زمان شاہ پسر احمد شاہ درانی کے پاس کابل گیا اور اس سے چاہا کہ انگریزوں سے روہیلکھنڈ اسے دلا دے مگر جب کامیابی ہوتی نظر نہ آئی تو ہندوستان آکر راجہ ناردوں کے پاس رہنے لگا اور وہیں مر گیا۔

حافظ رحمت خاں کے لڑکے حرمت خاں کی بابت آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ کہ وہ فیض اللہ خاں کی فوج سے شکست کھا کر پہاڑوں میں ضابطہ خاں کے پاس وہاں سے دہلی پھر سندھیا کے پاس

---

[1] اخبار الصنادید۔

وہاں سے کابل اور جب کہیں کامیابی نظر نہ آئی تو واپس ہو کر مراد آباد رہنے لگے اور وہیں انتقال کیا۔

وارن ہیسٹنگز جو دولت کے انبار ہندوستان سے لے گیا۔ وہ اس کے پاس نہ رہ سکی۔ فیض اللہ خاں کی اشرفیاں عمر بھر کی کمائی اس کی اولاد سے انگریز چھین لے گیا۔ باری لال پوری لکھتے ہیں۔

"اودھ اور روہیلکھنڈ کے معاملات میں امن پسند سر جان شور اپنے محسن و مربی وارن ہیسٹنگز سے کم نہ تھا جور و تعدی اور ناانصافی میں دونوں ہمسر تھے [1]

اس جنگ کے ختم پر ریاست سے جو معاہدہ ہوا اس میں انگریز سے روہیلوں کی دوستی بھی قرار پائی مگر ابھی عہد نامہ کی سیاہی بھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ نصر اللہ خاں مسٹر چیری ریزیڈنٹ اودھ کو رامپور بلا کر لایا اور روہیلوں کو فوجی رسالے توڑ کر رامپور سے نکالا [2]

غرض انگریز نے یہ جنگ بھی آصف الدولہ کی مدد سے لڑی فیض اللہ خاں کی جاگیر ضبط نہ کی انگریز کو اندیشہ تھا کہ حافظ رحمت خاں کے ملک میں روہیلوں کا جماؤ پھر نہ ہو جائے وہ کلکتہ بیٹھا ہوا ہے اودھ بھی روہیلکھنڈ سے دور ہے اس لئے روہیلہ ملک کی بغل میں اپنا اور اودھ دونوں کا ایک غلام پہرہ دار ہونا چاہیئے۔ اور یہ غلام ١٧٧٤ء میں فیض اللہ خاں اور ١٧٩٤ء میں احمد علی خاں بولایت نصر اللہ خاں تھا۔ کہا جا چکا ہے کہ جنگ روہیلہ کے بعد ہی سے وارن ہیسٹنگز

---

[1] کمپنی کی حکومت۔ [2] اخبار الصنادید۔

کے خلاف طوفانِ مخالفت اُمڈ آیا تھا اب یہ تدبیر سوجھی کہ روہیلوں کی برائیاں تاریخوں میں لکھائی اور پھیلائی جائیں اس ضرورت کیلئے فیض اللہ خاں سے بہتر کون شخص ہو سکتا تھا اب پڑھیئے ذیل کی تصریح۔

"ابتدا اس تصنیف کی فضولی کی یہ ہے کہ لکھنے والے بندۂ کمترین شیو پرشاد نے بموجب اجازت وحکم خداوند نعمت (فیض اللہ خاں) بہادر حضور میں نواب امتیاز الدولہ رستم الملک کرنل کلس صاحب بہادر فیروز جنگ کے روح بخش، پیش کی۔" (۱۷۹۳ء) یہ واقعہ ہر ہندی کا ہے جہاں کرنل کلس شکار کے لئے آیا ہوا تھا اور فیض اللہ خاں کا یہ نوکر شیو پرشاد اُس کے انتظام شکار کے لئے موجود تھا۔ اس تاریخ کی بابت سر جان اسٹریچی لکھتا ہے کہ "فیض اللہ خاں کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی۔ اس کے نام منسوب کی گئی۔ اس کے سامنے اصلاح کے لئے پیش کی گئی۔"

باب ۱۳

آصف الدولہ کی موت اور بریلی کے حالات

انگریز کی چالبازیوں کی وجہ سے آصف الدولہ زندگی سے بیزار ہو گیا اُس کی رسوائی و بدنامی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ انگریز نے اودھ کا خون نچوڑ دیا تاریخوں میں لکھا ہے کہ آصف الدولہ نے ماں اور دادی پر ظلم ڈھانے اور

جبراً ان کی دولت چھین کر وارن ہیسٹنگز کو دی لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ ہیسٹنگز نے ان عورتوں کے خلاف انگریزی فوجیں بھیج کر ان پر ظلم ڈھائے رسوا کیا اور لوٹ لیا۔ اس بارہ میں سیربرک ممبر پارلیمنٹ کی تشریح پیش کی جاتی ہے۔

بیگمات کی جاگیروں اور خزانوں پر غیر منصفانہ قبضہ کے بیگمات کو نہ صرف جسمانی مصائب کا شکار بنایا بلکہ انکی صحت پر بھی اثر انداز ہوا اور باری لکھتا ہے آصف الدولہ کی حرکت قلب سست پڑ گئی اس نے دوا پینے سے انکار کر دیا اور بالآخر ۱۷۹۷ء میں مر گیا اُسے کوئی بھی اپنے گھر سے نہ لایا پانچ بیویوں کے لئے وزیر علی خاں جو اس کا لڑکا کہلاتا تھا مسند پر بیٹھا لیکن انگریزوں نے اسے معزول کر کے اودھ اور بریلی کا مالک سعادت علی خاں کو بنادیا (۱۷۹۸ء ۲۱ جنوری)

بریلی کا مالک سعادت علی خاں

نواب اس وقت وارن ہیسٹنگز موجود تھا اور بریلی حافظ رحمت خاں کی جنگ کے

۱۔ بریلی کی حکومت

انگریزی مظالم کی شورانگیزی۔ روہیلہ جنگ پر پچیس ۲۵ سال گذر چکے تھے فضا پُرسکون ہتی پس وسط نومبر ۱۸۰۱ء میں بمقام بنارس گنگا کنارے لارڈ ویلزلی گورنر جنرل بنگال نے سعادت علی خاں سے روہیلکھنڈ زبردستی چھین کر شامل مقبوضات کمپنی کر لیا۔ سعادت علی خاں کو زہر دیا گیا وہ سوتا کا سوتا رہ گیا۔

برِ ملی کا مالک انگریز

انگریزی کمپنی تقدیر آزماؤں کی ایک جماعت تھی جس کے پیش نظر جنگ و محبت میں سب روا تھا۔ انگریزی کمپنی کی حکومت سرگرمیوں میں برطانی حکومت مداخلت نہیں کرتی تھی لہ جب ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہاں عنانِ حکومت ہاتھ میں لی تو اس کے پاس ایسے لوگ بہت کم تھے جو مالگزاری کے معاملات سے واقفیت رکھتے ہوں اور دیہاتی مفاد سے منصفانہ برتاؤ کرتے۔ جب تجارتی معاملات ہی میں کمپنی کے ملازم بلند نظری سے عاری تھے تو ان سے ملکی معاملات میں بلند خیالی اور حکمت عملی کی توقع رکھنا بعید از عقل تھا بلکہ بمصداق ایک انگریزی مثل کے وہ سونے کے انڈے دینے والی مرغی کو ذبح تک کرنیکو تیار ہو جاتے تھے ڈریک واٹسن اور ہال ولیمز کی طرح کے لوگ خوانچہ فروش اور بساطی کی حیثیت کے لوگ تاجر تھے وہ اعلیٰ سیاست دانوں کے رتبے کو کب پہنچ سکتے تھے۔ کلائیو نہایت حریص تھا اور کسی اصول کی پابندی کی پرواہ نہ کرتا تھا اس کی ہر کاروائی کی بہترین غرض یہ تھی کہ کسی طرح کمپنی کی حکومت ہندستان

لہ۔ کمپنی کی حکومت۔

میں قائم کردے۔ ۱؎

لارڈ کارنوالس نے اپنی روداد میں لکھا ہے کہ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستانی مقبوضات کا ایک تہائی حصہ بالکل جنگل اور ویران ہوگیا ہے۔ ۲؎

ہندوستان کے لئے موت کا پیام لانے والا یہ فرمان ہے جو ۱۸۱۳ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے حاصل کیا۔ اس فرمان کا ماحصل یہ تھا کہ اینڈ ہندوستان۔ ہندوستانیوں کے لئے نہیں بلکہ انگلستان اور انگلستانیوں کے لئے ہوگا ۳؎ اس قسم کے سیاسی حالات کی موجودگی میں یہ امید کب کی جاسکتی تھی کہ طرفین کے محاسن ترقی کریں یا طرفین کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے توقیر و توصیف کے جذبات پیدا ہوں۔

مرزا ابوطالب خاں اپنے سفرنامہ مغرب میں اپنے دل کا راز صاف الفاظ میں کہہ سناتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ انگریزوں کے عام طبقہ کا امتیازی نشان اُنکا اہلِ مشرق کے ساتھ نفرت انگیز اور ناشائستہ برتاؤ ہے ۴؎

یہ تھی وہ کمپنی جو بریلی پر حکمراں ہوئی (وسط نومبر ۱۸۰۱ء)

اودھ کی طرف سے اس وقت بریلی کا گورنر حسین علی خاں تھا جس نے بریلی کی حکومت انگریز کے سپرد کردی۔

۱؎۲؎۳؎ انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔

۴؎ کمپنی کی حکومت۔

ہر منصف مزاج انسان بآسانی یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہوگا کہ ان کے زمانے میں اُن جیسی شخصیت کا انسان کوئی دوسرا موجود نہ تھا ہم ان کی مثل انسان اگر تلاش کر سکتے ہیں تو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ پر جا کر نظر ٹھہرتی ہے۔

بریلی ضلع کا صدر مقام ہو گیا۔ صوبائی عدالتِ اپیل قائم ہوئی۔ ۱۸۰۳ء میں سخت قحط پڑ گیا عوام خوفناک تباہی میں مبتلا ہو گئے۔ ۱۸۰۵ء میں امیر خاں روہیلہ نواح ضلع میں لوٹ مار کرتا رہا۔[1]

۱۸۱۶ء میں کمپنی کے حکام نے ہاؤس ٹیکس پر عملدرآمد شروع کیا جس سے عام رعایا برہم ہو گئی ہڑتال کرکے تمام کاروبار بند کر دیئے گئے۔ لوگ علاج کے لئے کچہری میں جمع ہوئے مفتی محمد عوض نے اس گروہ کی رہنمائی کی کلکٹر کے سامنے صورتحالِ پیش کی گئی۔ ڈمبلٹن کلکٹر نے حکم منسوخ کرنے سے انکار کر دیا اور وصولی ٹیکس کا کام ہندو کوتوال کے سپرد کر دیا اس نے رعایا پر جو سختی شروع کی تو شہر کے لوگ اور برہم ہو گئے ۱۶ر اپریل کو لوگ سڑکوں پر جمع تھے کلکٹر کچھ فوجی سپاہیوں کے ساتھ شہر میں آیا مفتی محمد عوض کے مکان کے قریب اس پر حملہ ہوا جواب میں گولی چلائی گئی کچھ آدمی مارے گئے مفتی صاحب حسین باغ چلے گئے اور جہاد کا جھنڈا بلند کیا گیا اس جھنڈے کے نیچے بریلی اور

---

[1] سنبھل ضلع مراد آباد محلہ سرائے ترین کا رہنے والا۔ اس کے دادا طالع محمد خاں روہیلہ فوج میں ملازم تھے۔

رامپور وغیرہ سے پانچ ہزار روہیلہ سیدتا نے کھڑا تھا۔ صلح کی کوشش رائیگاں گئی ۱۲ اپریل کو لیسٹر جج کے لڑکے کو لوگوں نے مار ڈالا انگریزی فوج کو شکست ہوئی۔ انگریز کو گھبرا کر مراد آباد سے فوج بلانا پڑی۔ شاہدانہ صاحب کے مزار سے قریب مقابلہ ہوا بڑے سخت کشت وخون کے بعد انگریزی فوج نے مجاہدین کو شکست دی۔ دو ہزار انسان مجروح وہلاک ہوئے لہ

مفتی صاحب اور دوسرے لوگ ٹونک کی طرف چلے گئے۔ انگریزی فوج نے روہیلوں کو کچے مکانوں سے نکال کر اُن کے گھر پھونک دیئے انگریز کو جو یہ خوفناک تجربہ ہوا جبکہ اُسے سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی تو اس نے ایک چھوٹا سا قلعہ بریلی میں بنوالیا وہ اب تک موجود ہے لیکن وہ کسی کام نہ آسکا۔ خاکِ جوار شاہدانہ روہیلہ شجاعت کا تیسرا مشہد ہے۔

۱ - ۲ - ۳

روہیلہ حکومت کے تین مرکز۔

حافظ رحمت خان کا روہیلکھنڈ	۱۸۰۱ء میں انگریز نے اُس پر قبضہ کیا۔
بنگش روہیلہ کا فرخ آباد	۱۸۰۲ء میں انگریز نے اُس پر قبضہ کیا۔
عمر خیل روہیلہ کا نجیب آباد	جنگ روہیلہ کے بعد ہی گنگا کے اسی طرف کا ملک یعنی کل علاقہ انگریز کے قبضہ میں آچکا تھا

لہ بریلی کا ۱۸۱۶ء کا واقعہ ہم نے ایک ہندوستانی تاریخ سے لکھا ہے لیکن اسی واقعہ کی تحقیقات کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوا تھا جسکے تین انگریز

بقیہ اگلے صفحہ پر

باب ۱۴

دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ۱۸۰۳ء

۱۳ر مارچ ۱۸۰۰ء کو کرنل پامر ریزیڈنٹ پونا لکھ چکا تھا کہ نانا فرنویس کے انتقال سے مرہٹہ حکومت کی دانائی اور اعتدال پسندی ختم ہوگئی

ارکان۔ کول بروک مسٹر ایلیٹ مسٹر پیری تھے ان کی تحقیقاتی رپورٹ سے جو حالات معلوم ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

اس محصول کی ڈھاکہ میں مخالفت ہوئی۔

بنارس میں مخالفت ہوئی جہاں عرصہ تک دکانیں بند رہیں، لوگوں نے محنت مزدوری کرنے سے انکار کردیا، یہ معلوم ہوتا تھا گویا ایک فوج کسی زبردست تنظیم کی ماتحتی میں کام کر رہی ہے۔

بریلی میں مخالفت ہوئی۔

۲۳ر مارچ ۱۸۱۴ء کے صدر حکومت کے خط میں لکھا ہے کہ ان (رعایا) کے جن کاموں کا ان کے قریبی مفاد سے تعلق ہوتا ہے ان کی بابت ہمیشہ وہ بری رائے قائم کرتے ہیں (گویا یہ محصول رعایا کے قریبی مفاد کے لئے عائد کیا گیا تھا) لیکن ۱۶ر ستمبر ۱۸۱۲ء کے خط سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سرکاری آمدنی بڑھانے کے لئے عاید کیا گیا تھا اہلِ کمیشن کے نزدیک اس قسم کے محصول سے ہندوستانیوں کو ہمیشہ نفرت رہی ہے روہیلکھنڈ کی پوری آبادی اور خصوصاً ہندو محصول عاید کرنے کے اس اصول کے خلاف تھے، اس لئے جا محصول

عاید کرنے کے باوجود کلکٹر نے دوسری خودسری یہ کی محصول کی اجرائی کا تمام کام ہندو کوتوال کے سپرد کر دیا، اہل کمیشن کلکٹر کی اس حرکت پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں، پولیس نے قرقی کرتے ہوئے ایک عورت کو زخمی کر دیا لوگ چارپائی پر ڈال کر اس کو مفتی محمد عوض کے پاس لے گئے انھوں نے پہلے ہی محصول کے خلاف کلکٹر سے رجوع کیا تھا اب پھر انھوں نے کلکٹر کے پاس لے جانے کو کہا، کلکٹر نے اس پر بھی کوئی توجہ نہیں کی لوگ پھر عورت کو مفتی کے پاس واپس لائے تو انھوں نے کہا کہ حاکم ضلع کا اگر یہی انصاف ہے تو اس شہر میں نہ کسی کی جان محفوظ رہ سکتی ہے اور نہ کوئی اپنی عزت برقرار رکھ سکتا ہے لہٰذا جس قدر جلد ممکن ہو اس شہر کو خیرباد کہہ دینا چاہیئے اور جج سے شکایت کرنے کے لئے اپنے مکان سے نکلے جو قریب ہی رہتا تھا لیکن کلکٹر نوجی دستہ لئے ہوئے کھڑا تھا جس نے حملہ کا حکم دے دیا، مفتی صاحب زخمی ہوئے اور دو تین آدمی مارے گئے باقی بھاگ کر جان بچا سکے، ارکان کمیشن نے یہ طے کر دیا ہے کہ مجمع کا شروع سے حکام کی مخالفت کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

زخمی مفتی صاحب نے ایک مسجد میں پناہ لی، کلکٹر نے مسجد کے پاس فوج اور دو توپیں لگا دیں۔ اس بات کی دور دور خبر پہونچی اور تقریباً پانچ ہزار آدمی حکومت کے خلاف جمع ہو گئے اور انگریزی فوج کو شکست ہوئی، مراد آباد سے فوج بلائی گئی پھر کئی گھنٹے کی لڑائی کے بعد بالآخر جاہین کو شکست ہوئی۔ مجروح و ہلاک انسانوں کی تعداد دو ہزار تک پہونچی۔ اہل کمیشن نے لکھا ہے کہ اگر ماسکیون وانگریزی فوجی افسر) کی فوج ختم ہو جاتی تو صوبہ بھر میں اس یورپین آبادی کا جو

حافظ رحمت خاں کی موت کو اس وقت ۸۲ برس ہوئے ہیں۔

بریلی میں ۳۰ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو دوپہر کے وقت زلزلہ آیا۔ ۱۸۳۶ء سے عدالتی دفتر فارسی سے اردو میں ہو گئے ۱۸۳۷ء میں محرم اور رام نومی ایکساتھ ہونے سے ہندو مسلم فساد ہو گیا پھر ایک سخت قحط پڑ گیا جو ۱۸۳۸ء میں ختم ہوا ۱۸۴۱ء میں انگریزی اسکول اور اردو مدرسے جاری ہوئے۔ ۱۶ فروری ۱۸۴۲ء کو رحیم اللہ دری باف نے چودھری لبسنت رام مہتمم رام نومی کو قتل کر دیا ۱۴ اپریل ۱۸۴۲ء کو اسے سزائے موت دی گئی اسی سال شفاخانے جاری و تعمیر ہوئے

زبردست فوجی حفاظت میں نہ تھی قتلِ عام ہو جاتا۔

انگریز اہلِ کمیشن کی تحقیقاتی رپورٹ کی روشنی میں ذیل کے نتائج حاصل ہوتے ہیں

(۱) محصول کا عاید کیا جانا غیر ضروری اور احتیاط کے خلاف تھا۔

(۲) رعایا میں حکام کی مخالفت کرنے کا کوئی جذبہ نہ تھا۔

(۳) سختی کی ابتدا حکومت نے کی۔

(۴) انسانی جانی نقصان کسی بڑی جنگ میں اگر ہوتا تو اتنا ہی ہو سکتا تھا۔

(۵) بایں ہمہ کیا اس طرزِ عمل پر غلطی کرنے والوں کا کوئی تدارک کیا گیا شاید نہیں۔

ہندوستان میں کمپنی کی حکومت ہو یا تاجِ برطانیہ کی، پوری تاریخ اسی قسم کے ظلم جور بربریت اور احمقانہ خودسری کی خونچکاں داستان بھری ہے۔

(ماخوذ از سیاسی تاریخ از ۱۷۸۴ء تا ۱۸۲۳ء تصنیف میجر جنرل سر جان میلکم انگریزی ترجمہ اردو مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن)

پنجاب پر انگریزی قبضہ

مرہٹہ قوت دم توڑ چکی تھی ادھر مہاراجہ رنجیت سنگھ شیر پنجاب مر چکا تھا ۱۸۴۹ء تھا کہ کمپنی کی نوعمر گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی اٹھا اور اس نے پنجاب پر کمپنی کو کامل قابض کر دیا۔

قبضہ دہلی پر ۵۳ برس اور گذر گئے اس عرصہ میں انگریزی عروج کہیں سے کہیں پہونچ گیا تھا اور اب موقع مل گیا تھا کہ مغلیہ شاہنشاہی کی برائے نام یادگار اور وزیر الممالک اودھ کی حماقت آثار حکومت سے ہندوستان پاک صاف کر دیا جائے

ڈلہوزی اپنے ایک نجی خط میں ۱۸ اگست ۱۸۵۳ء لکھ بھی چکا تھا۔

”شاہ اودھ کچھ متکبر سا ہو چلا ہے۔ میری عین خواہش ہے کہ وہ کبر و غرور کا اظہار کرے، ہندوستان چھوڑنے سے پہلے اس کا قصہ پاک کرنے میں مجھے بہت خوشی ہوگی“۔

دہلی کا بڈھا بادشاہ دم توڑ رہا ہے اگر کورٹ (آف ڈائرکٹرز) احمقانہ کمزوری کا اظہار نہ کرتی تو میں خاندانِ تیموریہ کا اس کے ساتھ ہی خاتمہ کر دیتا یہ ہیں انگریزوں کے رازِ درونِ سینہ ہندوستانی فرمانرواؤں کی بابت اور یہ ہیں وہ لوگ جن کی آمد پر اودھ ان کی رضامندی کے لئے رنڈیاں نچاتا تھا اور جواہرات کے خوان پیش کرتا تھا۔

اودھ پر انگریزی قبضہ

اودھ بمقابلہ دہلی کے آسان تھا دہلی اور دہلی سے باہر شاہ دہلی کی عزت بہت زیادہ تھی اور اس کے لئے بڑی تیاری کی ضرورت تھی پس ۱۸۵۶ء میں اودھ کمپنی کی حکومت میں شامل کر لیا گیا۔

شاہ اودھ واجد علی شاہ کو جب حکم الحاق اودھ سنایا گیا تو یہ وقت تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالنے کا تھا بہر حال بادشاہ قید کر کے مٹیا برج کلکتہ بھیج دیا گیا، الحاق اودھ کے فوراً بعد ڈلہوزی نے ہندوستان چھوڑ دیا۔

ہندوستان میں گود لینے کی رسم جاری رہی ہے جن لوگوں کے لڑکے نہ ہوتے وہ دوسرے لڑکوں کو گود لے لیتے، ڈلہوزی نے ایسے لوگوں کے ملک ضبط کر لئے اور ان کے مرنے پر گود لئے ہوئے لڑکوں کو محروم چھوڑ دیا، اب میں ڈلہوزی کے حالات بیان کردوں۔

(۲۹ فروری ۱۸۵۶ء) ڈلہوزی نے گورنمنٹ ہاؤس کلکتہ کی وسیع سیڑھیوں میں سے سب سے اوپر کی سیڑھی پر اپنے جانشین لارڈ کیننگ کا استقبال کیا، ڈلہوزی لنگڑا رہا تھا اور بیماری کی وجہ سے قبل از وقت عمر رسیدہ نظر آتا تھا ہگلی کے کنارے کا وہ منظر جب کہ وہ انگلستان جانے کے لئے رخصت ہو رہا تھا وہ لکڑیوں کے سہارے دریا کی طرف لڑکھڑاتے ہوئے آیا، نہر سویز میں اسے جہاز کے لوگ اٹھا کر کنارے پر لے گئے ۱۳ مئی ۱۸۵۶ء کو وہ انگلستان پہونچ گیا آخر ۱۸۵۷ء میں اس نے لکھا کہ میرا چین مفقود ہو گیا ہے بھوک بالکل جاتی رہی غذا کی صورت سے نفرت ہے، مردہ دل مجہول بیمار بہرا گونگا احمق ضعیف اور مصیبت کا مارا بن گیا ہوں اور صرف بیساکھیوں کے سہارے حرکت کر سکتا ہوں اس کا سوانح نگار لکھتا ہے کہ اس کی دو سال کی مصیبتوں پر مجبوراً ہم کو پردہ ڈالنا پڑتا ہے، تشنج کے ایک دورے کے بعد اس نے اپنے ایک رشتہ دار سے کہا کہ میرے جانے کے بعد تم یہاں ٹھہرنا اور میری غریب سوسن (لڑکی) کی

خبرگیری کرنا۔ ۱۸۶۰ء کے موسم سرما میں جب کہ اس کی عمر (۴۹) برس کی بھی نہ ہوئی تھی مرگیا۔(۱) ہندوستانی فرمانرواؤں کے گود لئے ہوئے لڑکوں کو رزق سے محروم کردینے والا ہندوستان کا حکمراں گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی جس کے گھر میں مرتے وقت سوائے ایک لڑکی کے دوسرا کوئی نہیں اور پھر ہندوستان سے جاکر مرگئے وں جبکہ ڈرتے رہنا خدا کے قہر سے۔

باب ۱۵
تحریکِ انقلاب ۱۸۵۷ء

بعض مقامات پر ہندوستانی فوجوں میں انگریزوں کے خلاف سخت اختلاف و اشتعال پیدا ہوگیا۔ انگریزوں نے اس کا نام ہندوستانیوں کا غدر رکھ دیا اور آج تک یہی مشہور ہے کوئی تاریخ ایسی نہیں جس میں یہ عنوان نہ ہو مگر سمجھدار ہندوستانیوں نے کہا کہ واقعہ ۱۸۵۷ء ایک فطری نتیجہ تھا کمپنی کی سو برس کے زمانۂ حکومت کا۔

ایک ردِ عمل تھا قوتِ مقتدرہ کے خلاف۔
ایک کشمکش تھی مظلوم انسانوں کی۔
ایک مسلح جدوجہد تھی انقلاب کے لئے۔(۲)

یہ سب کچھ سہی لیکن اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ قلعہ دہلی آخری بادشاہ تیموری اور اس کی نسل سے خالی کرانے کی بہت دنوں سے انگریز تدبیریں کر

---

(۱) لائف آف ڈلہوزی۔ ہنٹر (۲) کمپنی کی حکومت

رہا تھا لیکن کوئی صورت نکلتی نہ تھی پس غدر انگریز کی چال تھی اس مطلب کے حصول کے لئے، اس نے خود غدر کرایا یہ ہی ایک انگریز نے بھی کہا "یہ آگ اہل انگلستان کی زبردست خود اعتمادی کے باعث بھڑکی تھی"[۳]۔ سر سید احمد خاں نے کہا "بغاوت اس وقت ہوتی ہے جب طرز حکومت لوگوں کی زندگی کے مخلف ہو"[۴]۔ اور انھوں نے غدر کا ملزم انگریز ہی کو بتایا۔

ابوظفر بہادر شاہ ۱۸۳۷ء میں بادشاہ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی پر بادشاہ کے جو حقوق ہیں ان سے وہ دست بردار ہو جائے اس نے نمانا۔۔۔ ۱۸۵۲ء میں فیصلہ ہوا کہ بہادر شاہ کے بعد شاہی خاندان کو قطب جانا ہوگا۔۔۔۔ اس سے دو سال کے بعد جب نئے ولی عہد کا تقرر ہوا تو طے ہوا کہ ایک تو بہادر شاہ کے جانشین کو بہادر شاہ سے پنشن کم ملے گی دوسرے اس کا خطاب شاہ نہیں بلکہ شاہزادہ ہوگا[۵]۔ اس کے علاوہ انگریزوں نے غدر اور بھی تو کرائے ہیں۔ قبل اس کے یہ ذکر کیا جائے خود انگریزوں کی رائے انگریزوں کے متعلق پڑھ لیجیے۔

اسپنر وال پول۔ مدتوں بعد کوئی فلسفی مورخ برطانی ہندوستان پر قلم اٹھاتے ہوئے اس عہد کو ایک ایسی روحانی داستان سے تعبیر کرے گا جو نسل انسان کے ارتقاء میں قابل ستائش تاثرات سے عاری تھی[۶]۔

---

(۳) انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ (۴) رسالہ اسباب بغاوت ہند
(۵) غالب نامہ۔ اکرام (۶) کمپنی کی حکومت۔

برک:۔ وقائع مخزن الیسٹ انڈیا کمپنی جلد اول صفحہ ۱۲۸۔ انجمن بہم پرزازان تاجرانہ ہونے کی نسبت زیادہ رہزنانہ تھی اس کمپنی کی ایک قرار داد کی رو سے شریف انسانوں کا اس میں شامل ہونا ممنوع تھا۔

کرنل میلسن:۔ عزت و شرافت کے پیش نظر سراج کلائیو سے بہت بلند ہے (کمپنی کی حکومت)

کلائیو:۔ کمپنی کے حالات اس قدر بگڑ چکے ہیں کہ ہر صاحب عزت کا اس سے لرزہ براندام ہونا یقینی ہے۔ (رپورٹ آف کلائیو بنام کورٹ آف ڈائرکٹرز ۳۰ ستمبر ۱۷۶۵ء افسوس انگریز بہت بدنام ہو چکا ہے)

ورلسٹ:۔ آزاد تجارت کو بروئے کار لاتے وقت ان گنت مظالم کئے گئے برطانوی گماشتوں نے نہ صرف رعایا کو تنگ کیا بلکہ حکومت کے اقتدار کو بھی صدمہ پہنچایا۔

میکالے:۔ روسیوں نے اپنی بیبیوں اور بیٹیوں کی عصمت کو فروخت کیا ان کے دیہات جلا دیئے گئے۔ ان کے بچے ذبح کر دیئے گئے

• انگریز کا غدر بنگال میں:۔ انگریز سوداگر۔ سراج نواب۔

الہ وردی خاں مہابت جنگ کے انتقال پر جب اس کا نواسہ سراج الدولہ تخت نشین ہوا تو انگریزوں نے اسے تحفے نہیں بھیجے، کمپنی کا رویہ سراج سے بیحد معاندانہ تھا انھوں نے دربار سراج سے تعلقات منقطع کر لئے۔ بار بار انھوں نے سراج کو کارخانۂ قاسم بازار میں جانے سے روکا۔ انھوں نے دیسی آبادی کے

گھروں میں آگ دے دی۔ سراج کے خلاف انگریزوں نے سازش کی ہگلی پر انگریزوں نے حملہ کر دیا سات دن تک انگریزی فوجیں دیسی آبادی میں لوٹ مار مچاتی رہیں۔ انگریز نے دربارِ سراج میں غدر پیدا کر لئے، یہ غدر کس نے کیا۔ انگریز نے۔

نتیجہ: سراج کو انگریزوں نے قتل کرا دیا، میر جعفر سراج کے غدار اور اپنے سازشی کو تخت نشین کیا۔ اب انگریز کا اقتدار ہو گیا۔ تخت میر جعفر کے لئے کانٹوں کا بستر تھا، میر جعفر نے کلائیو اور اس کے مکار رفیقوں کو دل کھول کر روپیہ دیا۔ اس کا خزانہ خالی ہو چکا تھا۔ میر جعفر نے کلائیو کو ایک بہت بڑی جاگیر دی، کلائیو نے اپنی ذات کے لئے دو لاکھ چوبیس ہزار پونڈ وصول کئے کلائیو کا طرزِ عمل بنگال میں بدنظمی پیدا کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ جولائی ۱۷۵۷ء میں بنگال کی نگاہوں نے اس سے زیادہ پر آشوب زمانہ اپنے بد ترین ایام میں بھی نہیں دیکھا تھا۔ میر جعفر نے انگریزوں کے لئے پلاسی میں سراج کی فوجوں کو شکست دلائی۔ مرشد آباد کے خزانہ کا رخ لندن کی طرف پھیر دیا کمپنی کے عہدہ داروں کو خوش کیا لیکن انگریز پھر بھی بنگال میں سازش کرنا چاہتا تھا رعایا کے سینوں میں بغاوت پرورش پا رہی تھی یہ غدر کس نے کرایا۔ انگریز نے۔

نتیجہ: میر جعفر تخت سے اتار دیا گیا۔

میر قاسم انگریزوں کا سازشی نواب بنا دیا گیا جس نے انگریزوں کی رضامندی کیلئے دولتمند رعایا کو مفلس بنا دیا رعایا روٹی چاہتی تھی اور انگریز روپیہ، قاسم نے رعایا کو روٹی دینے سے انکار کر دیا۔ رعایا بھی ناخوش، انگریز بھی ناراض۔ میر قاسم نے

جواہرات اور بیگمات کے سونے کے زیور فروخت کر کے سکّوں کی صورت میں انگریز کو پیش کئے مگر انگریزوں نے میر قاسم کے خلاف سازش شروع کر دی کمپنی کے زبانی دعدوں نے میر قاسم کی فوجوں میں غداری، بے وفائی اور نمک حرامی پیدا کر دی مجبور نواب کو اب کمپنی کی قاسم دشمنی کا یقین ہو گیا اس نے انگریز قیدیوں کو قتل کرا دیا یہ غدر کس نے کیا انگریز نے۔

نتیجہ: میر قاسم بنگال سے فرار ہو گیا۔ میر جعفر کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا گیا (۷ جولائی ۱۷۶۳ء) میر جعفر ایک دن بھی مسند شاہی پر چین سے نہ بیٹھ سکا ۵ فروری ۱۷۶۵ء کو اس نے مرشد آباد میں وفات پائی۔

کلائیو کی لائف میں اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

برص کا مارا ہوا بوڑھا میر جعفر خرِ کلائیو

انگریز کا غدر بنارس میں: ۱۷۷۵ء میں بنارس کا راجہ کمپنی کے زیر اثر آ گیا تھا اس کو ساڑھے بائیس لاکھ روپے سالانہ خراج دینا پڑتا تھا ۱۷۷۸ء ۱۷۷۹ء میں ہیسٹنگز نے پانچ پانچ لاکھ کا مزید مطالبہ کیا جو ادا کر دیا گیا دو لاکھ ہیسٹنگز نے اپنا نذرانہ بھی قبول کر لیا اب بنارس میں غدر ہونے والا تھا گورنر جنرل نے راجہ سے دو ہزار سپاہی مانگے، راجہ نے ایک ہزار دینا چاہے گورنر جنرل بنارس چڑھ دوڑا اور راجہ کی اس گستاخانہ حرکت پر پچاس لاکھ جرمانہ کر دیا راجہ نے بڑی عاجزی کی لیکن راجہ کی گرفتاری کا حکم جاری ہو گیا اب راجہ کی سپاہ سے راجہ کی یہ ذلت نہ دیکھی جا سکی اور وہ بگڑ گئی کچھ انگریز سپاہیوں اور کچھ انگریز افسروں کو قتل کر دیا راجہ اور گورنر جنرل دونوں بھاگ نکلے، یہ غدر

کس نے کرایا انگریز نے۔

نتیجہ راجہ کا بھتیجا مسند نشین کر دیا گیا۔ بجائے ساڑھے بائیس لاکھ روپے کے نئے راجہ نے چالیس لاکھ روپے خراج دینا منظور کیا۔ باری لایل پوری لکھتا ہے "سوداگری کے سر پہ خاک، اس سے بہتر تجارت اور کیا ہو سکتی تھی"(۱)

انگریز کا غدر مدراس میں۔ سلطان ٹیپو کی وفات کے بعد ان کے اہلِ خانہ ویلور جیسے مضبوط مقام پر شاہی قیدیوں کی زندگی گزار رہے تھے مدراس کے گورنر اور فوجی افسروں نے دیسی سپاہیوں کی صورتوں اور لباس کو یورپی رنگ میں لانا چاہا۔ ان حالات میں دیسی سپاہیوں کا بھڑک کر انگریز افسروں کا قتل کرنا یقینی تھا۔ ۱۰ر جولائی ۱۸۰۶ء کو رات کے دو بجے دیسی سپاہیوں نے اپنے کمانڈر کے رہنے کے مکان کو گھیر لیا جاگنے سے پیشتر کمانڈر خاک کا ڈھیر ہو گیا۔ ایک تحقیقاتی کمیشن نے اس کی فوجی افسروں کی بے عنوانیاں قرار دیا مگر افسروں نے اس شورش کی ذمہ داری سلطان کے اہلِ خانہ پر رکھ دی یہ غدر کس نے کرایا۔ انگریز نے۔

نتیجہ سلطان کے اہل خانہ بنگال منتقل کر دیئے گئے۔

انگریز کا غدر سندھ میں۔ جنگ افغانستان کے موقع پر امیرانِ سندھ سے انگریزوں نے نہایت بے دردی سے روپیہ وصول کیا اس احسان کے بدلے میں

---

(۱) کمپنی کی حکومت۔

امیرانِ سندھ پر سازش کا الزام لگایا گیا، امیرانِ سندھ کو ایک معاہدہ کے قبول پر مجبور کیا گیا اس معاہدہ کی ایک دفعہ کی رو سے امیرانِ سندھ کو اپنا سکہ بند کرنا تھا۔ امیرانِ سندھ کو اس ایک شرط کے سبب سے اشتعال پیدا ہو گیا۔ انگریز نے اعلانِ جنگ کے بغیر امام گڈھ کا قلعہ زمین کے برابر کر دیا امیرانِ سندھ نے معاہدہ قبول کرتے ہوئے انگریز سے حیدرآباد (سندھ) خالی کر دینے کو کہا اور تین دن گذر نے کے بعد مشتعل ہجوم نے ریذیڈنسی پر حملہ کر دیا یہ غدر کس نے کرایا۔ انگریز نے

سندھ پر انگریزی قبضہ ہو گیا امیرانِ سندھ جلاوطن ہو گئے (۱)

ہندوستان کی دو بڑی قومیں ہندو مسلمان اور ان کے مذہب نے انگریزی سیاسی ضرورتوں کو بار بار بڑے بڑے فوائد پہونچائے ہیں چنانچہ ۱۸۵۷ء میں فوجوں میں ایک نئی قسم کا کارتوس آیا جس کا استعمال کرتے وقت اسے دانتوں سے کاٹنا ہوتا فوراً اس کے متعلق یہ شہرت پھیلی کہ ان کی بناوٹ میں سور اور گائے کی چربی شامل ہے خصوصاً ہندوؤں نے اسے دانت سے کاٹنے کا انکار کر دیا منگل پانڈے اور دوسرے کچھ لوگوں کو اس نافرمانی میں گرفتار کر لیا گیا پریڈ ہی پر لوہار آ گئے اور بھاری بیڑیاں ڈال کر ان لوگوں کو ایک لمبی مدت کے لئے جیل خانہ بھیج دیا گیا اور ان کے کوٹ پیچھے سے پھاڑ دیئے گئے یہ ایک ایسا دردناک ذلت آمیز منظر تھا کہ فوجیوں کو اپنے ساتھیوں کی اس

---

(۱) کمپنی کی حکومت۔

تومیں اور ان پر یہ ظلم ہوتا دیکھ کر تاب نہ رہی اور فوجیں کھلم کھلا سخت مشتعل ہوگئیں اور جہاں جہاں یہ خبریں پہونچیں وہاں بھی اشتعال پیدا ہوگیا۔

بریلی کی حالت

۳۱ مئی۔ اتوار کا دن

بریلی کی فوجیں۔ ہندوستانی پیادوں کی دو پلٹنیں۔ ۱۸۔ ۶۸۔ آٹھواں بے قاعدہ رسالہ۔ ایک توپخانہ

فوجی افسر۔ کرنل ٹرپ۔ نائب۔ کیپٹن گبس اڈجوٹنٹ۔

سول عہدہ دار۔ مسٹر گتھری مجسٹریٹ۔ مسٹر الگزنڈر کمشنر۔ مسٹر روبرٹسن جج مسٹر آرڈپٹی کلکٹر۔ مسٹر ہئی ڈاکٹر۔ بدر الدین کوتوال وغیرہ

شہری حالت

فوج اور شہر میں ایک عام بے چینی پھیل گئی جس کے آثار پہلے سے پائے جاتے تھے کمشنر نے حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے پوتے خان بہادر خاں سے کہا کہ آج کل میں یہاں بلوہ ہونے والا ہے چونکہ یہ ملک آپ کا موروثی ہے آپ اس کا بندوبست کیجئے۔[1] الگزنڈر اور بعض دوسرے انگریز بدر الدین کوتوال نینی تال چلے گئے تو مدار علی خاں رسالدار کانکر ٹولہ اپنے معہ دوسرے

---

(۱) غدر ہندی۔ حیدر علی

لوگوں کے خان بہادر خاں سے کہا کہ آپ مسند نشین ہو جائیں انھوں نے کہا میری عمر ۷۳ برس کی ہے میں کمزور ہوں۔ انگریزوں کے مجھ پر احسانات ہیں۔ اس لیے معذور ہوں مدار علی خاں نے کہا کہ تمامی ٹھاکر گرد و نواح کے جمع ہو کر غریب رعایا کو لوٹ لیں گے اور ساہوکاروں کو بھی۔ اس پر وہ رضامند ہو گئے۔ ہوادار پر سوار ہو کر کوتوالی آئے، اجلاس کیا، شرفائے بریلی نے نذریں دیں۔ میر احمد حسین (سادات بارہ میں سے) کوتوالی آئے اور نواب سے کہا کہ جج اور مجسٹریٹ و مسٹر آر مولوی حامد حسین کے مکان (کٹرہ مانزائے) میں اور سشن جج اور اسکول کا صاحب امان علی خاں کی کوٹھی (قلعہ) میں ہیں نواب نے کوئی حکم نہیں دیا لیکن اس نے کوتوالی کے دروازے پر جا کر کہا کہ جہاں کہیں انگریز ملیں قتل کر دو۔ لوگ دو توپیں لے آئے چھاونی اور بنگلوں میں آگ لگا دی، کچہری کلکٹری دیوانی برباد کر دیں۔ جیل خانہ توڑ ڈالا جیلر سیف اللہ خاں تلہری تھا اس نے دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کے اوپر جو مکان تھا لوگوں نے اسے ڈھا دیا اور ۳۵۰۰ قیدی چھوڑ دیئے۔

حامد حسین کے مکان کے تینوں انگریزوں کو قتل کر دیا اور ان کے لاشے کوتوالی کے سامنے ڈال دیئے۔ کچھ لوگ امان علی خاں کی کوٹھی پہونچے جہاں دونوں انگریز تہ خانے میں تھے لوگوں نے تہ خانے کے دروازے پر چھپر ڈال کر آگ دے دی ایک ان میں سے باہر نکلا۔ فتح علی خاں نے تلوار کا وار کیا وہ زخمی ہوا مگر فتح علی خاں کو اس نے گولی سے مار دیا، عبداللہ اور جما قصائی نے زخمی انگریز بھی ختم کر دیا دوسرا تہ خانہ کے اندر جل کر خاک

ہو گیا۔ کوٹھی امان علی خاں لوٹ لی گئی۔

مسٹر روبرٹسن جج نے منصف حوالی کے مکان پر آکر کہا کہ میجر جنرل سبالڈ حاکم فوج مع افسروں کے مارے گئے۔ کرنل ٹروپ نے اپنے مکان میں مسٹر ہبی اور مسٹر آر کو ایک علیحدہ کمرے میں رکھا لوگوں نے اس کا گھر گھیر لیا ٹروپ کی ہتھ دبیر کی انگلی لاٹھی سے ٹوٹ گئی ٹروپ کو توالی گیا تاکہ لاشیں دفن کرنے کو لائے تو اسے برا بھلا کہا گیا وہ لوٹ آیا۔ ٹروپ کے گواہ یہ لوگ تھے۔ صدر الصدور، گوردیال کھتری، محب اسسٹنٹ سرجن بریلی، غشی نتانند اور دوسرے بہت سے ہندو۔

وہ لوگ جنہوں نے حملہ کیا اور قتل میں شریک و مددگار تھے یہ ہیں حسین کوتوال۔ منڈل میوہ فروش، خدا بخش ملازم نواب فتح علی خاں، حافظ ممن خاں ملازم نواب خان بہادر خاں، نبی بخش اور الٰہی بخش، غلام صمدانی خاں مع برادران ولد غلام جیلانی خاں، بخشو خاں ملازم نواب محمد حسین خاں۔ فجو چونہ فروش کے لڑکے، دھنلو بدمعاش بدار علی خاں، منصور علی خاں۔ محمود شاہ ساکنان شہر کہنہ بریلی۔

چھاؤنی کے قریب ایک گاؤں تھا جس میں جمال سنگھ فسادی رہتا تھا۔

آٹھویں رسالہ کا رسالدار محمد شفیع مذہبی عقائد کی رو سے بہت بھڑکاتا تھا محمد شفیع کے پاس سبز جھنڈا تھا، لو سخت چل رہی تھی۔

سارجنٹ والڈن۔ سارجنٹ سپٹیٹر رینی تال کی طرف بھاگے گاؤں والوں نے والڈن پر حملہ کیا وہ زخمی ہوا اسے پانی میں ڈال دیا لیکن زندہ رہا دوسرے

بھی حملہ ہو ادھر گیا۔ والڈن ہلدوانی کی طرف چلا اسے ایک ہاتھی نینی تال کی طرف سے آتا ہوا ملا وہ اسے ہلدوانی تک لے گیا جہاں سے چارپائی پر ڈال کر نینی تال لے جایا گیا ڈاکٹر بوہل نے علاج کیا اور جلد اچھا ہو گیا (۱)

لوگ راجہ رتن سنگھ (بریلی) کے مکان پر جو ارکانِ ریاست لکھنؤ سے بھاگ چڑھ دوڑے اور چار ہزار روپیہ وہاں سے وصول کیا۔

مسٹر اندری، اس کی ماں، بی بی، کم عمر لڑکا، ایک لڑکی گرفتار ہو کر آئے جنھیں کوتوالی کے سامنے قتل کر دیا گیا، پرانے شہر میں ذاکر علی کے گھر میں یہ لوگ چھپے تھے۔

آغازِ بے چینی سے دو تین روز بعد مس برن سپرنٹنڈنٹ جیل خانہ نالی کے اندر سے نکالا گیا اور کوتوالی کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

نواب خان بہادر خاں دو تین روز بعد کیمپ گئے بخت خاں انگریزی فوجی عہدہ دار نے سلامی دی، نواب نے ہزار روپیہ دیا۔

چار انگریزی مخبر مسلمان بریلی میں گرفتار ہوئے (۲۵ مارچ ۱۸۵۸ء) نانا راؤ مرہٹہ انگریز سے شکست کھا کر اس وقت بریلی ٹھہرا ہوا تھا، چاروں مخبر بمشورۂ نانا راؤ قتل کر دیے گئے (۲)

---

(۱) رسالہ بغاوت ہند بابتہ ماہ ستمبر ۱۸۵۶ء از مکھن لال سب اسسٹنٹ سرجن

(۲) راجہ باجی راؤ آخری سردار مرہٹہ تھا یکم جون ۱۸۱۸ء کے عہد نامہ کی رو سے پانچ لاکھ سالانہ انگریزوں نے اس کی پنشن کی، اس نے مسکن کے لئے بٹھور کو پسند

۱۶ جنوری ۱۸۵۸ء کو قاضی غلام حمزہ اور ان کے رشتہ داروں کے مکانات لوگوں نے لوٹ لیئے۔

صوبہ دار بخت خاں نے مصر کوٹھی وال اور لالہ لچھمی نرائن خزانچی کو گرفتار کرلیا اور اٹھاون ہزار روپیہ ان سے وصول کیا اور ایک لاکھ اکتالیس ہزار روپیہ جو تحصیلدار شاہی خان بہادر خاں کے لئے لا رہا تھا لوٹ کے دہلی چلا گیا

کیا۔ یہ کانپور سے پانچ کوس دریائے گنگ کے کنارے گوشہ شمال و مغرب میں ہے وہ صاحبِ اولاد نہ تھا اس لئے برہمنانِ دکن سے ۱۸۳۶ء میں دو لڑکے متبنّیٰ لئے ان میں ایک دھوندو جس کا لقب نانا راؤ تھا اس کی عمر ڈھائی سال کی تھی۔ باجی راؤ ۱۸۵۱ء میں فوت ہوا تو گود لئے جانے کی وجہ سے اس کو پنشن نہ ملی اس نے آگرہ میں درخواست بھی کی جو نامنظور ہوئی۔ شیخ عظیم اللہ خاں انگریزی خواں اس کا ایک ملازم لندن بھی گیا اور وہاں بھی ناکامیاب رہا۔ نانا راؤ کے رشتہ داروں میں سے بالا راؤ اور بابا بھٹ اس کے بھائی تھے اور راؤ صاحب بھتیجہ۔ نانا راؤ نے جب کانپور و ہمیر پور میں قبضہ کیا تو ممانعت گائے کے ذبیحہ اور فروخت کے سخت احکام جاری کیئے۔ وہ صبح کو ایک گھڑی دن چڑھے تک مسلمان کی صورت نہ دیکھتا۔ وہ کانپور سے گذرتے وقت کبابی نان بائی کی بو سے سخت بیزار ہوتا۔ جب بریلی گیا تو خان بہادر خاں نے بڑی عزت کی اور خاطر داری کی، کبابی نان بائی قصابوں کی دوکانیں بند کرادیں۔

(الغدر ہندی)

نانا راؤ بیلپور کے راستہ سے اودھ کو چلا گیا۔

مغلیہ شہزادہ فیروز شاہ ۱۵ر مارچ ۱۸۵۸ء کو بریلی آیا اور محمود خاں نجیب آباد والے کے ساتھ پیلی بھیت چلا گیا۔

خان بہادر خاں کو خطاب شاہ دہلی سے

نواب انتظام الدولہ۔ محافظ الملک۔ تہور جنگ۔ رئیس اعظم روہیلکھنڈ

مہر:۔ الحکم للہ والملک للہ۔

سجع:۔ شدیم خان بہادر بندہ ذوالفقاری۔

عہدہ داران نوابی

حسین کوتوال۔ مولوی سید احمد بدایونی مفتی۔ ملا منیر ملائے قرآنی۔ حافظ کا لنجاں ڈرے اگانے والا۔ سوبھارام کالیستھ دیوان کل۔ ہودی لال (سوبھا رام کا لڑکا) بخشی فوج۔ مدار علی خاں کمانڈر انچیف افواج۔ محمد احسن خاں منصف محمد امین خاں صدر امین۔ مظفر حسین خاں صدر الصدور۔ محمد یوسف خاں رسالدار عدالت اپیل اعلیٰ دیوان سوبھا رام (تاریخ غدر ہندی کا مصنف) مولوی حیدر علی روزنامچہ نگار عدالت صدر امین۔ تنخواہ چھ روپیہ ماہوار۔

فوج

پلٹن پیادگان اور سوارہ فوج۔ مواضعات نگریا۔ بیٹی۔ ذنہاں جگونتاپور کے میواتیوں کی۔ پیدل کی تنخواہ چھ روپیہ۔ سوار کی بیس روپیہ ماہوار۔

انگریز کی واپسی

بے شمار ہندو مسلمان گھرانے بدامنی کے زمانہ میں ملک کے دشمن انگریز کے خیرخواہ تھے یوسف علی خاں جاگیردار رام پور سب سے بڑا مددگار تھا اس نے انگریزوں کے پاس ان کے زمانۂ قیام نینی تال میں ہر قسم کا سامان، کپڑے کمبل اشرفیاں وغیرہ بھیجیں اور رام پور کے ملحقہ مقامات میں بلوائیوں کے مقابلہ کے لیے اپنی فوجیں بھی بھیجیں اور اس زمانہ میں نہایت سرگرمی دکھائی۔

بریلی کا درگا پرشاد کالستھ انگریزوں کے پاس روزانہ کی خبریں خفیہ پہنچواتا رہا[1] یہ فرخ آباد سے آیا ہوا ایک پٹواری خاندان کا فرد تھا وہ لکھنؤ میں انسپکٹر سررشتہ تعلیم اور رائے صاحب بھی کر دیا گیا تھا اب اس خاندان میں اس کا پوتا شیام موہن لال مشہور شاعر جگر تخلص باقی ہے اس خاندان کے عروج کی ابتدا اور زمینداری وغیرہ درگا پرشاد سے شروع ہوئی ہے

بہرحال پورے سروسامان کے ساتھ انگریز نمودار ہوا ۵ رمئی [illegible] ۲۰ رمضان انگریزی فوج پورب کی طرف سے آئی جس نے کوٹھی کشمیر کے احاطے میں خیمے کھڑے کیے۔ تمام باشندگانِ شہر نے اس فوج کی آمد کے خوف سے بھاگنا

---

(۱) غدر ہند کی اخبار الصنادید

شروع کیا بہت دنوں تک بھاگڑ اس کا نام مشہور رہا۔

بھاگنے والوں کا نظارہ:۔ آٹا دال ستو اور گڑ کے بقچے سروں پہ دودھ پیتے بچے بغل میں، بڑے بچے کندھوں اور پیٹھ پر قریب ودور کے گاؤں کو بھاگ گئے انگریز سکھوں کی فوج اپنے ساتھ لے کر آیا تھا، پورب کی طرف دریائے فلکٹیا کے کنارے موضع ستی پور میں انگریز اور نواب کی فوج سے مقابلہ ہوا انگریز کی فتح اور نواب کو شکست ہوئی نواب محمدی ضلع سیتاپور کی طرف چلے گئے۔

پچھم کی طرف نواب کی ایک توپ قلعہ پر کھڑی تھی لوگوں نے اس کا انگریزی فوج کی طرف ایک فیر کر دیا۔ بدرالدین کوتوال (جو انگریزوں کیساتھ نینی تال گیا اور واپس آیا تھا) نے کہا کہ باغیوں کا وجود ابھی باقی ہے۔ جنرل جونس دیوان منالال کے باغ کے نیچے پہونچا اور توپ کے دو فیر کر آئے ایک گولہ دیوان بہادر سنگھ کے مکان میں گرا دوسرا بازار خندل خاں نواب یار محمد خاں کے مکان میں گرا جس سے نواب مر گئے اب جنرل نے فوج کو عام حملہ کا حکم دے دیا۔

انگریز کا ظلم عام

سکھوں اور مسلمانوں کی پرانی عداوت۔ سکھوں نے مسلمانوں پر قیامت ڈھادی فوج نے قتل و غارت شروع کیا تمام شہر میں پھیل گئے، مکانات لوٹے اور بڑی بے دردی سے قتل کرنا شروع کیا بعض غیرت دار عورتیں مع بچوں

کے بعد فاضل پنجابی کے مکان کے پاس والے کنوئیں میں کود پڑیں فوجیوں نے انہیں نکلوالیا اور خود قتل کیا جو لوگ گاؤں کو بھاگے تھے وہ بھی اکثر لوٹے مارے گئے

کاظم علی خاں رام پوری کے مکان کے پاس چند جگہوں پر فوج کے سپاہی پڑے تھے لوگ گرفتار ہو ہو کر آتے تھے اور گولیوں سے اڑائے جاتے تھے مرنے والوں کے لاشے کوچہ و بازار مکانوں کے اندر باہر پڑے تھے بھنگی اٹھا اٹھا کر شہر کے باہر پھینکتے تھے، غلام جیلانی خاں اور دوسرے چند مخبر د جاسوس لوگوں کو پکڑوانے اور پتہ لگانے پر مقرر تھے پھانسی کا ایک چوکھٹہ قدیمی اور دو نئے چوکی پولیس پکہریڑہ کے پیچھے کھڑے کئے گئے۔

کبیر شاہ خاں بخشی مع اپنے لڑکے کے تھیلم سے، افضل حسین خاں جمعیت حسین خاں پسران سعادت خاں عنایت اللہ خاں عزت ملا میاں پسر نواب اکبر حسین خاں دیہات شمالی سے محسن خاں احسن خاں پسران نواب محمد حسن خاں (بہار پیوری) رام پور سے۔ مبارک شاہ خاں احمد شاہ خاں پسران خیر اللہ شاہ خاں سید کالے میاں تجارت گنج سے ذاکر علی ستوئیا سے سعد اللہ خاں لطف اللہ خاں شہر سے مولوی خاں رام پور سے گرفتار ہو کر پھانسی دیئے گئے۔

انگریز کے ظلم، بربریت اور حیوانیت کی اب حد ہو گئی تھی جان انگلس کلکٹر بریلی نے رعایا کی واپسی کی منادی کرائی۔

باب ۱۶
جنگِ آزادی

سنہ ۱۸۰۶ء لارڈ منٹو کے زمانہ میں کمپنی کی مالی حالت بہت کمزور تھی اس نمایاں کمی کو پورا کرنے کے لئے منٹو نے تمام شعبوں کے افسروں کی تنخواہ میں کمی کر دی منٹو کی حرکت سے انگریزی افسر بھڑک اٹھے اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے مسولی پٹم، حیدر آباد، سرنگا پٹم کے انگریزی افسر علانیہ طور پر باغی ہو گئے ان سفید باغی افسروں میں سے کسی ایک کو بھی تختۂ دار پر نہیں لٹکا دیا گیا۔[1]

مسیح کہتا ہوں جب یہ دو الفاظ ظلم اور مظلومیت کسی تحریر میں دیکھتا ہوں تو تمام کائنات میری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اور میرے دماغ میں سوئیاں سی چبھنے لگتی ہیں۔ میرے نقطۂ نظر سے اس وسیع کائنات کے ہر گوشہ میں ہر حصہ میں اور ہر مقام پر ظلم اور مظلومیت کا افسوسناک مظاہرہ ہو رہا ہے ظالم اپنی مخصوص طاقت کے بل بوتے پر مظلوم کو تباہ کر رہا ہے اور مظلوم ہے کہ سر جھکائے ہوئے بیکس و مجبور ہر نئے ظلم کے لئے آمادہ ہے زندگی کی ٹریجڈی کے کسی رخ کو دیکھو۔ کائنات کی تاریخ کے کسی حادثۂ فاجعہ کا نام لو۔ ابنائے آدم کی کسی جنگ و جدل کے پہلو پر نظر ڈالو ہر واقعہ اور ہر حادثہ اور ہر کارنامہ کی تہ میں ظلم اور مظلومیت کی کارفرمائیاں نظر آئیں گی ظلم کبھی تو جابر بادشاہ

---

(۱) کمپنی کی حکومت۔

کے روپ میں نمایاں ہوتا ہے کبھی مزدور کش سرمایہ کے وجود میں ظاہر ہوتا ہے اور کبھی بزدلی سکھانے والے مصلح کی حیثیت میں نمود کرتا ہے مظلوم کبھی تو تشدد کے بوجھ میں دبا ہوا رعیت کا ایک فرد ہے کبھی شبانہ روز محنت کرنے والا چلتا پھرتا ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اور کبھی احساس کمتری کے اندھیرے میں ٹھوکریں کھاتا ہوا ایک بدنصیب انسان ہے، ظالم ہزاروں انداز اختیار کرتا ہے اور ہر انداز میں اسے ایک نئی زندگی ملتی ہے اور مظلوم ظلم کے ہر انداز کو زندہ رکھنے کے لئے نئے نئے طریقوں سے انسانیت کش روش اختیار کرنے پر مجبور کرتا ہے ظلم کا ادنیٰ کارنامہ یہ ہے کہ وہ انسانوں کی خونچکاں لاشوں کے انبار پر چڑھ کر فتح مندی کے قہقہے لگاتا ہے اور اس کی سب سے خوفناک فتح یہ ہے کہ وہ زندہ انسانوں کے دلوں، روحوں اور دماغوں پر موت کی بدروحیں بن کر چھا جاتا ہے۔۔۔۔ لیکن بغاوت کی آگ جب انسان کے سینہ میں شرر فشاں ہو جاتی ہے تو انسان سرگرمی عمل میں ستاروں کو بھی نوچ نوچ کر اپنے پاؤں پر گرا دیتا ہے (۲)

بحویلی سے باہر مراد آباد۔ بجنور۔ میرٹھ۔ کانپور۔ جھانسی، دہلی اور لکھنؤ وغیرہ مقامات پر سب جگہ یہ اشتعال کی آگ بھڑکی، کانپور میں کونانا راؤ گئے وہ حاصرہ کر لینے کے بعد لوگوں نے انگریزوں کو کاٹ کاٹ کر ایک کنواں لاشوں سے لبالب پاٹ دیا۔ رانی جھانسی نے اپنی فوجوں کی سپہ سالاری

---

(۲) صحرانوردوں کے رومان از مرزا ادیب بی۔ اے آنرز

خود کی۔ دوسرے مقامات پر بھی انگریزوں سے اچھی ٹکر لی گئی۔ خصوصاً دہلی میں جم کر مقابلہ ہوا مگر دہلی میں انگریزوں نے لڑنے والوں کا میگزین گولہ بارود سرنگ لگا کر اڑا دیا اگرچہ اس میں تین چار سو گورہ بھی اڑ گیا مگر لڑنے والے اب کیا کرتے منہ پھیر کر چلے گئے جانے والوں میں بخت خاں صوبہ دار بریلی بھی تھا، انگریز کی فتح ہوگئی، آغاز شورش سے پہلے ہندوستانی فوجوں نے جھروکہ کے نیچے کھڑے ہوکر بادشاہ سے فریاد بھی کی تھی کہ ہم وہ ہیں کہ ہماری تلوار نے ہندوستان فتح کرکے انگریزوں کے قدموں میں ڈال دیا ہے"۔ (۳۰)

باوجود اس بیکسی، بے بسی اور انگریز کی وظیفہ خواری کے بادشاہِ دہلی کی عزت و احترام دہلی اور دہلی سے باہر بےحد تھا بغیر کسی سبب قوی کے انگریز کی ہمت بادشاہ پر ہاتھ ڈالنے کی نہ پڑتی تھی جب غدر کا الزام اس کے سر تھوپ دیا گیا تو ہر بات جائز ہوگئی جیسے کہ حافظ رحمت خاں کا کوئی تصور نہ تھا ہیسٹنگز کو اودھ سے باہر اپنی فوجیں بھیجنے کی بھی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکتی تھی اُس موقع پر خط والے معاملہ نے ہر بات جائز کردی اور اس موقع پر غدر نے جائز کردی۔ ملاحظہ ہو اکثر کہا جاتا رہا ہے کہ بہادر شاہ اور ان کے بیٹوں کو سلطنت کی جو حرص تھی اس کے باعث کمپنی کی فوجوں کو ورغلا کر بغاوت پیدا کی گئی تھی مگر خود بادشاہ کا رجحان

---

(۳۰) غدر دہلی کے افسانے۔ خواجہ حسن نظامی۔

سیاسیات کے مقابلہ میں فنونِ لطیفہ کی طرف زیادہ تھا وہ شاعر تھے خوشنویس تھے مسجدوں کے لئے قرآن لکھتے تھے موسیقی سے کافی دلچسپی تھی ان کی ٹھمریاں اب تک رائج ہیں اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ غدر میں کسی متحدہ تجویز پر عمل کیا گیا اور میرے خیال میں اس زمانہ کے مستند کاغذات سے مذکورہ بالا معروضہ کی زبردست تردید ہو جاتی ہے ان کاغذات میں ہی بہادر شاہ کا وہ بیان بھی شامل ہے جس میں انھوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ باغیوں کی قائم کردہ نئی حکومت میں خود ان کی حیثیت سرگرم کارکن کی نہیں بلکہ خاموش آلہ کار کی تھی۔

پھر غدر کے بعد بہادر شاہ کو برطانوی رعیت قرار دے کر ان پر غدر کے الزام میں فوجی عدالت میں مقدمہ چلانا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی کے حکام اہلِ ہند کے جذبات اور احساسات سے کس قدر بے خبر تھے اگر کمپنی بہادر شاہ سے بحیثیت ایک مفتوح یا سیاسی قیدی کے سلوک کرتی تو اسے اختیار تھا اور واقعات کے اعتبار سے ایسا ہی ہوا لیکن اس حیثیت سے کمپنی کی کارروائی منطق اور قانون کے خلاف تھی کہ بادشاہ پر ایک معمولی مجرم کی طرح مقدمہ چلایا گیا اور اس کو عدالتی تحقیقات کا نام دیا گیا جن فوجی افسروں کو جج مقرر کیا گیا تھا انھیں شہادت کے اصول کے بموجب پذیرائی کی واقفیت نہ تھی قیدی سے پہلے ہی جان بخشی کا وعدہ ہو چکا تھا اور فوج اس قدر مشتعل ہو رہی تھی کہ دہلی کے عام لوگ ان واقعات کے خوف سے جوان ایام میں انھوں نے آنکھوں سے دیکھے تھے گھر سے باہر

نکلنے کی جرات نہ کر سکتے تھے ان میں ایک واقعہ یہ تھا کہ جب بہادر شاہ کو پکڑ لیا گیا تو میجر ولیم ہڈسن نے دو نہتے شہزادوں کو گولی سے اڑا دیا۔ ۱۸۵۷ء کے انقلاب میں سینکڑوں ناکردہ گناہ عورتیں (انگریزی فوجوں کے ہاتھوں) مہتابی کی طرح جلائی گئیں، ہزاروں بچے شہید تیغ ستم ہوئے۔ (۱) میجر ولیم ہڈسن کو بھی بمقام چار باغ (لکھنو) بالآخر قتل کر دیا گیا۔

بہادر شاہ ایک پالکی کے اندر گیر دار کپڑے پہنے گورہ دستہ فوج کے زیر حراست رنگون کو روانہ کر دیا گیا تین ہزار تیموری نسل کے افراد قلعہ دہلی سے باہر کر دیئے گئے۔ شاہزادے و بیگمات در در ٹھوکریں کھاتے پھرے۔ قید کی حالت میں بادشاہ کا لباس ٹاٹ کا۔ کھری چارپائی پڑے پڑے کو اور بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے۔

کارتوس کی مخالفت کی بنیاد جو بغاوت کی بنیاد تھی ہندوؤں سے شروع ہوئی اور مسلمانوں کے سر تھپ گئی۔ غدر میں کیا ہوا ہندوؤں نے شروع کیا مسلمان دل جلے تھے وہ بیچ میں کود پڑے۔ ہندو تو گنگا نہا کر جیسے تھے ویسے ہی ہو گئے مگر مسلمانوں کے تمام خاندان تباہ و برباد ہو گئے۔ (۲)

۱۰ مئی ۱۸۵۷ء کے بعد کارتوس کے احکام ممانعت استعمال جاری بھی کر دیئے گئے تھے لیکن اس وقت آگ لگ چکی تھی اور اس قابل نہ تھی

---

(۱) انگریزی عہد میں ہندوستان کے تمدن کی تاریخ۔

(۲) حیات جاوید صفحہ ۲۷۱ و ۲۸۱

کہ ایسی تدبیروں سے بجھا سکے (۱)

حکومت اودھ کا خاتمہ ڈلہوزی نے کیا، بابری نسل کی تباہی ان سے قلعہ دہلی کا تخلیہ کننگ کے حصہ میں آیا۔ ڈلہوزی کے زمانہ میں اودھ کا بادشاہ کلکتہ میں تھا اور کننگ کے زمانہ میں دہلی کا بادشاہ رنگون میں قید تھا۔

ڈلہوزی کی رخصت کلکتہ کے وقت جب کہ ہندوستان کے قدری باشندے اس کو رخصتی سلام کرنے کو جمع تھے اور کیننگ بھی تھا تو کیننگ تڑپا سارہا تھا (۲)

غدر میں ہندوستانیوں پر انگریزی مظالم کی انتہا اور کیننگ کی اس پر خاموشی کی وجہ انگریز نے یہ بتائی کہ کیننگ نیک اس قدر تھا کہ فوجیں اس کے احکام ممانعت کی پرواہ نہ کرتی تھیں مگر نیک دل کیننگ کے زمانہ کا کارنامہ کس قدر اہم اور سخت ذمہ داری کا تھا جسے اس نے نہایت خموشی بردباری سے انجام دیا۔ ایسے ہی نیک دل کمپنی کے گماشتے امن پسند جانِ شور ہسٹنگز۔ ولزلی۔ ڈلہوزی کمپنی کی تاریخ حکمرانی ہند میں اور بھی گذر چکے ہیں۔

غرض اب ہندوستان سے کمپنی کی حکومت ختم کر دی گئی۔ انگلستان کی ملکہ کوئن وکٹوریہ قیصرہ ہند ہو گئی۔ حافظ رحمت خاں کی جنگ کے بعد بھی شجاع الدولہ نے لوہاروں کو ممانعتی حکم دیا تھا کہ وہ تیر تلوار

---

(۱) رسالہ اسباب بغاوت ہند سر سید احمد خاں۔

(۲) لایف آف ڈلہوزی۔

وغیرہ نہ بنائیں۔(۱) لیکن انگریز کو بار بار جو ہندوستانی تلوار کے تجربات ہوتے رہے تو ۱۸۵۷ء کے بعد اس نے ہندوستانیوں کے ہاتھ سے تلوار ہی چھین لی، اب کوئی ہندوستانی بغیر حکومت کی منظوری کے کسی قسم کا ہتھیار جنگی اپنے پاس نہ رکھ سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ عام آبادی کی شجاعانہ جنگی اسپرٹ ہی ختم ہو گئی اب ہندوستانی مردٹینس کھیل رہا تھا اور دہلی کے قلعہ پر یونین جیک لہرا رہا تھا۔

جنگِ پلاسی کا فاتح کلایو، جنگِ روہیلہ کا فاتح ہیسٹنگز، جنگِ میسور کا فاتح ولزلی اور جنگِ غدر کا فاتح کیننگ۔

جنگِ پلاسی کا غدار میر جعفر، جنگِ روہیلہ کا غدار فیض اللہ خاں، جنگِ میسور کا غدار صادق اور جنگِ غدر کا غدار یوسف علی خاں۔

یوسف علی خاں کو بعد غدر انگریز سے علاوہ دوسرے مراعات کے اجو اس کے بعض دوسرے شرکاء کار کے ساتھ بھی کئے گئے۔ ۱۴۶ مواضعات انعام میں ملے، یوسف علی خاں شاعر بھی تھا پس اس انعام پر اس کا شکریہ شعری واجب تھا چنانچہ وہ کہتا ہے۔

جب گورنمنٹ سے ہوا حاصل ملک مجھ کو بصیغۂ انعام
ناظم از روئے ہمتِ عالی سالِ بخشش ہے بخششِ حکام

---

(۱) حکم موجود خاندان رائے بہار سنگھ۔

بریلی

یکم نومبر ۱۸۵۸ء۔ پیر کا دن۔ رعایا میدانِ پریڈ پر جمع کی گئی غدر کے وقت انگریزی فوج بریلی میں کم تھی اس لیے اب انگریزی فوج و سرو سامانِ جنگی کی نمائش ضروری ٹھہری چنانچہ فوج پیدل اور سوار سکھ اور ولایتی توپخانہ فیل ماہری کا مظاہرہ ہوا تمام سول اور فوجی عہدہ دار موجود تھے۔ انگریز کمشنر نے ملکہ وکٹوریہ کا جاری کیا ہوا اشتہار رحیم الزماں خاں رکن جاگیر رامپور سے پڑھوا کر لوگوں کو سنایا۔ یہ معافی کا اعلان تھا۔ کہا گیا روشنی کرو خوشیاں مناؤ اور غدر کو بھول جاؤ اب سے فوجی نمائش ہر سال یکم جنوری کو لازمی ٹھہری اور ہوتی رہی۔ شہر کے مکانات اور سرکاری عمارتوں پر روشنی ہوئی۔ خیر خواہان سرکار روسا کے مکانات پر آتشبازی چھوٹی۔ ناچ ہوئے۔ کوتوالی میں آتشبازی کی کثرت اور رنڈیوں کا ناچ بھی۔ انگریزوں کی شرکت، بھانڈوں کی نقلیں بھی ہوئیں، غدر کے نواب خان بہادر خاں اور ان کے دیوان سوبھا رام کی نقلیں بہت پسند کی گئیں جس پر انگریز اور کوتوال نے بہت قہقہے لگائے شام سے صبح تک یہ تماشا جاری رہا۔[1]

۱۸۵۹ء میں قحط کی مصیبت نازل ہو گئی جان انگلس کلکٹر نے انگلس گنج نئی طرز کا بنوایا یہ قحط دو برس تک رہا۔

جنگ بہادر سپہ سالار نیپال نے نواب خان بہادر خاں کو نیپال میں گرفتار کیا یکم جنوری ۱۸۶۰ء کو وہ بریلی لائے گئے یکم فروری کو کورٹ ہوا ۲۴ مارچ ۱۸۶۰ء یکم رمضان ہفتہ کا دن

---

(۱) غدر ہندی

بریلی کوتوالی کے دروازہ پر کلکٹر بریلی کی موجودگی میں بوڑھے خان بہادر خاں کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

مسلمان پہرہ داروں نے کلکٹر سے لاش لے لی اور بعد غسل و کفن و نماز جیلخانہ نیک پور کے گوشہ شمال و مغرب میں دفن کر دیا۔ ان کی محلسرا دوسری عمارتیں (محلہ جوہر) کھدوا دی گئیں یہ جگہ خان بہادر خاں کا کھیڑہ کہلائی۔

ستی پور نکٹیا ندی کا کنارہ وہ آخری خاک ہے جہاں روہیلہ شجاعت ایسی خاک میں ملی کہ پھر نہ ابھر سکی اور خان بہادر خاں روہیلہ خاندان کا تیسرا اور آخری شہید انگریز صاحب بہادر۔ اکثر ہندوستانی غدار تمام کے رائے بہادر خان بہادر ہو گئے

روہیلوں پر ہفتہ کے ــــ پانچ دن

حافظ رحمت خاں کی موت ہفتہ کے دن۔ آنولہ کی تباہی ہفتہ کے دن
نجو خاں کا دفن ہفتہ کے دن۔ اسیران روہیلکھنڈ کی رہائی ہفتہ کے دن
خان بہادر خاں کی موت ہفتہ کے دن

انگریزوں کے منشاء سے عورتوں کا ایک مدرسہ لال کوٹھی کیمپ ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا۔ بابو کالیچرن ہیڈ کلرک دفتر ڈائرکٹر تعلیمات ممالک مغربی و شمالی نے کلکٹر کی منشاء سے ایک برانچ اسکول انگلش گنج جاری کیا اور لالہ لچھمی نرائنا میونسپل کمشنر کے اہتمام سے تین برانچ اسکول جاری ہوئے۔ خیر الدین ڈپٹی کلکٹر نے کئی زنانے مدرسے جاری کئے۔ کمشنر روہیلکھنڈ کی منشاء سے لڑکیوں کا ایک ہائی

بالبوکا پیجرن و لچھمی نرائن کے اہتمام سے جاری ہوئی[1] نصاب تعلیم حکومت نے تجویز کرائیں وہ دیسی طریقہ تعلیم جس میں مذہبی رنگ غالب تھا ناپید ہوتا چلا گیا۔ ہندوستان مذہب کے نام پر تلوار اٹھا کر مقابلہ کے لئے آ کھڑا ہوتا تھا تلواریوں گئی مذہب یوں گیا۔

سنہ ۱۸٦۰ء میں پھر قحط پڑ گیا۔

سنہ ۱۸۷۱ء میں رام نومی اور محرم پھر ایک ساتھ پڑے، ہندو مسلمانوں میں لڑائی ہوئی ٹیپری گجے مندر کا مہنت مارا گیا شہر کی لوٹ میں ستر آدمی مارے گئے ۵۸ زخمی ہوئے سشن جج ہائی کورٹ کا اجلاس بریلی میں ہوا، پانچ آدمیوں کو پھانسی اور ۸ بعبور دریائے شور سزایاب ہوئے[2]

سنہ ۱۸۷۷ء میں پھر قحط پڑ گیا۔

سنہ ۱۸۹۳ء میں عید الضحیٰ کے موقع پر ہندو مسلم فسانہ ہو گیا۔

سنہ ۱۸۹۷ء میں پھر قحط پڑ گیا۔

سنہ ۱۹۰۲-۳ء میں وبائے طاعون نے ہزارہا انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا۔

۴ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کو زلزلہ آیا۔

سنہ ۱۹۱۱ء دربار دہلی۔ یہ ایک تاریخی دربار تھا۔ قیصر ہند انگریز تخت پر بیٹھا تھا اور ہندوستانی فرمانرواؤں کے جانشین فرمانروا تخت کے سامنے جا کر اسے سلامی

---

(۱) تاریخ روہیلکھنڈ

(۲) غدر ہندی

ہنا رہے تھے۔

۲؍اگست ۱۹۱۶ء کو زلزلہ آیا

۲۳؍ستمبر ۱۹۱۶ء کو راج گدی اور لرم کے باعث تعزیہ داری بند رہی

۱۸؍اپریل ۱۹۱۹ء کو نواب رام پور (حامد علی خاں) نے اسلامیہ اسکول کا سنگِ بنیاد رکھا۔

۲۷؍نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ یورپ کی صلح کی خوشی میں چراغاں ہوا۔

تھوڑے برسوں سے ہندوستان میں دو تحریکیں نہایت شدت سے سرگرم کار تھیں۔

(۱) کانگریس تحریک انگریزوں سے حکومت خود اختیاری کا مطالبہ کر رہی تھی آخر میں مہاتما گاندھی اس تحریک کے رہنما تھے جس میں سب قومیں شامل تھیں

(۲) مسٹر محمد علی جناح صرف مسلم قوم کے لئے انگریز سے یہی مطالبہ کر رہے تھے

۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء

وہ تاریخ ہے جس میں انگریز ہندوستان کے دو ٹکڑے کر کے بڑا حصہ کانگریس کو اور چھوٹا حصہ مسلم قوم کو دے کر نہایت خوشی سے ہندوستان کو خالی کر گیا۔ بڑے حصہ کا نام اکھنڈ بھارت ہے اس کا نظام حکومت جمہوری ہے چھوٹے حصہ کا نام پاکستان ہے۔

(ختم شد)

ضمیمہ

اسرار الصنادید

عُرف

تاریخِ بریلی

حصّۂ دویم

جس میں :-
بریلی کا جغرافیہ، آثار تاریخی، بریلی کے اُمرآء
شعراء، علماء، حکماء وغیرہ کے حالات درج ہیں۔

حصۂ دوئم

باب اول

جغرافیہ

بریلی :- ایک خوش سواد و خوشنما ضلع -

سطح سمندر سے نینی تال کی طرف ۷،۶۵۸ فٹ بلند اور فتح گنج شرقی کی طرف ۲،۲۰۵ فٹ بلند (۱)۔ ۱۹۰۱ء میں قصبے اور دیہات جن میں آبادی تھی ۱۹۳۶ تھے -

بریلی کے بعض پرگنے عہدِ اکبری میں، اور اُن میں فوجی تعداد (۲)

پرگنہ	اراضی	قوم زمیندار	فوج: سوار	فوج: پیادے
اجاؤن	۲،۴۰۰ بیگہ	چوہان	۵۰۰	۳۰۰۰
آنولہ	۱۴۷۱۰ بیگہ	گونڈ	۵۰	۴۰۰
بریلی	۲۶،۲۲۷ بیگہ	راجپوت	۱۰۰۰	۱۰۰۰۰
بلرسیر	۱۹۶۷۰۰ بیگہ	کاہر	۵۰	۵۰۰
سنہا	۵۸۱۱۰ بیگہ	باچھل	۳۰۰	۲۰۰۰
مونڑیاستاسی	۲۹۷۵۳ بیگہ	لگا برہمن	۵۰	۵۰۰

(۱) بریلی گزیٹر (۲) آئین اکبری

تاریخی شہادت سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ پہلے باشندے اس ملک کے جس کے حدود ہمالیہ اور گنگا کے درمیان ہیں اہیر، گوالے، گوجر اور دیگر اقوام تھے سنہ ۳۹۹ء و سنہ ۴۳۵ء کے درمیان تین چینی سیاح بودھ مندروں کی زیارت کو ہندوستان آئے سب سے آخری سیاح ہوانگ سیانگ تھا جو سنہ ۶۳۴ء میں آیا اس وقت یہ ملک دو حصوں میں منقسم تھا۔

شمالی حصہ گووی سانا (کاشی پور) رقبہ ۴۹۵ میل، جنوبی اہائی چھترا رقبہ ۲۳۵ میل۔ اہائی چھترا۔ رام نگر تحصیل آنولہ نام سے اب ضلع بریلی میں ہے اور یہ مشہور تاریخی جگہ ہے (۱)

بریلی۔ روہیلکھنڈ کا ضلع۔ روہیلکھنڈ کے بیچوں بیچ میں واقع ہے۔

بَریلی کے حُدودِ اربعہ

شمال میں نینی تال، جنوب بدایوں، شرق پیلی بھیت، غرب رام پور۔ رقبہ پونے سولہ سو میل مربع جو بوجہ برد برار گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

اراضی کشادہ و میدان۔ شمال سے جنوب کی طرف کو ڈھلوان۔ اس کی ہموار سطح پر بہت سے دریاؤں کی گھاٹیاں۔ جنوب و مشرق کی طرف یہ ضلع خاص کر بہت زرخیز ہے۔ بنجر بہت کم ہے۔ آبادی گنجان ہے۔ لکڑی افراط سے ہے۔ اور پانی ہر جگہ بہت گہرائی پر ہے۔

چومحلہ، رچھا، کابر، پرگنوں کا علاقہ مار کہلاتا ہے۔ اس کی آب و ہوا خراب مار کا دکن دیس کہلاتا ہے۔ اس کی آب و ہوا عمدہ ہے۔ تحصیلیں بریلی، فریدپور

---

(۱) کنز التاریخ۔

نواب گنج، آنولہ (پرگنے بلیا، سنہا، آنولہ، سرولی) بہڑی (پرگنہ کابر، سرتالواں رچھا، چومحلہ)

دو فصلیں ہیں (الف) خریف - باجرا، مونگ، ماش، تل، جوار، مکا، کپاس، گنا
(ب) ربیع - گیہوں، چنا، جو، ارہر، السی، سرسوں ترکاری اور

دریا

رام گنگا - (قدیم نام راہب) ضلع کا سب سے بڑا دریا - ہمالیہ پہاڑ سے نکلا - گنگا میں گرتا ہے - جنوبی حصہ کو سیراب کرتا ہے - مغرب سے جنوب مشرق کی طرف اس کی روانی آنولہ کی تحصیل کو میر گنج اور بریلی کی تحصیل سے جدا کرتا ہے -

ارل - پرگنہ آنولہ سے گزر کر بدایوں میں رام گنگا سے جا ملا ہے -

افسرہا - نواب گنج اور فرید پور کی تحصیلوں میں ہو کر بہگل (دریا) میں گرتا ہے -

دیوہا - دس میل نواب گنج کی حد پر اور پانچ میل فرید پور کی حد پر بہتا ہے -

دو جوڑہ - کچھا اور غزلی بہگل اور ڈکرا بجکرا کے ملنے سے دو جوڑہ بریلی کے قریب بہتی ہے - اور میر گنج کی سرحد سے ہوتی ہوئی میران پور پر رام گنگا سے مل جاتی ہے -

سنکہا - ضلع بریلی کے مغرب و شمال کی طرف بہتا ہے - فتح گنج غزلی کے پاس اس پر ریل کا پل بنا ہے -

ڈھورنیاں - نواب گنج بھوجی پورہ میں بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں بہتی ہے

نکیٹا - نواب گنج کے شمال سے نکل کر جنوب کی طرف کو بہتی ہوئی بریلی کے قریب رام گنگا میں مل جاتی ہے -

شرقی بہگل - نواب گنج سے گزر کر شاہجہانپور کے ضلع میں رام گنگا میں جا ملی ہے

ریلیں

(۱) ایسٹ انڈین ریلوے — بریلی سے براہ چندوسی علی گڑھ کو
(۲) 〃 〃 〃 مراد آباد کو (۸ جون ۱۸۹۴ء کو جاری ہوئی)
(۳) 〃 〃 〃 شاہجہانپور کو

(۱) اودھ ترہٹ ریلوے — بریلی سے کاٹھ گودام کو
(۲) 〃 〃 (براہ) پیلی بھیت اور مالا شاہجہانپور کو
(۳) 〃 〃 بریلی سے براہ بدایوں کاسگنج کو

مردم شماری (۱)

۱۹۳۱ء

کل ۱۱۷۶۱۹۷ مرد ۶۳۷۱۸۳ عورت ۵۳۹۰۱۴

ہندو	مسلمان	اچھوت	شہر	قصبہ	عیسائی (اندرون ضلع بریلی)	سکھ	اینگلو انڈین
۳۴۹۵۸۴ مرد	۲۳۳۴۷۴ مرد	۱۰۰۵۲۴	۱۹۲۶۸۸	۱۲۱۴۲	۷۰۰۳	۳۳۰۳ مرد	۱۷۰
۳۰۴۳۷۴ عورت	۲۰۸۸۵ عورت	۵۳۵۵۴ مرد	۱۰۵۹۴۸ مرد	۶۳۹۳ مرد		۷۰۲ عورت	
		۴۶۹۷۰ عورت	۸۶۷۴۰ عورت	۵۷۴۹ عورت			
جین	بودھ	دیگر فرقے	باقی قومیں				
۴۹۲ مرد	۳۵	۲۸	۴۲۲۲				
۴۹۶ عورت							

---

(۱) رپورٹ مردم شماری موجودہ کمشنری بریلی۔

رقبہ صحرائی زیرِ کاشت ۱۳۵۲ھ — ۱۰۰۹۳۸۴ — ایکڑ
مالگذاری ——— ۱۶۷۹۷۴۳ روپیہ
مطالبہ آب پاشی ۸۶۱۷۱۵ روپیہ

باب دوم

مشہور مقام اور قصبے

پرگنہ اجاون:۔ اکبر کے زمانہ میں بڑا پرگنہ تھا اور رام گنگا تک پھیلا ہوا تھا اب سب سے چھوٹا۔ جو کچھ بچ رہا ہے اس کا نام سندھولی ہے۔

علی گنج بریلی آنولہ سڑک پر۔ علی محمد خاں کی وجہ سے نام مشہور ہوا۔ مرزا حیدر بیگ خاں نائب آصف الدولہ نے بازار بنوایا اور حیدر گنج نام رکھا۔ (۱)

آنولہ ریلوے اسٹیشن۔ علی گڑھ جانے والی لائن پر۔ آنولہ کے درختوں کی کثرت کی وجہ سے آنولہ نام پڑا۔ ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک آنولہ کو جاتی ہے اس پر سرکاری جنگل کے قریب حضرت سید احمد شاہ عرف

---

(۱) تاریخ بریلی گزیٹیئر(؟) اولی۔

شاہ جی باباؒ کا جو حافظ رحمت خاں کے پیر تھے ۔ قلعہ شکستہ حالت میں ملتا ہے
شاہ جی بابا اپنے تقدس اور شجاعت کی وجہ سے بہت مشہور ہیں ۔ آنولہ کا قلعہ جو
حکیموں کے قبضہ میں ہے سعادت علی خاں کا بنوایا ہوا ہے ۔ گنج میں اردو مڈل
کی کچہری تھی ۔ آنولہ پہلے بدایوں سرکار میں اور پھر الہ آباد میں پرگنہ سنونہ کے
نام پر تھا سنہ ۱۸۰۶ء میں بریلی منتقل ہوا ۔ بریلی سے سترہ میل پر ہے ۔ سٹرکیں
شمال کی سرحولی کو ۔ جنوب مشرق کی بھمورہ کو ۔ مغرب کی بسولی کو ۔ جنوب کی
بدایوں کو گئی ہیں ۔ بدایوں کی پختہ ہے ۔ چودھویں صدی عیسوی میں کٹھریا
قلعہ بنا ہوا تھا سنہ ۱۳۸۰ء میں فیروز شاہ بادشاہ دہلی نے آنولہ غارت کیا اور
وہاں قلعہ بنوایا ۔ (۱)

اترچھینڈی کٹھریوں کا بڑا قلعہ تھا ۔ ٹھاکر گڑھ اس کا نام ۔ اٹھارہویں
صدی عیسوی میں تباہ ہونا شروع ہو گیا ۔ سعد اللہ خاں
ولد علی محمد خاں نے دوسری گڑھی بنوائی جس کی صرف بنیاد اور مینار دریا
کے کنارے رہ گئے ۔ گڑھی کا رقبہ ۱۳ ایکڑ تھا ۔ اترچھینڈی والے ٹھاکر
اس کھڑک سنگھ (کھڑگو) کی اولاد ہیں جس نے سلطان دہلی کے چند معتمدوں کو
حالتِ سفر میں قتل کر دیا تھا سلطان نے اسی لئے کٹھیر پر ایک سخت ہولناک حملہ کیا
لیکن کھڑک سنگھ پہاڑوں میں بھاگ گیا ۔ سنہ ۱۳۹۹ء میں امیر تیمور کے حملہ کے وقت
کھڑک سنگھ کو پھر موقع مل گیا ۔ اور اپنے ملک پر قبضہ کر لے امیروں کو شاہجہانپور
کی طرف بھگا دیا ۔ (۲)

سعد اللہ گنج ۔ سعد اللہ خاں کا آباد کیا ہوا ۔ دریا کے دوسری جانب

---

(۱) تاریخ بریلی گلزاری لال (۲) بریلی گزیٹر

سنہ ۱۸۵۰ء میں تحصیل قائم ہوئی۔ رام لیلا کا میلہ کئی روز تک رہتا ہے

بہیڑی (ریلوے اسٹیشن) — دھوم سے ہوتا ہے ایک بڑی فیکٹری شکر کی قائم ہوئی ہے۔

پرگنہ بلیا — روہیلوں نے کرور میں شامل کر لیا تھا سنہ ۱۸۱۴ء تک کرور میں رہا۔ اس کے بعد سلیم پور میں منتقل ہو گیا۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں جب سہسوان ضلع بنا۔ تو بلیا ضلع بریلی میں شامل ہو گیا۔

پرگنہ چومحلہ — پاچیٹ کے جنوب میں ہمت نونامے خاں کے پاس تھا یہاں ایک قلعہ تھا۔ سنہ ۱۷۷۴ء میں فیض اللہ خاں کی جاگیر میں شامل تھا۔ سنہ ۱۷۹۴ء میں نواب وزیر کے پاس آگیا۔ سنہ ۱۸۰۱ء میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے پاس آگیا۔ چاپیرٹ کا علاقہ اس کے بعد راجہ کاشی پور کے ورثوں کو دے دیا گیا۔ سنہ ۱۸۶۶ء تک ان کے پاس رہا۔ اور پھر انگریزوں نے بڑے پور ریاست (بجنور) سے تبادلہ کر لیا۔

فریدپور (ریلوے اسٹیشن) — جو کٹھیرے ہو کر بریلی سے نکال دیئے گئے تھے ان کا آباد کیا ہوا ہے شیخ فرید نے عہد جہانگیر میں فریدپور کا قلعہ بنوایا (۱) فریدپور نام رکھا پہلے رسپورہ نام تھا۔ شیخ فرید عہد جہانگیر میں بریلی کے گورنر تھے۔ فریدپور پہلے پرگنہ کرور کا جزو تھا۔ لیکن جنوبی حصہ ایک علیحدہ پرگنہ بن گیا۔ جو تسوا کہلایا۔ یہ اٹھارہویں صدی کی بات ہے اور شمالی حصہ پرگنہ خلیل پور کہلایا۔ سنہ ۱۸۲۴ء میں ایک تحصیل تسوا فریدپور کی بنائی گئی۔ بریلی سے ۱۳ میل پر ہے آبادی اس کی دو جگہ قصبہ فریدپور اور سرائے قصبہ ہے۔

فتح گنج شرقی (ریلوے اسٹیشن) — سنہ ۱۸۲۴ء میں بشپ ہیبر نے اس کچی چہار دیواری کا تذکرہ کیا ہے جو فتح گنج کے گرد بنی ہوئی تھی اور اب نابود ہے۔ قصبہ کے

---

(۱) بریلی گزیٹیر۔

باہر مغرب کی طرف ایک شاندار باغ حافظ رحمت خاں کے انسراق کا لگایا ہوا بتایا جاتا ہے۔ روہیلہ اور شجاع الدولہ کی جنگ کے بعد (جو موضع لاتی کٹھرہ کا) نام فتح گنج رکھا گیا۔

گینی۔ بریلی سے مغرب کو دریائے رام گنگا کے کنارے واقع ہے۔ کہا جاتا ہے یہاں کا ٹھوڑے گولڑیا ایک چھوٹا سا موضع ہے۔ اس میں مندر مہادیو گوری شنکر کا ہے شیو رات کو بڑا میلہ ہوتا ہے۔

شیوپوری } راجہ کی شیوپوری کہلاتی ہے کسی چوہان راجپوت نے جس کا نام امید سنگھ تھا بسایا۔ اس کے ورثاء راجہ شیوپوری کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کے بعد مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

میرگنج ریلوے اسٹیشن } بریلی سے ۲۱ میل۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں دونگاہ سے تحصیل یہاں آئی۔ اب یہاں سے بھی تحصیل ٹوٹ کر بریلی تحصیل میں شامل ہو گئی۔ روہیلوں کے زمانہ میں صرف بازار کی وجہ سے آباد کیا گیا۔ میر خاں بابر نے آباد کیا۔

نریاول } تحصیل بریلی سے ۵ میل پورب کو۔ اساڑھ کے اجیالے پاکھ میں دیبی مندر پر پیر۔ بدھ۔ جمعہ کو میلے ہوا کرتے ہیں۔

بھار۔ بریلی سے تیسرے چھٹے میل پر شمال کو سرکٹ مخچہ کے کنارے جیٹھ کے پہلے اتوار کو پیر بہوڑہ میلہ ہوتا ہے۔

نیکپور } شہر سے قریب جنوب کی طرف اساڑھ کے اندھیرے پاکھ میں منگل برہسپت اور سنیچر کو دیبی مندر پر میلے ہوتے ہیں یہ آبادی محمد مسیح

لہ تاریخ بریلی گلزاری لال۔

(خیر اندیش خاں ثانی) کی بسائی ہوئی ہے۔ خیر اندیش خاں خطاب ان کو اپنے والد کے انتقال کے بعد ملا۔ اس سے پیشتر ان کو نیک اندیش خاں کا خطاب تھا۔ ہذا اس کا نام نیک پور رکھا تھا۔ انھوں نے جو اراضی خرید کر اس پر قلعہ تعمیر کیا تھا اوس کا نام خیر نگر رکھا تھا

سر ولی } تحصیل آنولہ میں رام گنگا کنارے سر ولی کے مغرب میں شاہ پور کا جھونپڑا غالباً ایک مسلمان درویش نرگن شاہ کی یادگار کے طور پر شاہ پور کے نام سے مشہور ہے اور یہیں ان کا مقبرہ ہے۔ جو بہت تعظیم کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے اس کی تباہ شدہ دیوار بے شمار بچھوؤں کا مسکن بن گئی ہیں لیکن یہاں کے باشندوں کا عقیدہ ہے کہ یہ بچھو بالکل بے ضرر ہیں۔ کیونکہ شاہ صاحب کا روحانی فیض ان کے شامل حال ہے۔ (۱)

فتح گنج غربی ریلوے اسٹیشن } تحصیل بریلی میں پختہ سڑک رام پور پر ۱۷۹۴ء میں جنگ روہیلہ اور فوج انگریزی امدادی نواب وزیر کی یادگار میں لکھنؤ کے نواب کا بسایا گیا ہے جب سے فتح گنج نام پڑا۔ یہاں کتبہ انگریزی ہے جو ان پندرہ انگریزی افسران فوج کی یادگار میں لگایا گیا ہے جو اس لڑائی میں مارے گئے۔ اور نجو خاں بلند خاں روہیلہ سرداروں کا مقبرہ فتح گنج میں بھی ہے۔ بازار یہاں کا مشہور ہے۔

شیشگڑھ ریلوے اسٹیشن } کسی سید امان اللہ کا بسایا ہوا ہے جیسے کسی دہلی کے سلطان سے جاگیر ملی ہوئی تھی۔ یہاں چراغ علی شاہ درویش کا مقبرہ ہے جن کے مزار پر کاتک میں کئی روز تک عرس کا میلہ ہوتا ہے۔ مزار پختہ ہے جسے نواب ذوالفقار خاں ولد حافظ رحمت خاں نے بنوایا۔

نواب گنج ریلوے اسٹیشن } بریلی سے اٹھارہ میل پختہ سڑک پر شمالی مشرقی کونے میں ہے۔ ۱۸۶۵ء میں تحصیل بریلی سے ایک حصہ علیحدہ کرکے یہ نئی تحصیل قائم کی گئی۔ دسہرہ پر بڑا میلہ ہوتا ہے۔ ۱۷۵۵ء میں نواب وزیر نے نواب گنج بازار بنوایا۔ سمبت ۱۸۴۰ بکرمی عہدِ آصف الدولہ میں نجب سنگھ اور دلپت مہاجنان آنولہ نے قصبہ نواب گنج آباد کیا۔ (۱)

رچھا ریلوے اسٹیشن } ایک راجپوت سردار رادھا جیت کی سرکردگی میں آباد ہوا۔ جیٹھ کے مہینہ میں پیر بہوڑہ کا میلہ آٹھ روز رہتا ہے اس کے قریب باندہ ہے جو اورنگ زیب کے عہدِ حکومت میں بنجاروں نے بسایا (۲)

(پرگنہ رچھا) پہلے اس کا زیادہ رقبہ [illegible] میں شامل تھا یہ پرگنہ روہیلوں نے بنایا۔ فیض اللہ خاں والیٔ رامپور نے اس پرگنہ کا کچھ حصہ اپنے قبضہ میں کر لیا تھا ۱۷۹۴ء میں رامپور سے نکال لیا گیا۔ اور نواب وزیر کا قبضہ ہو گیا۔ جس سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے حاصل کیا۔ اور ضلع بریلی میں شامل کر لیا گیا اور ۱۸۲۵ء میں جب ایک شمالی قسمت بنائی گئی تو رچھا بریلی سے نکال لیا گیا۔ لیکن ۱۸۴۱-۱۸۴۲ء میں پھر اس کا الحاق بریلی سے ہو گیا (۳)

پرگنہ سنہا } اکبر کے زمانہ سے پرگنہ چلا آتا ہے جبکہ اس میں بلتا شامل تھا اور سرکار بدایوں سے اس کا الحاق تھا۔ ۱۸۶۳ء میں تحصیل آنولہ میں شامل ہوا (۴)

سرولی شمالی } سرولی پہلے پرگنہ برسیر کے نام سے مشہور تھی اور مراد آباد کے ضلع میں شامل تھی۔ ۱۹۳۵ء میں بریلی میں آئی۔ سرولی شمالی میں پرگنہ اجاون کے کئی گاؤں شامل ہوئے ہیں۔ ۱۸۶۱ء میں اس کا رقبہ کم ہو گیا جبکہ اس کا ایک حصہ نواب رامپور کو غدر کے زمانہ میں برطانوی حکومت کے قابلِ ذکر خدمات کے صلہ

۱؎ تاریخ بریلی گلزاری لال ص

میں انعام دے دیا گیا۔ (۱)

یہاں کے پانڈے برہمن اپنے کو ایک سورجی عورت کی اولاد بتاتے ہیں جس نے سر دلی آباد کی کسی دہلی کے سلطان نے اسے جاگیر دی تھی جو سورجی کی ان خدمات کا صلہ تھی جو اس نے سلطان کے لشکر کی رسد کی فراہمی میں امداد دی تھی جب سلطان کٹھیر پر حملہ آور ہوا تھا۔

سردار نگر پانور راجپوتوں کی بستی تھی۔ ان کا قول ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ مہیپت سنگھ کو وہ سات گاؤں جاگیر میں ملے تھے جو اس وقت جنگھاروں کٹھیلوں اور دوسرے لوگوں کے قبضہ میں تھے۔ ان میں سے ایک گاؤں کریانوں تھا جو اب سردار نگر کہلاتا ہے۔ یہاں مہیپت سنگھ نے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا۔ مہیپت کے بعد اس کے لڑکے پرتاپ سنگھ کے زمانہ میں اس پر یہاں کے چھوٹے زمینداروں نے حملہ بول دیا۔ پرتاپ سنگھ اس وقت دہلی میں تھا واپسی پر اس نے دشمنوں کو نکال باہر کیا اور ایک دوسرا قلعہ سردار نگر کے جنوب مشرق کی طرف بڈرئی کے نام سے بنایا۔ اس کے ورثا کا قبضہ اودھ کے عہد حکومت تک رہا۔ اور اسی زمانہ میں اس کا استیصال کر دیا گیا۔ حالانکہ آج تک بڈرئی اور سردار نگر کے کچھ جزو پر ان کا قبضہ چلا آتا ہے باقی حصہ پر کمیو الک کے برہمنوں کا قبضہ ہے (۲)

شاہی پرانی آبادی ہے کھٹیلوں کی گڈھی تھی۔ مسلمانوں نے اکبر کے زمانہ میں فتح کی یا اس سے پہلے ہوئی ہے۔ پرانی یادگاروں میں صرف ایک مندر ہے ۱۸۲۳-۲۴ء تک یہاں تحصیل رہی۔ شاہی اکبر کے زمانے میں بھی پرگنہ تھی۔ ۱۸۲۵ء تک یہ ایک علیحدہ تحصیل تھی۔ اس کے بعد اجاؤن میں شامل ہو گئی ۱۸۶۳ء تک یہ انتظام بحال رہا۔ اس کے بعد تحصیل میرگنج بنا گئی (۳)

لے سے اقتباسات بریلی گزیٹر

سرسنن گڑھ } ۱۸۲۴ء میں بشپ ہیبر نے سرسنن گڑھ کو ایک پامال ویرانہ اور بے حقیقت موضع لکھا ہے۔ اور ایک برباد شدہ قلعہ کا نشان دیا ہے یہ قلعہ کٹھریوں کی پشت پناہ تھا جس میں مدتوں سرسنن گڑھ کے راجگان اقامت گزین رہے۔ اب ان راجاؤں کے خاندان کا صرف نام باقی ہے نشان نہیں ملتا قلعہ کی جگہ اب گرنج موجود ہے حالانکہ سرسنن گڑھ کا نام اسی قلعہ کے وجود کا شاہد ہے (۱)

سرسانوال } وہ گاؤں جس کے نام پر اس موضع کا نام پڑا کٹھریوں کا صدر مقام تھا انگریزوں کے ورود کے وقت کٹھر راجہ اس علاقے کے تعلقدار تھے۔ اب اس کا نام منصور پور ہے۔ اور رام پور میں شامل ہے۔ ۱۸۶۰ء میں جو ۱۲ مواضعات نواب رام پور کو دیئے گئے۔ ان میں سے ایک ہے۔ سرسانواں کے راجگان اکبر کے عہدِ حکومت میں ترکِ سکونت کر کے سرسنن گڑھ چلے گئے۔ مگر روہیلوں کے زمانہ میں اس زمانہ میں انھیں کا قبضہ رہا ۱۷۷۴ء میں نواب فیض اللہ خاں (رام پور) کی جاگیر میں شامل ہوا۔ جس نے متعدد مقامات اس میں سے نکال کر چوہ محلہ پرگنہ میں شامل کئے ۱۷۹۴ء میں نواب وزیر نے واپس لے لیا ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو دے دیا۔ (۲)

شیر گڑھ } کسی وقت چار گاؤں سے مل کر بنا تھا۔ اب علیحدہ علیحدہ ہو گئے ہیں پرانے کھیڑوں پر آباد ہیں ان میں سے ایک پرانا گاؤں ہے اور کابر کے ہندوؤں کے قدیمی اقتدار کا گہوارہ کہلاتا ہے ۲۵ فٹ بلند اور ۳۰۰ گز قطر اس کے چاروں طرف ۵۰ سے لے کر ۱۰۰ فٹ تک چوڑائی کی کھائی کھدائی ہوئی ہے چوٹی پر کسی مستطیل کی شکل کی عمارت کی بنیادیں ہنوز موجود ہیں۔ سولھویں صدی میں شیر شاہ نے علاء شیر گڑھ کے نام سے کابر کے مشرق میں ایک قلعہ بنوایا۔ مسلمانوں کی طویل حکومت

کے دوران میں ہندو تہذیب کی تمام قدیم یادگاریں نیست و نابود ہوگئیں (۱)

روایت ہے کہ یہ قبضہ راجپوتوں سے ۱۳۱۳ء میں چھینا گیا جبکہ سلطان علاؤالدین خلجی حدودِ ہند میں حکمران تھا۔ امیر خسرو دہلوی شاعر لکھتے ہیں کہ ۱۲۹۰ء میں جلال الدین نے اس پر قبضہ کیا۔ اور ہندوؤں نے اسے پھر واپس لے لیا۔ اور پھر علاؤالدین نے دوبارہ اس کی تسخیر کی۔ اس کی واپسی فیروز شاہ کے زمانے میں ہوئی جبکہ کھڑکیوں کو قنوال کی طرف بھگا دیا گیا۔ کھڑیوں نے کابر میں پھر مقابلہ کیا۔ اور اس کے بعد جنگلوں میں لڑتے رہے حتیٰ کہ شیر شاہ نے ان کا خاتمہ کیا۔ شیر شاہ کی فوجیں خواص خاں کے زیرِ کمانڈ کھڑیوں کے مقابل ہوئیں۔ خواص خاں کی یادگار میں ایک خوبصورت تالاب شیر گڑھ کے جنوب میں خواص تال کے نام سے بنا ہوا ہے۔ (۲) (خواص خاں شیر شاہی جرنل اور شیخ سیلم چشتیؒ کے عقیدتمندوں میں سے تھا (۳) اس کی سوانح عمری خواص خاں دلی مطبوعہ موجود ہے)

اسلام پور شیر شاہ کے لڑکے کے نام پر آباد ہوا اس کے شمال میں ایک اتھلے پانی کی دھجیر سی ہے۔ جو رام ساگر کہلاتی ہے اور شمال مغرب کی طرف ایک تالاب ہے جو رانی تال کہلاتا ہے۔ اور راجہ بین کی کہانی میں جس رانی کا تذکرہ آیا ہے اس کے متعلق کہا جاتا ہے۔

جنرل کننگھم نے ۱۸۶۳ء میں ہندو آثارِ قدیمہ کی تلاش کے سلسلہ میں اس جگہ کی بھی تلاش کی گرنویں اور دسویں صدی کے چند سکوں اور دو چھوٹے چھوٹے پتھر کے بتوں کے علاوہ اور کچھ سامان اس کے ہاتھ نہ لگ سکا ان میں سے ایک بت درگا کا تھا جو مہشا سُر نامی دیو کو قتل کرتی ہوئی دکھائی گئی تھی اور دوسرے کے خط و خال محو و نابود ہو چکے تھے۔

---

۱ و ۲ و ۳ گزیٹر۔

مقامی روایت کے بموجب کابر، راجہ بین کا دارالسلطنت تھا اس کی رانی کھیتکی یا سندری کے نام سے مشہور تھی بانکولی اس کی شمالی سرحد کے قریب ایک گاؤں ہے جو (غلط) بتایا جاتا ہے کہ علی محمد خاں کا جائے پیدائش ہے۔ تیسر گراھ ۱۷۴۸ء میں فیض اللہ خاں کو دیا گیا۔ ۱۷۹۴ء میں وزیر اودھ نے لے لیا۔ ۱۸۰۱ء میں انگریزوں کو مل گیا۔ (۱)

منونہ ۔ چار گاؤں برجوزدار پور، لال پور، شاہمیر پور منونہ خاص، چوہانوں کے پاس تھے۔ پچھلے بندوبست (۱۸۶۸ء) میں ملا دیئے گئے ہیں (۲)

کیارہ } بریلی کی جنوبی سڑک پختہ پر دریائے رام گنگا کے کنارے جنگھارا راجپوتوں کا صدر مقام۔ غدر میں جیمل سنگھ نے فروغ پایا اور اس کے ورثا اب بھی باشر ہیں۔ (۳)

گورگانوہ } اہیروں کی بستی ہے وہ اپنا مورث اعلیٰ آدی کو بتاتے ہیں وہ درونچاریہ کا ہمعصر ہے۔ جو پانڈوں کوروں کے اتالیق (گرو) تھے اور اسی گرو کے نام پر گورگانواں آباد ہوا۔ (۴)

حافظ گنج } ۱۷۵۵ء میں حافظ رحمت خاں نے بسایا اس کے شمال کی جانب قریب ہی ایک گڑھی پیدائش کے لئے ہے۔ (۵)

حافظ الملک کی تعمیر کرائی ہوئی محلسرا مختصر مسجد دو کانیں تھیں۔ محلسرا اب باقی نہیں ہے۔ (۶)

رام نگر } ایک بڑا قلعہ چھتر ا پورا نام ہے۔ یہ مقام مہابھارت میں سلطنت شمالی پنچالہ کا راجدھانی لکھا ہے۔ درونا چاریہ نے یہاں کے راجہ درپد پر فتح

۱، ۲، ۳، ۴، ۵ گزیٹر۔ (۶) گلستانِ رحمت۔

پائی۔ سنہ [illegible] سے بودھ راجاؤں کی عملداری ہوئی۔ پھر راجہ اچھو ناگ والی آباد کے
سمندر گپتا نے فتح کیا۔ اور اس وقت سے خاندان گپتا فرماں روا رہا۔ پھر یہ سلطنت
قنوج میں شامل ہو گئی۔ گیارہویں صدی میں بدایوں کے راٹھور راجاؤں کے قبضے میں
آ گئی۔ ۱۲۳۵ء اور اس کے صدیوں بعد تک یہاں جنگل تھا جس کو اہیر اور گجروں نے صاف
کیا۔ اور اہیر دیو نے گوالیا سرہ بسایا۔ مثلث شکل کی چار دیواری ۳½ میل کے گرد
جنوب میں رام نگر تک، شمال میں عالم پور کورٹ یعنی نصرت گنج تک اور پورب میں
دیلئے پیپر یا تک۔ ہیون سانگ چینی سیاح (سنہ ۶۳۴ء) نے لکھا ہے کہ دس بودھ مذہب
کے عبادت خانے معہ ہزار پجاریوں کے اور نو شیوالے تھے۔ جے ہوپر، کپتان ہگس
سر ویر اور کننگھم نے اس کی بڑی بڑی تحقیقاتیں کیں۔ سنہ ۱۸۹۱ء میں ڈاکٹر فوریر نے
لکھا ہے کہ رام نگر سے تھوڑی دیر اتر کی طرف پارسناتھ کا مندر ہے اس میں جین مذہب
کی ننگی مورتیاں ہیں۔ اور بادشاہوں راجاؤں کے سکے سونے چاندی کے پائے جاتے ہیں
جو سنہ عیسوی سے قبل کے ہیں۔ چینی سیاح کا بیان ہے کہ سانپ کا ایک تال ہے ناگ ہرد
اس کا نام ہے اس جگہ بودھ نے ناگ راجہ کو تبدیلی مذہب کے لیے سات دن تک لگاتار
تلقین کی اس کا بیان ہے کہ اشوک نے اس جگہ بہت بڑا استوپ بنایا۔ یہ جگہ ہندوستان
کی متبرک جگہ تصور کی جاتی ہے۔ ان سکوں کے دیکھنے سے قیاس کیا جاتا ہے کہ یہاں بھی
نیز۔ بہت سے ہندو خاندان اس جگہ حکمراں رہے ہیں۔ بعض سکے کے شروع زمانے
کے پٹھانوں کے بھی ہیں۔ جے ہوپر کو غیاث الدین تغلق کی ایک اشرفی ملی۔ غالباً تغلق نے
اس قلعہ پر (۱۳۶۶ء میں) قبضہ کیا۔ یا فیروز تغلق نے۔ سنہ ۱۷۴۵ء میں علی محمد خاں نے
اس قلعہ کو پھر سے بنانا چاہا لیکن کثیر رقم خرچ ہونے کی وجہ سے خیال چھوڑ دیا۔

اس قلعہ کی کھدائی سنہ ۱۸۳۳ء سے شروع ہوئی سنہ ۱۸۶۲-۶۳ء میں جنرل کننگھم نے
بنظر معائنہ کیا۔ جسیم گنج زیادہ نمود ہے جو تقریباً ڈیڑھ سو فٹ سطح زمین سے بلند ہے

ایک کتبہ ایسا برآمد ہوا جو گپتا رسم الخط میں تھا۔ رام نگر سے شمال کی طرف جینیوں کا مندر ہے چیت کے مہینہ میں ملک کے ہر گوشے سے جین لوگ بڑی تعداد میں آتے ہیں۔ بابت ۹۲-۱۸۹۱ء میں ڈاکٹر فوہرر نے تحقیقات شروع کی ہر چند کہ بعض معمولی چیزیں تھیں سکے اور دوسری چیزیں تمام تحقیقات میں برآمد ہوئیں لیکن بہت سے کھنڈرات ابھی تحقیقات کرنے کو باقی ہیں۔ (۱)

بریلی کی پختہ سڑکیں

(۱) بریلی سے براہ شاہجہانپور لکھنؤ کو

(۲) بریلی سے براہ رام گنگا گھاٹ بدایوں کو (یہ سڑک سرکار کی کلکٹری بریلی کے زمانے میں تیار ہوئی) رام گنگا کا پل پختہ نہیں ہے۔

(۳) بریلی سے براہ کلا ٹریک گنج رام پور مراد آباد کے لئے (دریائے دوجوڑہ پر پل نہیں تھے مگر اب بن گئے ہیں) کانگریس حکومت نے بنوا دیے ہیں۔

(۴) بریلی سے براہ (موضع) بہار پیلی بھیت کو۔

(۵) بریلی سے براہ عزت نگر نینی تال کے لئے۔

(۶) بریلی سے براہ شاہی سشن گڑھ کیلئے (شاہی کے دریا کا پل نہیں

---

(۱) بریلی گزیٹر۔

باب ۳

بریلی کی آبادی اور مُحلّے وغیرہ

بریلی شہر ڈھونیاں ندی سے نکبنا ندی تک شرقاً غرباً تین میل۔ شمالاً جنوباً نیک پور سے عزت نگر تک آباد ہے۔ پرانی آبادی پر اور اضافہ کیا گیا ہے اب آبادی کے حدود پورب میں جگت پور۔ بہار تک۔ پچھم میں خلیل پور تک۔ شمال میں پرتاپور تک اور دکن میں نیک پور تک ہیں۔

پرانی بریلی قلعہ باسدیو کے گرد آباد ہے۔ پرانے شہر کے بیچ میں ہو کر کچی سڑک جیلپور کو گئی ہے۔ جگت پور، جگت دیو کے نام پر آباد ہے۔ جس سے جنوب کو شیخان شاہجہانپور اگر آباد ہوئے۔ یہ نوادہ شیخان کہلاتا ہے۔ قوی گنج میں ایک چھوٹا سا گرجا ہے۔ قصبہ حافظ پور پہلے حافظ رحمت خاں کے نام پر آباد ہوا۔ حافظ رحمت خاں کے لڑکے نواب عنایت خاں نے بزریہ عنایت گنج بسائی۔ سڑک جیلپور کے شمال میں چک محمود ہے بقیہ محلے یہ ہیں: کانکر ٹولہ گھیر جعفر خاں قاضی ٹولہ کرہ چاند خاں چاہ بائجتی صوفی ٹولہ[1] رو ہیلی ٹولہ سیلانی سہسوانی ٹولہ بینٹھ میراں لودی ٹولہ بربری ٹولہ بنی ٹولہ کوٹ سنجارہ پورہ کانمیل کاغذی ٹولہ شاہدانہ وغیرہ۔ گول گنج ہے جو سڑک پچھم طرف جاتی ہے اس پر شہامت گنج ذوالفقار گنج کچی سرائے کوتوالی پختہ سرائے ساہوکارہ ہیں وہ بازار قلعہ میں ہو کر گئی ہے اس کے دونوں طرف پختہ دوکانات پکے پلاسٹر سے خوشنما بنی ہیں۔ اس سڑک کے دونوں طرف نیا شہر آباد ہے۔ کوتوالی کے قریب چوک وغیرہ مسٹر ولیم کلکٹر نے بنوائے تھے۔ نو محلہ میں کچی سرائے شفاخانہ ڈفرن ہسپتال اور ہائی اسکول ہے شفاخانے کے

(۱) جہانگیر کے زمانہ میں صوفی شاہ درویش کی سکونت کی وجہ سے صوفی ٹولہ مشہور ہوا۔

سامنے کتب خانہ ہے۔ احمد علی خاں کا تالاب اور باغ ایک روہیلہ سردار کا بنوایا ہوا ہے۔ چاندنی چوک کے جنوب میں ایک عمدہ دروازہ بنا ہوا ہے جس میں تھانہ ہے قلعہ بازار مکرند رائے کے بڑے قلعہ کی نشانی ہے۔ قلعہ بازار سے آگے ایک بڑا چوک مسٹر جان انگلش کے نام سے اس کا بنوایا ہوا مشہور ہے۔

بانس منڈی عالم گیری گنج براہم پور بھوڑ شاہ آباد کوہاڑا پیر عقب کوتوالی فراشی محلہ حویلی بخشی گری نیلگراں گندہ نالہ زکاتی محلہ چودھری محلہ ساہوکارہ بزریہ مولی لال گلی خیر اللہ چوبدار مرچیاں گلاب نگر(۱)۔ بزریہ پورن مل(۲) سید پور بزریہ صندل خاں(۳)۔ بزریہ ملوکپور(۴) جسولی ذخیرہ معماران بہاری پور بانس داران کنگھی ٹولہ خواجہ قطب کوچہ سیتارام کنور پور(۵) نو محلہ سورکھا بانخانہ(۶) کٹھگر باقر گنج سپوٹہ دروازہ گلی میر بطن کھنو محلہ گلی حکیم وزیر گلی گلی مردان گلی ہیرا گلی نوابان گلی مفتیان گلی حجامان گلی ملانان گلی ہیجڑان گھیر جعفر خان گھیر سوجے خاں۔ گھیر شیخ مٹھو گھیر ناصر خانیاں دیپ چند کا کڑا کڑا مان رائے درزی چوک کوچہ گیدا شاہ ٹھکر کی رتن چند گڑھی راؤ پہاڑ سنگھ کیلا باغ نرکل گنج سکلا پور برگیان بانس پھوٹہ اعظم نگر وغیرہ مشہور محلے ہیں

مشہور کوئیں } چاہ نندن چاہ بالجتی چاہ دانون چاہ راجہ چاہ کنکر
چاہ بائی شیروں کا کنواں چرمکار کا کنواں خرم کا کنواں

---

(۱) گلاب رائے مورث اعلیٰ چودھری لونت رام نے بعہد افغانان آباد کیا۔ (۲) حافظ رحمت خاں کے بخشی نے تعمیر کرائی۔ (۳) حافظ رحمت خاں کے شحنہ صندل خاں نے تعمیر کرائی (۴) میر نور اللہ وغیرہ نے مسجد گنج بہادر تعمیر کرائے (۵) مکرند رائے اور ان کے بھائی بھتیجوں کے نام پر آباد ہوئے (۶) روہیلوں کے زمانے میں بان جنگی گرتے یہاں بنتے اس لئے بانخانہ نام ہوا۔ (تاریخ بریلی گلزاری لال)

پربت سنگھ کا کنواں۔

بعض باغ

کمپنی باغ جوبلی پارک پریم نگر باغ موتی پارک نواب مستجاب خاں کا باغ کیلا باغ حسین باغ پھول باغ چیت رائے کا باغ احمد علی خاں کا باغ شمس الدین خاں کا باغ کوٹھی کشمیر کا باغ کوٹھی رامپور کا باغ کریم الدین کا باغ مہدی باغ راجہ کا باغ خزانچی باغ نبو صاحب کا باغ بلاغ پورن خاں محمد خاں کا باغ بیگم باغ وغیرہ (۱)

بعض تالاب

رانی تال دھوبا تال موہن تال اٹوا تال میپری تال تالاب احمد علیخاں تالاب نواب عنایت خاں (آنولہ) مقبرۂ علی محمد خاں کا پختہ تالاب۔

باب ۱۲

بعض تاریخی آثار

حویلی دیوان مان رائے } دیوان مان رائے روہیلہ گورنمنٹ کے وزیر کی حویلی کٹرہ کے اندر جس میں شہزادۂ عالی گوہر (شاہ عالم بادشاہ دہلی) ۱۱۷۵ء میں بطور روہیلہ مہمان ٹھہرے تھے اور نواب عنایت خاں کی

---

(۱) بیگم باغ کی کوٹھی مسٹر ہاکنس نے ۱۹۱۱ء میں بنوائی (تاریخ بریلی گزیٹیری [illegible])

شادی کا اسی حویلی میں ہوئی تھی۔

گڑھی راؤ پہاڑ سنگھ — راؤ پہاڑ سنگھ بھی روہیلکھنڈ گورنمنٹ کا وزیر تھا۔ بڑی عالی شان گڑھی تھی اب شاید کہ اس کے محلات میں سے کوئی محل رہ گیا ہو ورنہ چار دیواری یا عظیم الشان پھاٹک کچھ باقی نہیں۔

عمارات قلعہ — یہاں سے عہد روہیلہ کا صرف ایک محل بقبضہ رفیع الدین خاں تھا وہی باقی ہے۔ (۱)

پل ندی قلعہ۔ دیوان بہادر سنگھ کا بنوایا ہوا سنہ تعمیر ۲۳ ھ بہتر حالت میں ہے۔

بارہ دری — (حسین باغ) حسین علی خاں ناظم بریلی اودھ گورنمنٹ نے تیار کرائی۔ ویران پڑی ہے۔

مقبرہ شاہدانہ۔ عالمگیر کے گورنر مکرند رائے کا بنوایا ہوا۔

پل دریائے سنکھا۔ نواب منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں نے جو وزیر حکومت اودھ تھا تعمیر کرایا (۲)

پل دریائے بہگل۔ فتح گنج شرقی میں نواب مہدی علی خاں مذکور نے بنوایا۔

انگریزی فوجی قبرستان — بہت سے رائل ہائی لینڈ رجمنٹ کے جو سپاہی ۱۸۵۸ء میں مارے گئے تھے ان کا مدفن ہے۔ اور کچہری، کمشنری سے قریب ہے۔ (۳)

میدان جنگ فتح گنج غربی — روہیلہ اور انگریزی فوج کی جنگ ۲۶ اکتوبر ۱۷۹۴ء جمعہ کی یادگار میں نجو خاں، بلند خاں روہیلہ سرداران کا پختہ مقبرہ ایک احاطہ میں انگریز افسران فوج مقتول کا

---

(۱) حیات حافظ رحمت خاں (۲) تاریخ شاہجہانپور میاں رفیع الدین (۳) گزیٹیر۔

مدفن معہ ان کے ناموں کے ایک احاطہ میں اور ایک مینار۔

مقبرہ حافظ رحمت خاں } شہر سے غربی جانب باقر گنج خان محمد خاں کے باغ میں واقع بہار شگہ۔ سنہ [illegible] میں تعمیر کی۔ اُنکی اولاد ذوالفقار خاں ان کے لڑکے نے چھپر کھٹ بنوایا۔ حافظ صاحب کی صاحبزادی نے سنہ ۱۸۳۴ء میں مرمت اور پلاسٹر کرایا۔ لارڈ وائسرائے کے حکم سے شہر پناہ پیلی بھیت کا ملبہ فروخت کرا کے پھر مرمت کرائی گئی۔ دروازہ حافظ محمد یار خاں پسر حافظ رحمت خاں نے بنوایا۔ مسٹر ٹیڈل کمشنر نے سنہ ۱۸۹۱ء میں پھر مرمت کرائی (۱)

آنولہ

لال مقبرہ۔ رقبہ منونہ میں فتح خاں خانساماں کا مقبرہ۔

علی محمد خاں کا مقبرہ } آنولہ کہرو پختہ میں۔ نہایت وسیع و مستحکم شاندار عمارت معہ تالاب پختہ حافظ رحمت خاں نے بنوایا

مشہور مسجدیں

مرزائی مسجد } بریلی پر اسلامی حکومت کے زمانہ کی پہلی مسجد۔ اکبر کے گورنر حکیم عین الملک شیرازی نے سنہ ۱۵۷۹ء میں بنوائی۔ مرزائی محلہ (دیگر جعفر خاں) شہر کہنہ میں ہے۔ سنہ ۱۸۵۷ء میں حقداد خاں نے مرمت کرائی۔

---

(۱) حیات حافظ رحمت خاں۔

تاریخ تعمیر

ساخت مسجد بامرِ اکبر شاہ ٭ ساعیٔ کارِ خیر عین الملک
فاسجدوا خالصاً لوجہ اللہ ٭ ہو مثال راست سالِ تاریخش

مسجد جہان خاں } محلہ لودھی لودھی ٹولہ میں بلند کرسی پر نہایت مستحکم شاندار معہ چاہ پختہ۔ جہان خاں لودی پٹھان لودی ٹولہ ان سے منسوب (تاریخ تعمیر) تعمیر مسجد ۱۱۶۷ھ میں ہوئی اسی وقت بریلی نواب رحمت خاں روہیلہ کی حکومت تھی جس کے بیس سال بعد روہیلہ حکومت رہی۔

بہرِ خدا بساختہ چوں کعبہ جلال ٭ مسجد جہاں خاں کہ بنا کرد چوں خلیل
بودست یکہزار و صد و شصت و ہفت سال ٭ تاریخ آں ز ہجرت جستم خرد بگفت

مسجد چاند خاں } شفیع علی خاں شیوخ لکھنؤ سے جن کے مورثِ اعلیٰ آصف الدولہ کے زمانہ میں بریلی آئے چاند خاں ان کا نام ہے کٹرہ چاند خاں ان کا آباد کیا ہوا مشہور ہے انہی کی بنوائی ہوئی یہ مسجد ہے۔

تاریخ تعمیر

بنا مسجدہ گہ کرد بہرِ نماز ٭ بر بریلی چاند خاں بامراد
خرد گفت مسجد کہ بیت العتیق ٭ بعاجز رفیق و تکبیر شفیق

مسجد نو محلہ } قدیمی مسجد مختصر تھی مرزا نظیر بیگ نائب تحصیلدار بریلی کی کوشش سے اگلا دالان بنا۔ کچھ عرصہ بعد گینڈا خاں بہادر بعدہٗ محمد رحیم داد خاں کی مالی امداد سے وسیع و فراخ و شاندار معہ احاطہ و حوض پختہ خوش فضا تیار ہوئی ہے شرقی جانب مسجد کے احاطۂ پختہ کے اندر سادات نو محلہ کا خاندانی

گورستان ہے مسجد کا کتبہ پیشِ طاق ہے۔

زہے دار امانِ جہاں در جہاں ۔۔ مرتب شدہ مسجدِ کہنہ بنا

پے سالِ تاریخ از ہاتف آواز ۔۔ فرمانا مسجد درگاہ آمد اللہ اکبر

عہد آصف الدولہ نواب وزیر اودھ کی باہتمام مرزا حسن رضا خاں
مسجد شیعیان { تعمیر ہوئی۔

بازارِ قلعہ برلب سڑک ۱۸۵۴ء کی بزمانہ عبدالسلام
مسجد گذری بازار { خاں گورنر بریلی اور انھیں نے تعمیر کرائی۔

بازارِ قلعہ میں مکرند رائے کھتری گورنر بریلی ساکن دہلی نے
جامع مسجد { عہدِ عالمگیر بادشاہِ دہلی (۱۰۶۷ھ) میں تعمیر کرائی۔

حافظ رحمت خاں کی ماں نے اپنا مال و متاع فروخت کر کے
مسجد بی بی جی { محلہ بہاری پور میں یہ عالی شان مسجد تعمیر کرائی۔

عظمت خاں کے لڑکے۔ حافظ رحمت خاں کے پوتے
مسجد آزاد خاں { نے نزد شہر کہنہ کے قریب یہ مسجد بنوائی۔

سرائے محلہ گلاب نگر کے دروازہ پر دلیر خاں کی تعمیر کرائی ہے
مسجد دلیر خاں {

محلہ بھوڑ قانون گویان میں نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے
مسجد کھیڑہ { حافظ رحمت خاں کے پوتے نواب خاں بہادر خاں کی بنوائی
ہوئی ہے۔

قدیم سے کوئی مسجد نہ تھی عام چندے سے اور پھر محمد خاں سوداگر
مسجد کچہری { لکڑی نے بالآخر اپنی رقم کثیر کے خرچ سے کچہری ججی کے سامنے لب سڑک
تعمیر کرائی۔

مسجد جنکشن } قدیم سے کوئی مسجد نہ تھی مولوی محمد رضا خاں سوداگری نے خالصاً اپنے صرف سے تعمیر کرائی۔

مسجد سٹی اسٹیشن } قدیم سے کوئی مسجد نہ تھی۔ اس مسجد کو لال محمد ٹھیکیدار نے تعمیر کرائی۔

آنولہ

مسجد بارہ برجی } آنولہ روہیلہ پٹھانوں کی شوکت و اقتدار کا گہوارہ ہے جن کے عہدِ عروج میں ستر مسجدوں کے منارے عالمِ بالا کی طرف اشارے کرتے انھیں میں کی یہ ایک عالی شان مسجد ہے۔ روہیلہ امیر فتح خاں خانساماں کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔

مسجد احمد خاں۔ مسجد بارہ برجی کے پہلو میں نہایت مستحکم و شاندار مسجد لب سڑک ہے۔

مسجد بخشی } روہیلہ امیر بخشی سردار خاں کمالتری کی محلہ ڈیرہ بخشیہ میں تعمیر کرائی ہوئی مسجد جس کے صحن میں ان کی قبر بنی ہے۔

بریلی کے مشہور مندر

مندر ڈھیری } کوہاڑا پیر سے قریب۔ سڑک کے کنارے۔ نینی تال پیلی بھیت کی سڑکوں کے درمیان۔ ٹھاکر دوارہ قدیم (پرانا) جن بہت نامی و مشہور ہے۔ السبب رام نومی و جنم اشٹمی تیوہار مشہور ہیں۔ اس جگہ ہوتے ہیں برات جلوس

رتھ سواری سری جگناتھ جی یوم رتھ جاترا واسطے عام درشن معمول ہے۔ (۱)

مندر ساہوکارہ۔ آبادی ساہوکارہ کے بیچ میں ہے۔

مندر دیوان خانہ۔ لب سڑک ایک چبوترہ پر مختصر سا مندر ہے۔

گنگا مندر } لب سڑک تالاب چودھری سے قریب خوشنما خوش سواد سنگ سرخ کی با قرینہ تعمیر۔ گرد و پیش صاف ستھرا۔ جدید تعمیر ہے۔

مندر چھپت رائے } بابو بہار سنگھ وزیر روہیلہ گورنمنٹ کے چھوٹے بھائی کے باغ میں سنہ ۱۸۵۴ء میں تعمیر ہوا۔ حال میں ایک شاندار اضافہ سنگ مرمر کی تعمیر کا کرانہ کے سنگ تراشوں کو بریلی بلوا کر کیا گیا۔ قدیم پراچین السب رام نومی جنم اشٹمی رادھا اشٹمی رتھ جاترا۔ آنا سواری سری کرشن چندر مہاراج دو کاند وغیرہ معمول رہے ہیں۔ (۲)

مندر الکھ ناتھ } قلعہ سے شمالی سڑک پختہ کے بائیں کنارے پر گنجان باغ و سبزہ زار کے درمیان دریا کنارے ہر وقت درشن کرنے والوں کا تانتا لگا رہتا ہے۔

ٹھاکردوارہ باغ برگٹان } سری ٹھاکر جی براجمان اور جملہ السب متعلقہ ٹھاکر دوارہ ہوتے ہیں (۳)

منڈھی دودھادھاری } استھان مہادیو جی کا مشہور اور سب السب یہاں ہوتے ہیں۔ (۴)

منڈھی جی نرباول } اجالی پکش مہینہ اساڑھ میں جس قدر یوم دو شنبہ اور چہار شنبہ اور جمعہ نیز پورنماشی اساڑھ ہوتی ہیں

نمبر ایک سے چار تک ماخوذ از تاریخ بریلی منشی گلزاری لال کائستھ۔

اسی قدر میلہ نہ یادوں معمول ہے۔ (۱)

مٹھ رائے بسے دھوپا } سوائے ایام ساون اور پوس ہر جمعرات تالاب میں غسل کرتے ہیں مشہور ہے کہ خارش دفع ہوتی ہے۔ (۲)

مٹھ دیبی جی نیکٹ پور } منگل اور سنیچر ہر ماہ خصوصاً چیت و اساڑھ میں رسم پرستش بجا لاتے ہیں (۳)

بھیروں جی کا مندر۔ بزریہ موتی لال میں یہ مشہور مندر واقع ہے۔

ٹھاکر دوارہ بلدیو جی } قدیم کوتوالی پچھواڑے۔ پھاٹک ساہوکارہ سے تھوڑا آگے گوکل اشٹمی کا مندر۔ سب التسب بڑی دھوم سے کرتے ہیں۔ (۴)

مندر بکریا ناتھ۔ یہ مشہور مندر محلہ بجوڑ قانونگویان میں واقع ہے۔

باب ۵

اسلامی مدارس وغیرہ

بریلی میں علوم اسلامی کے عروج کا زمانہ حافظ الملک کے عہد سے شروع ہوتا ہے جبکہ روہیلکھنڈ میں پانچ ہزار علماء مساجد و مدارس میں درس دیتے ہیں مولوی حیدر علی لکھتے ہیں "اگرچہ شہر باس بریلی بمقابلہ دہلی۔ لکھنؤ آگرہ۔ قصبہ ہے مگر کبھی بھی یہ قصبہ عالموں، حکیموں، شاعروں، خوش نویسوں اور ہنرمندوں سے خالی نہیں رہا۔ (۵)

نمبر ۱ سے چار تک۔ ماخوذ از تاریخ بریلی منشی گلزاری لال۔ (۵) غدر ہندی۔

مدرسہ محلہ سوداگران

اس مدرسہ کو ایک نہایت مشہور سلسلۂ خاندان سے نسبت ہے جس کے مورثِ اعلیٰ محمد سعید خاں، ان کے لڑکے محمد سعادت علی خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم شاہ خاں ان کے لڑکے محمد کاظم علی خاں، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خاں ان کے لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں۔

احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خاں و مصطفےٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے۔ محمد اعظم خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی۔ اس خاندان میں دیہات زمینداری سے امیرانہ بسر ہوتی رہی۔

مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے۔ حنفی، سنی، فاضلِ اجل، کاملِ اکمل سید شاہ آلِ رسولؒ کے مرید و خلیفہ تقریباً (۴۵۰) کتابیں تصنیف کیں۔ سفرِ حجاز میں علمائے عرب سے سندِ حدیث و فقہ اصول و تفسیر حاصل کی۔ مسائلِ فقہ میں فتاوائے رضویہ طویل لکھی۔ قرآنِ کریم کا بہترین ترجمہ کیا۔ ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بسر کی۔ تقریر و تحریر کے ذریعہ سے پچاس برس خدمتِ دین میں گزارے۔ نام نامی اعلیٰ حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں مجددِ مائۃ حاضرہ مشہور ہوا۔ تاریخِ ولادت ۱۲۷۲ھ المتوفیٰ ۱۵ ستمبر ۱۳۴۰ھ۔ مدفن مسکن سے قریب۔ معتقدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام جماعت رضائے مصطفےٰ ہے۔ دو درسگاہیں ہیں، ایک سوداگری محلہ میں۔ دوسری مسجد بی بی صاحبہ میں (بہاری پور) دارالعلوم کا نام منظرِ اسلام۔

مدرسہ مداری دروازہ
قدیم نام مصباح التہذیب
جدید نام
مصباح العلوم

بعض بیرونی و مقامی حضرات کی سعی سے اصل مدرسہ دینیات اسلامی کی مسجد مداری دروازہ میں بنیاد پڑی۔ مولوی یعقوب علی خاں، مظفر علی خاں۔ شیخ احمد حسن پنجابی۔ سردار احمد امروہوی۔ مولوی عبدالقدیر وغیرہ مہتمم مدرسِ اعلیٰ رہے عربی فارسی دینیات۔ قرآن وغیرہ کی تعلیم اس مدرسہ کے مشہور حافظِ قرآن شیخ حبیب الحسن ساکن نالہ بریلی جو تمام عمر درسِ قرآن دیتے رہے۔ ہر سال چھ سات حافظ ہو جاتے ہیں حافظ قدرت اللہ کے شاگرد تھے۔ جو مسجد آزاد خاں میں درس دیتے۔ مشہور شاگردوں میں حافظ عبدالرزاق، حافظ نجم الدین خاں۔ حافظ احمد یار خاں قاری تھے۔ نگارندۂ تاریخ احمد یار خاں کا شاگرد ہے۔ حافظ حبیب الحسن کا انتقال ۱۸ محرم ۱۳۹۵ھ کو ہوا۔ پھر ان کے لڑکے حبیب الحسن پڑھاتے رہے۔

مدرسہ سرائے خام

اشاعت العلوم نام۔ مولوی محمد یٰسین کا قائم کیا ہوا جن کا وطن بستی سرہند سلسلۂ خاندانی میرزا کامران برادر محمد نصیر الدین ہمایوں شاہ دہلی تک پہنچتا ہے تیموری مغل تھے۔ مولانا کی تعلیم ۱۳۱۵ھ میں دیوبند میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن سے شروع ہوئی۔ سات سال میں فارغ ہوئے پھر سات سال تک بعض کتابیں مولانا احمد حسن کانپوری کا

سے پڑھیں۔ پھر مدارس پھر کانپور رہے۔ پھر سات برس تک شاہجہان پور رہے پھر مدرسۂ مدار کی دروازہ بریلی میں آگئے۔ پھر سرائے خام آگئے۔ یہاں مسجد و مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ یہاں حدیث، فقہ، منطق، تفسیر، اصولِ فقہ، درسِ قرآن وغیرہ کا انتظام ہے۔ ۱۹۲۰ء میں بسلسلۂ تحریکِ خلافتِ اسلامیہ ۹ مہینے قید رہے۔ ۲۳ صفر ۱۳۴۲ھ کو انتقال ہوا۔ قاری عبدالعزیز آپ کے لڑکے جانشین ہوئے اب ان کا بھی انتقال ہوگیا۔

مدرسۂ اشفاقیہ قاضی ٹولہ

مولوی اشفاق احمد مشہور رئیس شہر کہنہ اس کے بانی تعلیماتِ دینی کی مشہور اسلامی درسگاہ۔ ان کے بعد اور ان کے علاوہ

کیمپ میں تعلیم مروجہ حال

کی تعلیم گاہیں

[illegible]

(۱) ڈگس ہائی اسکول۔ لڑکے لڑکیوں کی مخلوط تعلیم۔ دسویں درجہ تک۔ (۲) گرلس اسکول (۳) پرائمری اسکول صدر بازار میں (۴) جانسٹن ہائی اسکول۔ جانسٹن گنج میں (۵) سنٹ میریا گوائی اسکول۔ عیسائی استانیاں تعلیم دیتی ہیں (۶) افسر برٹش انڈین اسکول۔ افسروں کے بچوں کے لیے۔

اٹولہ چوک میں۔ پاٹھشالہ۔ جونیر ہائی اسکول۔ مکتب۔ ورنا کلر مڈل۔ انٹر کالج۔ بیرملی چوکی میں۔ ڈگری کالج۔ پاٹھشالہ لڑکوں کی۔ مدرسۂ شیعہ۔ مکتب۔ لڑکوں کے

پرائمری مدرسے ۲۶ - لڑکیوں کے ۴ - جونیر ہائی اسکول لڑکوں کے ۱۲ - لڑکیوں کے -

دیہات میں } زنانہ پاٹھ شالا ۲ - گرلس پرائمری اسکول ۴ - اسلامیہ مکتب ۴ - گرلس جونیر ہائی اسکول ۱ - جونیر ہائی اسکول ۴ - پرائمری ۲۴۴ - گورنمنٹ پرائمری ۱۵ - گورنمنٹ پرائمری اسکول ۲ - انگریزی ہائی اسکول ۱ -

انگریزی ہائی اسکول

میرگنج - شاہی - بلسیا - دھونرا - بہیڑی - نواب گنج - فرید پور - آنولہ (۸)

شفاخانے

(شہر) ۲ (کیمپ میں) ۱ (قصبات میں) آنولہ - نواب گنج - بہیڑی - فرید پور - میرگنج - رچھا - سرولی - دھورہ (۱۰)

یونانی یا مصرانی

(شہر) ۲ (دیہات میں) بچیرہ - بھوتا - شاہی - کیمنی (۴)

تھانے

(شہر) کوتوالی - قلعہ - بارہ دری (۳) (قصبات) آنولہ - فرید پور - میرگنج - نواب گنج

(ایضاً قصبات) بہیڑی - شاہی - شیش گڈھ - بہوتا - بہرولی بجوجیہ
(کیمپ) دیورنیاں - رچھا - بہمورہ - فتح گنج - شرقی - حافظ گنج - گیپنی - ریلوے
جنکشن - ریلوے ہٹی (۱۸)

کربلائیں (۲) شیعہ صالح نگر اور سنی باقر گنج میں

امام باڑے } (۱) امام باڑہ فتح علی شاہ محلہ چھپی ٹولہ میں (۲) امام باڑہ نجیبیا طوائف کتب خانہ سے پچھائیں گلی میں (۳) امام باڑہ ناصر خانیاں چھوٹے عالم گیری گنج میں (۴) امام باڑہ خورشید محلہ ٹوک پور میں (۵) امام باڑہ مبارک محل چھپی ٹولہ میں (۶) امام باڑہ مدینہ شاہ - پرانا شہر لعلیندری ٹولہ میں - (۷) امام باڑہ کاظم علی خاں - بازار قلعہ میں (۸) امام باڑہ معماران بہاری پور میں (۹) امام باڑہ اتوا خاں - سڑک نینی تال پر -

مسلمانوں کے تیوہار

عیدالفطر، عیدالضحیٰ (عیدگاہ باقر گنج) شب برات - محرم - میلہ پیر بہوڑہ -
(موضع بہار مان نگار) جلوس عید میلادالنبی (شہر میں)

اہل ہنود کے سال بھر کے مختلف تیوہار

وقت	تیوہار	وقت	تیوہار[1]
ساون کی پورنماسی	(۱۸) رکشا بندھن	چیت بدی دوج	(۱) دوج
بھادوں بدی چوتھ سے	(۱۹) کرپو ونایک برت	چیت بدی اشٹمی	(۲) سیتلا اشٹمی
بھادوں سدی چوتھ تک		چیت سدی پڑوا سے تیج تک	(۳) لانڈی برت
بھادوں بدی چوتھ	(۲۰) گنیش چوتھ یا سدھ	چیت سدی تیج	(۴) گنگور تیج
	ونایک پوجا	چیت سدی نومی	(۵) رام نومی
بھادوں بدی چھٹھ	(۲۱) ہل چھٹھ	چیت پورنماسی تا اماوس	(۶) ہنومان جینتی
بھادوں بدی اشٹمی	(۲۲) جنم اشٹمی	چیت پورنماسی سدی	(۷) پوچھو پونو
بھادوں سدی دوج	(۲۳) گاج بیج کی پوجا	چیت کے چاروں سوموار	(۸) بٹو سوموار
بھادوں سدی تیج	(۲۴) ہرتالکا تیج	بیساکھ سدی تیج	(۹) آکھے تیج
بھادوں سدی چوتھ	(۲۵) سدھ ونایک برت	بیساکھ سدی سپتمی	(۱۰) گنگا سپتمی
بھادوں سدی پنچمی	(۲۶) رشی پنچمی	بیساکھ پورنماسی	(۱۱) ستیہ ونایک
بھادوں سدی سپتمی	(۲۷) سنتان سپتمی برت	جیٹھ بدی تردوشی	(۱۲) ساوتری برت
	یا مکتا بھرن برت	جیٹھ سدی دشمی	(۱۳) گنگا دسہرہ
بھادوں سدی اشٹمی	(۲۸) مہالکشمی پوجن	لونده کا اساڑه پورنماسی	(۱۴) کوکلا برت
بھادوں سدی دوادشی	(۲۹) وامن دوادشی	ساون سدی پنچمی	(۱۵) ناگ پنچمی
بھادوں سدی چودس	(۳۰) اننت چودس	ساون سدی سپتمی	(۱۶) سیتلا سپتمی
بھادوں پورنماسی	(۳۱) اما مہیش برت	ساون سدی نومی	(۱۷) کجری کی نومی

---

(۱) ہندو تیوہاروں کی اصلیت مصنفہ منشی رام پرشاد ماتھر بی اے علیگ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول (پنشنر)

(۳۲) نوراتر	کنوار سدی پڑوا سے نو دن	(۴۵) دیوٹھان ایکادشی	کاتک سدی
(۳۳) درگا اشٹمی	کنوار سدی چھٹ	اور تلسی بواہ	اکادشی
(۳۴) جیوت پتر کا برت	کنوار سدی اشٹمی	(۴۶) بھیشم پنچک	کاتک سدی اکادشی
(۳۵) وجے دسمی	کنوار سدی دسمی		سے پورنماشی تک
(۳۶) کرواچوتھ	کاتک بدی چوتھ	(۴۷) وناتر یا جنم	اگھن بدی دسمی
(۳۷) اہوی اشٹمی	کاتک بدی اشٹمی	(۴۸) چمپا کھسٹی	اگھن سدی چھٹ
(۳۸) بچھہ وانجہ برت	کاتک بدی دوادشی	(۴۹) بسنت پنچمی	ماگھ سدی پنچمی
	وقت شام	(۵۰) سیتلا کھسٹی	ماگھ سدی چھٹ
(۳۹) دھن تیرس	کاتک بدی تر دوشی	(۵۱) اچلا ستمی یا سوریہ ستمی	ماگھ سدی ستمی
(۴۰) نرک چتر دشی	کاتک بدی چودس	(۵۲) بھشما اشٹمی	ماگھ سدی اشٹمی
(۴۱) دیوالی	کاتک بدی اماوس	(۵۳) اسمائی کا پوجن	بیساکھ اساڑھ ماگھ
(۴۲) گوبردھن یا انکوٹ	کاتک سدی پڑوا		اتوار کے روز
(۴۳) جم دوتیا یا بھیا دوج	کاتک سدی دوج	(۵۴) شیوراتری	پھاگن بدی تر دوشی
		(۵۵) ہولی	پھاگن پورنماشی
(۴۴) گوپال اشٹمی	کاتک سدی اشٹمی	(۵۶) دہن تر دوشی	چیت بدی تر دوشی
		(۵۷) سوموتی اماوس	سوموار کے دن اماوس

اس کے علاوہ سال کی چوبیس ایکادشی ہیں۔

باب ۶ انگریزی عہد میں بریلی کے قاضی

جو ۱۸۳۹ء تک اپنے عہدوں پر تھے

بریلی	جو محلہ	شیر گڑھ	کھاتا (اجاون)	شاہی	آنولہ	کوٹ سالباہن
غلام حمزہ	برکات علی	مبارک علی	غلام ذکریا	احمد الرضا	وقار اللہ	عنایت حسین

سنہا رچپا فرید پور -
محمد حنیف امداد علی احمد اللہ
(ماخوذ از جنتری دو صد سالہ - قاضی وزیر الدین مصنف بدایوں)

باب ۷
نرخ نامہ اجناس و سکّے وغیرہ

بازار بریلی

سنہ ۱۸۱۴ء

گیہوں فی روپیہ ۷۸ ثار جو ۱۲۸ ثار باجرہ ۱۰۱ ثار (۱)

سنہ ۱۸۲۶ء

نرخ مزدور (۲)

کھیت کے مزدور	بڑھئی	لوہار
دو روپیہ سے چھ روپیہ ماہوار تک	چھ روپیہ سے دس روپیہ ماہوار تک	دو روپیہ سے سات روپیہ ماہوار
مزدور معمولی	لوہار	بڑھئی
۱۰ر یومیہ	۴ر یومیہ	۴ر یومیہ

سنہ ۱۸۳۹ء
گیہوں ۲۰ ثار (۳)

قبل سنہ ۱۸۵۷ء (۴)

گیہوں فی روپیہ	جو	مٹر	ارہر	سرسوں	سیور	ساٹھی
۶-۷-۸-۹ دھڑی	۱½ من	۹ دھڑی	۱ من	۱ من	۹ دھڑی	۳ من

(۱) و (۲) و (۳) بریلی گزیٹیر (۴) غدر ہندی

دھان چاول استعمالی اُرد مونگ باجرہ مکا جنری

۲من ایک من ۷دھڑی ۱من ۱۲دھڑی ۳من ۲من

سماں بھیلی قند سیاہ روئی روغن سیاہ گھی گوشت بکری

۴من ۱۷/- ۱۸/ ۵ ثار ۱۰-۴۱ ثار ۲ ثار ۲ ثار

گوشت دیگر ایک آنہ ثار۔

سنہ ۱۸۷۰ء (۱)

گیہوں فی روپیہ جو جوار باجرہ چنا

۱۸½ ثار ۲۳ ثار ۲۳ ثار ۲۱ ثار ۲۰ ثار

سنہ ۱۹۰۵ء

گیہوں فی روپیہ جو جوار باجرہ چنا شرح فروخت زمین آبادی یا ۱۰۰ گز

۱۵ ثار ۲۳ ثار ۲۲ ثار ۲۲ ثار ۱۹ ثار ۲/ فی گز ۱۲/۸/۰

بجائے ۹۶ روپیہ کے سو روپیہ سکۂ انگریزی کا سیر۔ روپیہ ۱۷۲ گرین کا۔ گز بجائے ۳۳ انچہ کے ۳۶ انچہ کا۔

جہاں انگلش کلکٹر بریلی نے قرار دیئے لوہے کے گز اور باٹ مہر اپنا نام معہ سنہ کے لکھوا کر جاری کیا۔ (۲)

(۱) بریلی گزیٹیر (۲) غدر ہندی

بریلی آنولہ ٹکسال

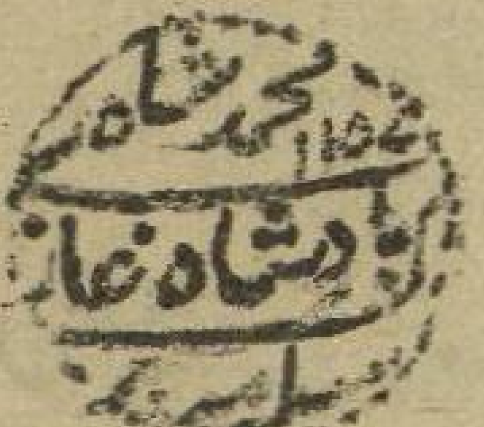
کے تین سکے



سکہ زد درجہاں چو بدر منیر
شاہ اورنگ زیب عالمگیر
۱۱۰۲ھ



جلوس میمنت مانوس ۳۴
سنہ
ضرب بریلی



محمد شاہ بادشاہ غازی
۱۱۵۷ھ
سکہ مبارک

(سکہ بالا از عنایت جناب مولوی حاجی مصطفٰے رضا خانصاحب سوداگری محلہ بریلی)



سکہ برزد بفضل حامی دیں
بادشاہ غازی شاہ عالم ثانی



میمنت مانوس
سنہ ۲ جلوس
ضرب آنولہ



جلوس میمنت مانوس
۲۷
ضرب بریلی

(سکہ بالا از عنایت جناب مولوی حاجی مصطفٰے رضا خانصاحب سوداگری محلہ بریلی)

بعض قدیم نوشتے

از راہِ مہربانی نواب شمس الحسن خانصاحب
رئیس قلعہ بریلی

سوال دستخطی

خواجہ صاحب مولائے وملجائے فقرائے الٰہی سلامت

احسان علی خان ولد نواب خیر اندیش خاں مرحوم از مدت ترکِ دنیا دادہ بگوشۂ عزلت نشستہ قائم اللیل وصائم الدہر اند۔ بہیچ جا حرکت نمی کنند۔ حکام سلف نظر بر کثرتِ عیالِ خانِ معروف نمودہ حاصلات موضع صالح نگر عملۂ پرگنہ حویلی بریلی در وجہ معاشِ معزالیہ واگذاشتہ اند چنانچہ از عمل نواب وزیر الممالک جنت آرام گاہ ہم تا بحال احدی متعرض ومزاحم نگردیدند۔

دریں ولائے در عملِ سرکار فیض مدار راجہ تلکشی نام پروانہ عدم مزاحمت محا حلبند۔ از فضل وکرم امید وار کہ بدستور قدیم بمہر خاص پروانۂ عدم مزاحمت بجرائے مرحمت شود تا بفراغ بال دعائے دولت بکنند۔

مقابر بزرگان ہم دریں موضع است۔

عرضی

وکیل خان موصوف

از راہِ مہربانی نواب شمس الحسن خاں صاحب

مہر

شاہ عالم بادشاہِ غازی

یار وفادار سپہ سالار رستم ہند فدوی

یحییٰ خاں آصف الدولہ بہادر ہژبر جنگ

ابو المنصور خاں صفدر جنگ تاج الملک

اعتماد الدولہ آصف جاہ برہان الملک

وزیر الممالک

حمدہ

متصدیانِ بنگلۂ حال و استقبال چکلۂ بریلی سرکار بدایوں بدانند

موضع صالح نگر نودیا علاقۂ پرگنۂ چکلۂ مسطور از قدیم در وجہ التمغاے علی
خاں و بندہ علی خاں متعلقات واگذاشت دستور صاف است ۔ لہذا ایں نگارش می آرد کہ
الحال ست موضع مسطور را بدستور سابق بتصرف و تعلق کاستہ خانمان ایشان
دار را رد و بوجہی من الوجوہ بعلت نقد و بیگار و بعیث و شکار و نذر و ادرجہ باد
و فالصانہ و محصلانہ و حورانہ دہر ذریب و صاحبہ و مہری و توفیر و مرمت قلعہ و سہکی
و غیرہ ابوابِ فوجداری نعلداری و ضلعداری و تکالیف دیوانی و خرچہ سیبریلی
شہر بحلو بطلبند کہ تردد و آباد ساختہ حاصلاتِ ایشان را صرفِ معیشت نمودہ مشغول
مدعائے دولت باشد دریں باب تاکید دانند و حسب دستور العمل آرند ۔ مرقوم ۱۲ صفر سنہ ۱۹۲

راجہ لچھمی رام | یاد داشت موجود بشیک | یا علی مدد

عمل معمول آرند

مہر

مفتی محمد عوض
خادم شرع محمدی.
سنہ ۱۱۸۳ھ

(از راہِ مہربانی نواب شمس الحسن خاں صاحب)

فی الواقعت سنہ

مہر خواجہ ضیاء الدین خاں	مہر سراج الدین خانہ زاد	مہر غفور فدوی
فدوی شاہ عالم بادشاہ غازی	شاہ عالم بادشاہ غازی	شاہ عالم بادشاہ غازی

مہر باقر خاں میرزا فدوی، شاہ عالم بادشاہ غازی - مہر اللہ نبی خلیل خادم شرع
مہر خیر اندیش خاں بندہ، شاہ عالم بادشاہ غازی -

باعث تحریر این سطور آنکہ

ایک قطعہ باغ موسوم بہ [illegible] محلہ [illegible] موازی چہل و ہشت بیگہ و شانزدہ بسوہ بگز الٰہی معہ چہار دیوار خشتی و ششصد و دو اشجار انبہ وغیرہ واقع سواد موضع بہاری پور خاص عملہ [illegible] متعلقہ پرگنہ بریلی سرکار بریلی مضافات صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد کہ بنا کردہ و مملوکہ و مقبوضہ رائے مکرند بن بہارے داس متوفی قوم کھتری متصدی سابق چکلہ بریلی بود و محدود است بحدود اربعہ شرقی - غربی شاہراہ تالاب جنوبی شاہراہ - شمالی باغ [illegible] وغیرہ - و از عمل رفعت و معالی پناہ محمد رفیع متصدی چکلہ مذکور در [illegible] بحالسہ [illegible] تعلق گرفت و [illegible] تا حال متعلق [illegible] است درین [illegible] سکنہ پرگنہ مذکور ظاہر کردند کہ باغ مذکور متصل آبادی قصبہ مذکور واقع است ہنگام شام دزدان در باغ مخفی شدہ در آبادی قصبہ می آیند و سکنہ قصبہ مضرت می رسانند اگر در باغ مسطور آبادی شود باعث امنیت است لہذا بندۂ درگاہ خلائق پناہ

خیر اندیش خاں باتفاق سیادت و رفعت پناہ میرزا باقر خاں بخشی و وقائع نگار و شرعیت و
فضیلت پناہ قاضی خلیل اللہ و استصواب چودھریان و قانون گویان بموجب بنا و حدود
بوقوف ابراہیم و عبد اللہ معماران نظر بر غبت سکنہ قصبہ مذکور کہ کفایت سرکار ده الاکبر حیدری
از محصول سر درختی و زیر درختی باغ و اراضی مسطورہ داخل نشدہ زمین باغ مرقومہ با چہار
دیوار خشتی و اشجار و آثار و جمیع حدود و حقوق و مرافق داخلی و خارجی آں بمقابلہ مبلغ یکہزار
و ہشت صد و سی و پنج روپیہ و پنج و نیم آنہ رائج الوقت کہ نصفہا نہصد و ہفدہ روپیہ
و دہ و نیم آنہ باشد بالا موصوفہ باشد بدست مسمی نیک اندیش خاں عرف محمد مسیح محمد فاضل
فروختہ و منعقد و احاق بیع کردہ مبلغ ثمن آں از مشتری گرفتہ بخانہ خاطر جمع بر بیع مذکور
داخل نمودہ باغ و اراضی مبیعہ را ملک مشتری گردانیدہ کہ بخاطر جمع در زمین باغ مسطور آبادی
ساختہ قابض و مالک مطلق باشد این چند کلمہ بطریق تمسک البیع تحریر یافت کہ ثانی الحال
سند مشتری باشد بتاریخ شہر رمضان المبارک سنہ پنجم جلوس والا۔

گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد
ساگر مل قانونگو بھگونت قانونگو مرلی دھر قانونگو خوشحال چند قانونگو دستخط ہندی لعلمن قانونگو

گواہ شد گواہ شد
پورن داس قانونگو مہانند قانونگو

(از راہ مہربانی نواب شمس الحسن خاں صاحب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
و بہ نستعین
و صلی اللہ علی نبینا محمد و آلہ و صحبہ
اجمعین
حضرت جنت مکان

شجاعت شعار لائق الاحسان خیراندیش خان مشمولِ الطاف بادشاهی بوده
بدانند چون درین ولا واقعهٔ هائله هوش ربا و سانحهٔ جانگداز صبر فرسای پیر و مرشد حقیقی
سمت تحقق و وقوع پذیرفت انا لله وانا الیه راجعون و کام بخش ناکام مخذول و منکوب
رو بوادی فرار گذاشته آوردهٔ دشت گمنامی و ناکامی گشت بمشیت قدیمهٔ ایزد تعالی
شانه و توالی احسانه حل و عقد امور سلطنت جهانداری و نظم و نسق مهام خلافت و
جهانداری بما متعلق گردید و جمیع امرا و اعیان دولت کبرای کمر اطاعت و انقیاد بر میان
جان بسته مطیع اوامر و نواهی گردیدند و پیش نهاد خاطر قدسی مآثر چنانست که عنقریب
ممالک محروسه هندوستان مضرب خیام دولت و اقبال و محل نزول عساکر منصوره جاه و
جلال شود بالفعل بحکم جهان مطاع واجب الاتباع شرف صدور یافته که قرة العین خلافت
و جهانداری بادشاهزاده محمد بیدار بخت بمستقر الخلافت اکبر آباد پیش از ما شتافته نظم و
نسق آن حدود بپردازد - لهذا حکم واجب الاذعان صادر می شود که آن لائق العنایت
که از سوابق فدویت و عبودیت و باظهار سیه میرزا در پیشگاه سپهر اعلا ثابت و راسخ است
در مراتب خبرداری و محافظت حدود متعلقه خود دقیقه از دقایق فرو گذاشته ننماید
تا بمجرد وصول سعادت شمول بادشاهزاده بهادر محمد بمستقر الخلافت شخصی را که
شاطر الذریع باشد برای اجرای امور واجبهٔ ذمهٔ خویش به نیابت گذاشته با جمعیت
خود متعینه در رکاب ظفر انتساب عالی حاضر شود در امتثال آنچه از جانب فرزند ارشد
بالامجد گزیده پیوند داده درین باب تاکید اکید دانند تحریر فی هشتم شهر ذی الحجه
انجام قدسی است

از بالاجی بسوناته صاحب بجناب وکیل برتی

نشان محمد معظم بهادر ——— مهر ظهور عالمگیر سلطان عالم

باعث افتخار ... بغیر یادگار و ... سلطنت ... ... ابد قرار الله

در موضع بیج ناتھ سنگھ تحصیل از خلیل آباد قسمت سوم ملک سرکار کمپنی انگریز بہادر
از بیت السلطنت لکھنؤ براہ کانپور بخانہ خود واقع بریلی می رسد دو یک منزل چھکڑہ
محمولہ اسباب خورد و پوشش معہ بہلیں خالی و میانہ سواری و یک منزل یکہ سواری برادر
زادہ خود ہمراہ دارد باید کہ احدے در راہ و گذر مزاحم و متعرض نشدہ از حدود متعلقہ
خود ہا بلا تعرض و مزاحمت واگذارند درین باب تاکید مزید دانستہ حسب الامر جلیل القدر
بجا آرند۔ پنجم شہر جمادی الاولی سنہ ۱۲۶۳ھ مطابق سنہ احد جلوس والا۔

باب ۸

بریلی کے بعض فاضلان علم شعرا و رؤسا

مسلمان

مفتی محمد عوض — شیخزادۂ عثمانی بدایوں سے۔ بریلی کے ساکن۔ علم و فضل میں یکتا اور حد درجہ مقدس۔ عوام پر آپ کا گہرا اثر تھا۔ ۱۲۶۶ھ تک حیات ضعیف العمر تھے۔ آصف الدولہ کے عہد تک مفتی تھے۔

مولوی یعقوب علی خاں — ولد وزیر خاں۔ بدایوں وطن بریلی مسکن۔ شاہ اسحٰق صاحب دہلوی کے شاگرد۔ علم و فضل میں باکمال۔ ڈپٹی مدارس۔ آنریری مجسٹریٹ۔ مفتی بھوپال۔ آخر عمر میں پنشن یاب تھے۔ بڑے نامور لوگ آپ کے شاگرد مثل مولوی رضا علی خاں، مولوی احمد رضا خاں، مولوی اسمٰعیل خاں، حکیم عبدالعزیز بیگ وغیرہ تھے۔

مولوی ہدایت علی — علم و فضل ان کا مشہور ہے۔ آپ کے زمانہ میں علماء کے لوگ بڑے رتبے کے عالم ہو گئے ہیں۔ مولوی نسیم الحسن جیسا شخص ان کے شاگرد ہیں

قاضی قدرت اللہ } موضع موی قاضیاں پرگنہ کابر تحصیل بہیڑی کے ساکن عربی فارسی ادب و انشا میں کامل۔ شاعر (شوق تخلص) اور مورخ تاریخ جام جہاں نما کے مصنف۔ تذکرۂ شعراء (طبقات الشعراء) بھی لکھا ہے۔

قاضی نور الحق } عربی فارسی کے جید عالم۔ نظم و شعر پر بھی دسترس۔ فارسی کے تین دیوان۔ کئی مثنویاں۔ قصائد یادگار چھوڑے۔ قرآن شریف کی تفسیر نظم میں لکھی ۱۲۶۳ھ میں زندہ تھے۔ (۱) منعم تخلص۔

خلیفہ امیر الدین } عربی فارسی کے مشہور کامل۔ استاد کہلاتے تھے۔ صاحب دیوان شاعر۔ ہندو مسلمانوں کا ایک گروہ آپ کا شاگرد تھا۔ آزاد تخلص۔

قاضی حیدر حسین } پرانا شہر قاضی ٹولہ کے رہنے والے۔ علم و فضل میں ممتاز ہفت بند کاشی کو مخمس کیا۔ جو ۱۲۹۰ھ میں طبع ہوا۔

سید نثار علی بخاری } ایک فاضل وقت عالم تھے۔ دوسرے شہروں تک سے لوگ آپ کی شاگردی کرنے آتے۔ انشائے دلکشا تصنیف کی۔

قاضی عماد الدین } مکن پرگنہ شاہی کے رہنے والے۔ عربی فارسی پر کافی عبور رکھتے۔ بعض کتابوں پر حاشیے بھی لکھے۔

مولوی محسن علی خاں } قوم کے کمبوہ۔ صرف۔ نحو۔ منطق۔ فلسفہ۔ ریاضی ہیئت۔ فارسی میں درجہ کمال رکھتے۔ شاعر صاحب دیوان (جوش تخلص) ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا۔ (۲)

---

(۱) قاموس المشاہیر (۲) المشاہیر۔

مفتی بدر الحسن } عربی فارسی کے کامل۔ گورنمنٹ انگریزی کے ملازم پھر پنشنر جس کے بعد ریاست بھوپال میں سیشن جج ہوگئے۔

مولوی سلطان حسین } ولادت سنہ ۱۲۴۰ھ۔ مورث اعلیٰ ان کے حجاز سے مصر پھر ہندوستان کے اضلاع بدایوں۔ بریلی کے ساکن ہوئے۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کے شاگرد۔ عربی فارسی کے فاضل۔ آگرہ کے سب جج سنہ ۱۲۹۹ھ میں انتقال کیا۔ قصیدۂ بردہ اور نبات سعد آپ سے یادگار۔

مولوی اکبر حسین } بریلی کے ساکن مشہور و ممتاز عالم۔ ریاست اُجین کے جج رہے تھے۔

نواب محبت خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ علوم عربیہ میں علمائے عصر سے آگے۔ فارسی میں استادوں کے استاد۔ پشتو کے فاضل علم و ادب میں فضیلت کا درجہ رکھتے۔ شاعر۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ پشتو (محبت تخلص)

نواب عبد العزیز خاں } خلف سعادت یار خاں ابن محمد یار خاں پسر حافظ رحمت یار خاں۔ علم و فضل کے اعتبار سے علامۂ وقت۔ ابتدائی کتب درسیہ مولوی اللہ یار خاں سے۔ معقول و منقول مولوی یعقوب علی خاں۔ اور مفتی عنایت احمد سے پڑھیں۔ عربی فارسی کے منتہی ہوئے۔ سنسکرت میں پنڈتوں سے آگے نکل گئے۔ ۲۰ دن میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔ اردو و فارسی کی ایسی عبارتیں جس کے ہر ہر فقرے سے مادۂ تاریخ نکلتا۔ لکھنے کا ملکۂ خاص رکھتے۔ شاعر (عزیز تخلص) صاحب دیوان مطبوعہ و دیگر تصانیف۔

نواب مستجاب خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے عربی۔ فارسی پشتو کے کامل۔ تاریخ گلستان رحمت (قلمی) کے مصنف۔

مولوی لطف علی خاں۔ سوداگری محلہ کے ساکن۔ عربی فارسی میں سابق

ذہن کافی۔ شاعر (لطف تخلص) صاحبِ دیوان۔ مطبوعہ ۶ دسمبر ۱۸۶۶ء کو دارِ فانی سے طرفِ عالمِ جاودانی کے انتقال کیا۔

مولوی نیاز احمد - محلہ کوہاٹا پیر کے ساکن۔ عربی۔ فارسی کے فاضل۔ تمام عمر درس دیتے رہے۔

مولوی فضل امام - عربی فارسی کے کامل۔ تمام عمر درس دیتے رہے۔ ایک قواعد فارسی ضخیم لکھی۔

نواب علی بہادر خاں } نواب عظمت خاں پسر حافظ الملک کے پوتوں میں سے ایک عربی فارسی فلسفہ کے منتہی۔ مولوی ہدایت علی کے شاگرد۔ روزنامچۂ زندگی عربی میں لکھتے رہے۔

مولوی الہ یار خاں - علوم عربیہ معقول و منقول اور فارسی کے منتہی۔

علامہ مفتی عنایت احمد } علوم مروجہ میں استعدادِ فاضلہ۔ بریلی کے صدر الصدور۔ عزت و شہرت بہت۔ عالی رتبہ فاضلِ وقت۔ حدیث و فقہ و مسائلِ شرعیہ کی قابلیت کا اعتبار بہت تھا۔

مولوی سید محمد غوث } عربی فارسی حدیث و فقہ۔ طب کے فاضل سنہ ۱۲۷ھ ولادت اور سنہ ۱۳۳۳ھ میں انتقال۔

مولوی سید عزیز غوث } عربی فارسی حدیث فقہ ہیئت۔ ریاضی فلسفہ جفر میں مہارت تمام۔ مولوی احمد رضا خاں کے شاگرد۔ سنہ ۱۹۲۴ء میں انتقال کیا۔

نواب سلطان احمد خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ ارادت خاں کے سلسلۂ خاندان میں سے نواب امیر محمد کے لڑکے فلسفہ و دینیات کے زبردست عالم اور مفتی۔

نواب وزیر احمد خاں۔ سلطان احمد خاں کے بھائی۔ ریاضی کے زبردست ماہر

ہندو

راجہ رتن سنگھ زخمی } بریلی کے ساکن۔ قوم کے کائستھ۔ دربار اودھ کے معزز عہدہ دار۔ منشی الملک۔ فخر الدولہ۔ دبیر الملک ہوشیار جنگ خطابات۔ عربی کی مہارت پختہ۔ فارسی میں بے بدل۔ اور اکثر علوم کا عالی رتبہ۔ نجوم کا ماہر کامل۔ صاحب تصانیف۔ حدائق النجوم۔ ۱۸۴۱ء میں دو جلدوں میں طبع ہوئی۔

راجہ کندن لال اشکی۔ بن فلسفی۔ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی و حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی کا شاگرد۔ عربی فارسی اور بعض دیگر علوم کا کامل الوقت فاضلان عصر سے ایک۔ دربار اودھ کا میر منشی۔

ان کے حالات مفصل لکھ دینا چاہئیں:۔

اونتکا پوری (اجین) پرانی راجدھانی میں پانڈوں کی آخری نشانی راجہ کھیمی تھے۔ ان کے بعد انند کایتہ کو عروج ہوا۔ پھر راجہ بکرمادت نے فتح حاصل کی۔ تو بعض ہولکے دامودر غربت کے مارے کمپل میں بس گئے۔ سمندر پال جوگی نے ۱۴۰ بر گنے جاگیر دیدئیے۔ راجہ جے چند کے باپ (راجہ گوبند چند) کو جب عروج ہوا تو پھر یہ خاندان تباہی سے دوچار ہوا۔ جب جلال الدین خلجی نے کمپل فتح کر لیا تو اسی سلسلہ کے ایک شخص سندھیلہ جا پڑے۔ سترھویں صدی سمبت میں رائے کیتھل داس اس گھرانے کے دہلی چلے گئے۔ اور خدمت بادشاہی مل گئی۔ ان کے لڑکے رائے نند رام عہد عالمگیر میں اپنے منصب پر رہے۔ نند رام کے لڑکے لوک رام محمد شاہی لوک رام کے چار لڑکے خوش حال رائے رند۔ رائے جیکم رائے موتوں لال رائے بولچند۔ رائے

ستارانندی ناسی جن کے لڑکے منّو لال فلسفی اور منولال کے لڑکے کندن لال باس بریلی کے رہنے والے ۱۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ پانچ برس کی عمر میں میر جعفر علی بخاری ساکن سنبھل سے فارسی چھٹے سال زبان ترکی میرزا محمد علی سے۔ نویں سال صرف و نحو شیخ خان محمد سے۔ گیارہویں سال ملا محمد اکبر شاہ کابلی سے۔ فارسی مولوی محمد سعید سے بھی پڑھی۔ بانک کاٹن امید سنگھ سے۔ شمشیر بازی احمد خاں سے۔ تیر اندازی اپنے والد اور خلیفہ قادر بخش سے۔ گھوڑے کی سواری کالے خاں سے خطِ نستعلیق میر غلام علی حسین سے حاصل کئے۔ چودہ برس کی عمر میں شادی ہو گئی پندرہویں برس جب باپ یورپ جانے لگے تو شاہ نیاز احمد کے سپرد کر گئے۔ جہاں کندن لال نے دو برس تک میر زاہد کے دو رسالے۔ سلّم تھوڑا سا۔ صدرا۔ شمس بازغہ۔ زبدۃ الحکمۃ زبدۃ الہیئت اور تین مقالے اقلیدس کے۔ مطول اور سلّم۔ شاہ صاحب سے اور مفتی محمد عوض سے تفسیر بیضاوی۔ طب کی درسیہ کتابیں حکیم جمال الدین سے پڑھیں۔ اور باپ کی اجازت سے سری اوجھا کب اندر کے چیلے ہوئے معارج العلوم اور حساب المغین اپنے والد سے فرخ آباد میں پڑھیں۔ سولھویں سال علم استخراجِ نجوم خود مطالعہ کیا۔ اور مصباح النجوم ایک رسالہ لکھا۔ اپنے علوم دینی انیائے دمنطق ہندی) اور سانکھ (علمِ طبیعی) از سرِ نو پڑھے۔ علم کاب شنر ہندی تواری خوش حال رائے سے جن کی اسّی برس کی عمر تھی، حاصل کیا۔

عمر کا انیسواں سال تھا کہ دہلی جا کر مولوی رفیع الدین کے شاگرد ہوئے اور رسالہ مساکن و ایام و لیالی شاذ و سوس مجسطی اور طبیعیات شفا کا درس لیا تصوف کی بعض گتھیاں شاہ مسکین سے سلجھائیں۔ علم منتر کی تکمیل سری پال کرشنا نند سوامی سے کی۔

نام بنام لکھنے میں تو بڑی طوالت ہے صرف آسمانِ کمال و شہرت کے اُن

روشن ستاروں کی تعداد جن کے پاس فیض حاصل کرنے کے لئے کمترین اہل مختلف مقامات پر خود پہونچے، لکھ رہوں :-

مسلمان

دہلی	رام پور	بریلی	فرخ آباد	کانپور	مین پوری	شاہجہانپور	آگرہ
۱۹	۴	۵	۲	۳	۳	۲	۵

سرہند (گیا)	مارہرہ	لکھنؤ
۲	۱	۱۶

شعراء

بریلی	فرخ آباد	لکھنؤ
۱۷	۲	۱۰

عاملانِ موسیقی

دہلی	رام پور	بریلی	گوالیار	لکھنؤ
۱۰	۷	۶	۲	۲

ہندو

آرا	لکھنؤ	بریلی	فرخ آباد	بٹھور	کانپور	بنارس	جوالامکھی
۱	۱	۶	۲	۲ عورتیں	۳ عورتیں	۲	ایک عورت

اوچھا کب اندر، ان کے تین بھائی، دو بیٹے، سب کے سب علم و عمل میں سر آمدِ

معاصرین (برہمن سال پرست) پنڈت ہرکشن، ان کے بیٹے مکندرام جو بیاکرن (نحو) میں سرآمد اقران ضلع بریلی میں صدر امین و صدر الصدور تھے۔

پنڈت چھب ناتھ (علم سدھانت میں) حکیم موتی رام لوگ انھیں سد مانتے تھے۔

حکیم گنگا بلبہ، ان کی طبابت کیا کرامات تھی۔ ان کے بیٹے شیسر بلبھ یہ بھی باپ کے قریب قریب تھے۔ (دس کھنڈوی جوگی) امینہ جی مجذوب۔ جانکی داس درویشی کے سوائے بانسری خوب بجاتے تھے۔ برہمچاری کارام کشن۔ رنگیلا سوامی (جنھو پہاڑ پر) راجہ سوی کے مرشد (کانگڑہ میں)

چند بے مثل فاضل

بنارس بھیروں مصر دامودر بھٹاچارج سمیر بھٹاچارج چندر نرائن بھٹاچارج رام نرنجن سوامی۔

قنوج۔ سیارام پنڈت نجوم میں بے مثل۔

مٹانواں۔ تواری درگا پرشاد اعمال میں کامل دیوکی نندن شعر ہندی میں کامل

نیورا گھاٹ۔ منگل گر درویش۔

بندرابن۔ موتی داس۔ ہری بھان۔

لکھنؤ۔ پنڈت گنگادھر (علم کلام کے واقف) پنڈت شنکر ناتھ ماہر مسر شاسنر

فرخ آباد۔ انند ناتھ علم کیمیا خوب جانتے تھے۔

تیس برس کی عمر میں ملازمت شروع کی۔ شاہجہاں پور میں پیشکار ہو گئے۔ پھر محمد علی بادشاہ اودھ کے زمانہ میں میر منشی ہوئے۔ راجہ کا خطاب ملا۔ واجد علی شاہ

کے زمانہ تک زندہ تھے۔ اُن کی

تصنیفات

مشکوٰۃ النجوم (علم استخراج) مصباح الحساب ادوار ماضیہ (علم ہندسہ پر) آثارِ باقیہ (علوم یونانی پر) آداب باقیہ (علوم عرب پر) نوادر افرنگیہ (علوم انگریزی پر) نزہتہ الناظرین (چاروں مذکورہ کتابوں کا خلاصہ) جامِ جہاں نما (ہیئت پر) استقساط (علم ہندسہ) قسطاس (علم قطاع) دوقتہ الصفا (علم طبیعات) سبعہ سیارہ (حکمت ہندی) مصطلحاتِ علوم (فریالوجی) حکمت پارسی قدیم اکبر سعادت (تطبیق میان تصوف و فلسفہ) نغمۂ عنادل (تصوف) دو رسالے سنسکرت میں (عبادت روزانہ و سالانہ اہل ہند) مختلف فنون پر رسالے تصویر کشی۔ گھڑی سازی زبان عبرانی یونانی سریانی کا لغت (انگریزی کی مدد سے ترجمہ کیا۔ تین کتابیں حیوانات بر و بحر اور طیور کے حالات میں تنقیح الاخبار تاریخ اودھ (۱)

یہ ہے تصویر کمال بریلی کے ایک ہندی فرد کی جبکہ مغل حکومت جاں بلب تھی ملک میں اندھیر مچا ہوا تھا۔ انگریزی سیاست تختِ دہلی و وزارت اودھ کا گلا گھونٹ رہی تھی۔ ہندوستانی علوم و فنون فنا کے گرداب میں تھپیڑے کھا رہے تھے۔ تمام ہندوستان ہولناک بربادی کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ جنرل سلیمن جو ٹھگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں اور جنھیں ہندوستانیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا اتفاق عام یورپینوں سے زیادہ ہوتا رہا۔ اس زمانے کی تعلیمی حالت کے متعلق لکھتے ہیں "دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہونگی جن میں تعلیم اس قدر عام ہے جس قدر ہندوستان کے مسلمانوں

---

(۱) مقالاتِ شیروانی۔

ہیں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا متصدی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اسی طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیر اعظم اپنی اولاد کو۔ اور جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں وہی یہ لوگ عربی اور فارسی زبانوں میں سیکھتے ہیں اور سات سال کے درس کے بعد ایک طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح ... سے بھرا ہوتا ہے دستارِ فضیلت باندھتا ہے اور اسی طرح روانی سے سقراط۔ ارسطو۔ افلاطون۔ بقراط۔ جالینوس اور بوعلی سینا پر گفتگو کر سکتا ہے جس طرح آکسفورڈ کا کامیاب طالب علم"۔

ان سطور سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ شمالی ہندوستان کا نظام تعلیم اس زمانہ کے انگریزی نظامِ تعلیم سے یا آکسفورڈ کے موجودہ کلاسیکل کورس کے مقبول عام نصاب سے کسی طرح پست نہ تھا۔" (۱)

پس کندن لال کے یہ تفصیلی حالات آئینہ خانہ ہیں جس میں موجودہ کانگریسی حکومتیں۔ ملکی نوجوان اور وزرائے تعلیم اپنی اپنی سعی کے تعلیمی خدوخال دیکھ سکتے ہیں اور ایک کندن لال ہی پر کیا منحصر ہے اس زمانہ کا عام طریق تحصیل کمال یہی تھا۔

لچھمی نرائن وطن گنجاوہ مضافات لاہور۔ قوم کا کھتری۔ فارسی مولانا شیخ محمد سے پڑھی۔ بارہ برس کی عمر میں رسائل عروض و قوافی و اصلاحِ غزل کے لئے سراج الدین علی خاں آرزو سے استعداد حاصل کر کے مشہورِ روزگار ہوا مختصرات صرف و نحو ٹیک چند بہار سے پڑھے۔ طب کی تحصیل کی۔ اور ایک مدت اطبائے دہلی کی خدمت میں نسخہ نویسی کرتا رہا۔ بارہ برس تک خود مطب کرتا رہا بعض عربی کتابیں بعض علماء و فضلا سے پڑھیں۔ احمد شاہ درانی کے حملۂ دہلی پر وہاں

---

(۱) غالب نامہ۔ اکرام

سے نکلا۔ اور اورنگ آباد سے بریلی رہنے لگا۔ راؤ پہاڑ سنگھ کھتری دیوان حافظ رحمت خاں کی رفاقت میں منشی گری چکلہ آنولہ پر ممتاز رہا۔ حافظ رحمت خاں کے لڑکے محبت خاں کا شاعری میں شاگرد تھا۔ لچھمی نرائن کی صفائے تقریر فضل وکمال علوم اور دوسرے کمالات کے سبب سے علماء و عوام کا حلقہ اس کے گرد جمع ہو جاتا۔ مولوی فیض بخش پسر مولوی غلام سرور کاکوروی نے انشائے لچھمی نرائن ترتیب دی۔ جو مطبوعہ ہے لکھتے ہیں" لچھمی نرائن موسیقی میں وہ مہارت کامل رکھتا ہے کہ اس فن کے علماء اس کے سامنے بندگی بجالاتے ہیں۔ لچھمی نرائن کی نثر، شور افگن قلوب نثاران شیریں گفتار اور اشعار اس کے، زبان دانان ایران سے بلند مرتبہ۔ (۱)

ٹیک چند بہار } حافظ رحمت خاں روہیلہ گورنمنٹ کا ایک نامور امیر تھا۔ بریلی کا ساکن۔ علم و ادب و انشاء کا باکمال۔ مصطلحات فارسی شاعری پر ایک مبسوط کتاب "بہار عجم" بیس برس کی محنت سے تیار کی جو مطبوعہ ہے

لالہ دھنپت رائے زار } خلف لالہ شنکر دیال۔ راجہ کندن لال کا ماموں زاد بھائی۔ باشندہ بریلی۔ شعر گوئی میں خواجہ وزیر کا شاگرد۔ علم میں ذی لیاقت۔ اردو میں صاحب تصانیف کثیرہ۔

رائے بجناتھ مشتاق } کے والد دیوان گنگا پرشاد کایستھ نے سہسوان سے بریلی سکونت اختیار کی۔ یہ پہلے دربار اودھ کے میر منشی پھر ایسٹ انڈیا کمپنی کے تحصیلدار ہوئے۔ علم و فضل و شعر و ادب کے کامل تھے دیوان قلمی یادگار رہا۔

لالہ لچھمی نرائن۔ کھتری۔ آپ کے والد لالہ بھوانی داس دہلی سے بریلی آئے اور خزانچی ہوئے

---

(۱) انشائے لچھمی نرائن۔

پھر لالہ لچھمی نرائن ہمنا فارسی، عربی۔ انگریزی خوان ۔۔ ان کے علاوہ بابو جہانگی پرشاد کایتھ وکیل عربی فارسی انگریزی کے فاضل دینیات اسلامی و حدیث کے باخبر۔ بابو جگیشور ناتھ ریئس سب وکیل۔ فارسی انگریزی سنسکرت کے تعلیم یافتہ۔ بنگلہ زبان میں بھی دخل۔ شاعری میں مہاراج بہادر برق کے شاگرد صاحب تصانیف اور مشہور اہل قلم۔ بابو منموہن لال کایتھ ماتھر تیم وکیل اپنے زمانہ کا یکتا فاضل بابو لیکھراج کایتھ وکیل۔ چودھری جے نرائن کایتھ وکیل علم و فضل میں مشہور، یہ وہ بریلی کے ہندو ہیں جو بریلی کا سرمایۂ ناز و افتخار ہوئے۔

بریلی کے بعض خوشنویس

مسلمان

میر پناہ علی حافظ الٰہی بخش منشی محمد جان مولوی قاسم علی مولوی
شہر کہنہ گلاب نگر ذخیرہ
فخر الدین سید احمد شاہ حاجی مہدی علی خاں۔ منشی رضا علے
کنگھی ٹولہ ذخیرہ شہر کہنہ خواجہ قطب
شاہ نظام الدین حسین شاہ محی الدین احمد شاہ محمد تقی مولوی فدا حسین
خواجہ قطب خواجہ قطب خواجہ قطب نینی تال روڈ
مولوی تفضل حسین منشی مظفر علی خاں نواب محمد اکبر خاں حکیم یوسف خاں
ملوکپور شہر کہنہ قلعہ فراشی محلہ

ہندو

منشی منگو لال۔ حافظ سید ابراہیم خلف سید نور اللہ لکھنوی کا شاگرد۔ (۱)
منشی مٹھو لال مطبع صدیقی خواجہ قطب کا باکمال خوشنویس۔

بریلی کے بعض شاعر

مسلمان اور ہندو دونوں

احسن } مفتی حبیب الحسن مولوی سلطان حسن سب جج آگرہ کے لڑکے شیخ عثمانی۔ مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگردِ علوم میں۔ فنِ شعر میں ناظر غلام بسم اللہ بسمل کے شاگرد۔ کلام پختہ اور استادانہ۔

اکرم } محمد اکرم نام۔ موی ضلع بریلی کے ساکن۔ جوان قابل۔ طبع سلیم۔ جگنا کہا کرتے۔ ریختہ کی طرف توجہ کم تھی۔ شاہ عالم ثانی کے زمانہ تک زندہ تھے۔ (۲)

اسیر۔ سید کرامت علی بریلوی۔ پنشنر ڈپٹی انسپکٹر۔ اردو کے ایک خوشگو شاعر (۳)

امیر } منشی جوالا شنکر ولد گنگا دت کایستھ سکسینہ باشندہ بریلی ۱۸۷۲ء میں ستنارائن دافع عذاب کے نام سے نظم کی۔ (۳)

---

(۱) خمخانہ جاوید (۲) گلدستہ نشوونما (۳) بہار سخن

احمد - حکیم احمد یار بیگ - مرزا رستم بیگ قیصر کے لڑکے - نہایت پُر گو شاعر -

اسد } نواب محبت خاں پسر حافظ رحمت خاں کے پوتے - ریاست ٹونک کیطرف سے بھوپال میں وکیل تھے - نائب الریاست اور دوسرے امراء ان کے شاگرد تھے - سنہ ۱۸۹۶ء میں پچاس سال کی عمر تھی - (۱)

آزاد } خلیفہ شیخ محمد امیر الدین - شاعری کے استاد مشہور تھے - کلام پختہ اور صاف سنہ ۱۲۸۴ھ میں انتقال ہوا -

بزم } بابو شیام بہادر لال ولد منشی کالکا پرشاد کایستہ ساکن بریلی - منشی کنور بہادر فصیح کے شاگرد - سنہ ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے - انگریزی فارسی کے بی اے - قابلیت اچھی - زبان صاف شیریں روزمرہ - (۲)

بزم } بابو شیاما چرن ولد منشی دیبی پرشاد کایستہ ساکن بریلی - بابو دوار کا پرشاد حلم کے شاگرد - ۲۰ اپریل سنہ ۱۸۸۶ء تاریخ پیدائش - اردو مڈل اور انٹرنس پاس مختار عدالت تھے - طبیعت موزوں فکر رسا - زبان صاف (۳)

بہجت - منشی خیر اللہ مقیم بریلی - غلام علی عشرت کے شاگرد - بڑے ظریف زندہ دل نوجوان تھے -

بسمل } شاکر علی نام - اسم تاریخی غلام بسم اللہ - غالب دہلوی کے شاگرد - بریلی کے ساکن - فارسی کے فارغ التحصیل - عربی بھی دیکھی - سنہ ۱۳۲۰ھ میں وفات پائی - زبان شستہ - کلام پختہ -

بیمار - شیخ علی بخش ولد شیخ غلام علی - آنولہ (ضلع بریلی) کے ساکن - مصحفی و غفلت کے شاگرد - صاحب زبان مغز دار و استادِ قیامت کار - سنہ ۱۲۷۱ھ میں انتقال ہوا (۴)

---

(۱) رسالہ مشاعرہ ٹونک سنہ ۹۶ء (۲) و (۳) بہار سخن (۴) خمخانۂ جاوید -

تسلیم - حافظ غفور الدین ڈپٹی انسپکٹر مدارس۔ سخن آفرین - پرگو - کلام بلند۔ اظہار پر قادر رات۔

تفتہ - مولوی مفتی بدر الحسن ساکن بریلی پنشنر سشن جج بھوپال۔ کلام شیریں زبان صاف۔

ثاقب } بابو کشن لال خلف منشی لچھمی نرائن کایستھ ساکن موضع صالح نگر (بریلی) رام بہادر جویا و بلدیو پرشاد سوزن کے شاگرد۔ سنہ پیدائش سنہ ۱۹۰۶ء پولیٹیکل مضامین زیادہ نظم کیے۔ اکثر بزم سخن سے تمغے اور سارٹیفیکیٹ پائے۔ مختلف رسالوں میں بھی کلام شائع ہوا۔

جاذب } میر عزت اللہ عرف میر کلب کاری۔ معززین بریلی سے۔ علوم رسمی سے آگاہ۔ اکثر فنون سے واقف۔ سرکار کمپنی کی طرف سے عہدہ جاسوسی پر مقرر تھے۔ اور سیر و سیاحت میں مصروف رہتے تھے۔ وسط ایشیا میں بخارا کے قریب مارے گئے۔ (۱)

جنون } سید رحمت علی بریلوی۔ شاگرد نیاز احمد خاں ہوش ۱۸۶۰ء تک بریلی میں تھے۔ شعر خوب کہتے اور مشاعروں میں شریک ہوتے۔

جنون } قاضی محمد عبد الجمیل۔ غالب دہلوی کے شاگرد۔ ۱۲۰۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں فارسی عربی کی تکمیل کی۔ تاریخ گوئی میں ملکہ تھا۔

جگر } شیام موہن لال۔ سال ولادت ۱۸۹۰ء۔ شاگرد جلیل و شوکت وغیرہ لکھنوی۔ سکسینہ کایستھ انگریزی ایف۔اے۔ فارسی پر عبور صاحب

---

(۱) خمخانۂ جاوید۔

تصنیف، مضامین نگار بھی۔ اردو کے دلدادہ۔ کلام میں متانت، پختگی، بلندی سوز و درد۔ صرف تصوف کا رنگ شاعری پر غالب ہے۔ اور اس لحاظ سے یکتائے زمانہ۔ اور مشہور۔ (۱)

جوشؔ } منشی شمبھو سہائے ولد رائے درگا سہائے پسر منشی رودر سہائے کائستہ سکسینہ ساکن بریلی۔ سال ولادت ۱۸۷۶ء۔ شاگرد قیصر بریلوی غزلوں کے علاوہ ملکی نظمیں بھی لکھتے۔ کلام پر تاثیر۔

جویاؔ } منشی رام بہادر لال خلف منشی رام غلام کائستہ۔ قصبہ آنولہ (ضلع بریلی) کے ساکن۔ سال ولادت ۱۸۷۵ء۔ شاگرد حکیم رگھوبیر سہائے برہاںؔ جہاں آبادی۔ کلام آپ کا خوب ہے۔ صاحب دیوان و شاگردان۔ دیوان یادگار جویا۔ ایک ناول پیراہن یوسفی۔ ارمغان اردو یادگار تصانیف ہیں۔

جوہرؔ } منشی جوہر سنگھ۔ بریلی کے باشندے۔ مقیم ریاست ریواں (بندیلکھنڈ) منشی موسیٰ حسین اختر کے شاگرد۔

جوشؔ۔ احمد حسین خاں نام۔ حافظ رحمت خاں کے پرپوتے۔ ۱۸۵۳ء تک لکھنؤ میں زندہ تھے۔ ایک اردو دیوان یادگار رہا۔

جوشؔ۔ محسن علی خاں کمبوہ۔ آزاد اور ناسخ کے شاگرد۔ ۱۲۷۹ھ میں انتقال کیا صاحب دیوان۔ کلام پر لطف و دلچسپ۔

حسنؔ } ابوالحسن نام۔ مفتی خاندان سے بریلی کے ساکن۔ عربی فارسی کی استعداد کافی۔ طب بھی پڑھی۔ مفتی عماد الحسن محو کے شاگرد۔ سخن آفرینی و رنگینی آپ کے کلام کی خصوصیت۔

---

(۱) بزم سخن۔

حسن — مولانا حسن رضا خاں۔ مولوی نقی علی خاں کے لڑکے۔ داغ کے شاگرد
آپ کے کلام مجازسے فضا رنگین اور نعت شریف سے ہوا عنبرین
دیوان تو گم ہو گئے۔ ثمرۂ فصاحت۔ ذوق نعت شائع ہوئے۔

حقیقت — میر شاہ حسین فرزند سید عرب شاہ بلخی۔ مولد بریلی۔ جرأت کے شاگرد
دیوان تحفۃ العجم۔ خزینۃ الامثال۔ صنم کدۂ چین۔ آپ کی
یادگاریں۔ خزینۃ الامثال آپ کا شاہکار ہے۔

حیدر — نواب حیدر حسین خاں۔ حافظ یار خاں کے لڑکے۔ حافظ رحمت خاں
کے پرپوتے۔ تصوف اور نعت پر شاعری کرتے۔ ایک میلاد نامہ بھی
کلام کمیاب ہے۔

حلم — بابو دوارکا پرشاد ولد منشی مہنگی لال سکسینہ۔ بریلی مداری دروازہ
کے ساکن۔ شاگرد حسن۔ سال ولادت ۱۸۸۲ء۔ زبان صاف۔ بندش
چست۔ ترکیب درست۔ کلام مالا مال۔ صاحب دیوان و شاگردان۔

حامی — پنڈت بشن نرائن ولد پنڈت دیبی پرشاد صادق۔ باشندہ
بریلی۔ سال ولادت ۱۸۹۵ء۔ صحیح المذاق۔ کلام بلند رتبہ۔ صاحب
دیوان۔ نظم و نثر کے پختہ کار۔

حیراں۔ قاضی محمد خلیل۔ عبد الجمیل کے لڑکے۔ علم دوست۔ صاحب ذوق۔ کلام عمدہ
حیرت۔ مرزا یعقوب بیگ۔ رستم بیگ کے لڑکے۔ کلام و زبان عمدہ۔ محاورہ
بندی میں کامل۔

حسرت۔ وقار علی مرزا بی اے۔ منشی کامل۔ منشی سعادت یار بیگ کے لڑکے
کلام پختہ۔ تخیل بلند۔

خواہاں۔ مولوی قاسم علی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول کے ہیڈ مولوی۔ مہربان عسلی

فرحاں کے شاگرد۔ تاریخ گوئی کا اچھا ملکہ۔ طبیعت حاضر۔ پرگو شاعر۔ کلام میں رنگینی۔

دانش } میر صفی احمد رضوی۔ میر قاسم جان کے لڑکے۔ انگریزی کے بی-اے اردو فارسی کے ایم اے۔ سید ہادی علی رواںؔ کے شاگرد۔ بریلی وطن رائے پور اندور کے بعد بریلی کالج کے پروفیسر ادبیات اردو فارسی۔ کلام نہایت عمدہ

ذبیح } محمد اسمٰعیل خاں۔ عرف اچھے میاں۔ بن ابراہیم خاں پسر اللہ یار خاں خلف حافظ رحمت خاں۔ مولد بریلی و بریلی رہتے۔ شاعر عالی فہم ذہین و طباع۔ فرنچ زبان پر بھی عبور تھا۔ کلام عمدہ (۱)

رواں۔ ہادی علی نام۔ سید۔ خواہان کے لڑکے اور شاگرد۔ اردو فارسی کے خوش بیان شاعر۔

رضا } احمد رضا خاں نام۔ علماء کے تحت میں آپ کا ذکر آچکا۔ اردو فارسی کلام آپ کا دلآویز در صنعت حمد و نعت منقبت۔ مدح صحابہ اکثر و بیشتر ایک غزل نعت میں ایسی لکھی جس کا پہلا مصرعہ عربی فارسی۔ دوسرا اردو ہندی ایک چھوٹی بحر کا سلام سراپائے رسول اکرم پر جس کے مصرعے کیا جواہر ریزے ہیں آپ کا کلام عوام کی نہیں، خواص کے نظر کی عینک ہے۔

ساقی } سید شاہ فضل غوث نام۔ سال ولادت ۱۲۲۵ھ۔ گلستان کا دیباچہ پڑھا۔ قرآن شریف ناظرہ پڑھا۔ پھر خود حفظ کر لیا۔ اور کسی استاد سے پھر نہ پڑھا۔ مگر تین چار سو کتابیں و رسالے حقائق و معارف و مسائل شریعت میں اپنی تصنیفات سے یادگار چھوڑے۔ جن میں سے اکثر آپ کے قلمی ہم نے بھی دیکھے۔ ایک مشہور مصرعہ ہے "تو ہی ستار یا اللہ تو ہی غفار یا اللہ" اس پر

---

(۱) غدر ہندی

ایک ہزار سے زائد شعر اردو کے اور پچاس اشعار بھی کے لکھے۔ گویا دُرہائے آبدار ہیں جو بحرِ فکر سے نکالے ہیں۔ ایک پاکیزہ نظم معراجِ شریف پر بھی لکھی۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۰۷ھ کو انتقال کیا۔ ۸۲ سال کی عمر پائی۔ اس نامور خاندان کے نامور فرزند سید رضائے غوث یادگار ہیں۔

سرشار } سید غلام غوث نام عرف عبدالصمد۔ ساقی کے لڑکے۔ شاعری میں نواب عبدالعزیز خاں عزیز کے شاگرد۔ تاریخ گوئی میں مہارت دیوان غیر مطبوعہ ضخیم۔ کلام عمدہ۔ روزمرہ صاف۔

سوز } جے جے رام ولد منشی دیبی پرشاد کایستھ سکسینہ ولادت ۱۸۶۵ء کہنہ مشق شاعر۔ منشی ماکھن لال شوق کے شاگرد۔ کلام سلیس وسادہ۔

سوزن } منشی بلدیو پرشاد ولد منشی پورن سہائے سکسینہ کایستھ بستی تھل (بریلی م) کے ساکن۔ سالِ پیدائش ۱۸۸۸ء۔ شاگرد کسی کے نہیں۔ خود بھی اور شاعری بھی دونوں دلچسپ ہیں (۱)

شفا } حکیم محمد اشفاق الحسین۔ علوی حنفی چشتی۔ علومِ درسیہ میں مستند مدرسۂ عالیہ رام پور۔ منطق و فلسفہ میں فضل حق رام پوری و محمد اسد الحق خیر آبادی مولوی محمد طیب عرب صاحبان کے شاگرد۔ طب میں مولوی حکیم عبدالعزیز و عبدالحفیظ لکھنوی صاحبان کے شاگرد۔ اور شاعری میں منشی امیر اللہ تسلیم کے شاگرد۔ ایسے فاضل اجل کی پختہ شاعری کا کیا پوچھنا اور کہنا۔

شوق۔ حکیم ماکھن لال قیصر وحسن بریلوی امیر لکھنوی کے شاگرد۔ کلام صاف اور عمدہ

شوق۔ قاضی قدرت اللہ ولد شیخ مقبول محمد۔ موی قاضیان (بریلی) کے ساکن

---

(۱) بہارِ سخن۔

شیخ کریم اللہ شہید کی اولاد میں علوم درسیہ میں غلام طیب بہاری کے شاگرد۔ ۱۲۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ استاد فن۔ مشہور نزدیک و دور۔

شاکر } لالہ کالکا پرشاد ولد لالہ منگل سین۔ کھتری مہرو ترا۔ سال پیدائش ۱۸۸۶ء شاگرد نوح ناروی۔ پیشہ گھڑی سازی۔ کہنہ مشق۔ کلام پر قدرت

شیدا } منشی ایشری پرشاد ولد منشی ایکھراج۔ سکسینہ کایستھ۔ شیخ تھری کے پیپن پور۔ (بریلی) کے ساکن ہمسال ولادت ۱۸۸۰ء۔ شاگرد موزوں ایکلی ماسٹر۔ کلام شستہ۔ بندش چست۔

شاعر } مولوی علی حسین۔ عزیز بریلوی کے شاگرد۔ بریلی کلکٹری کے نقل نویس تھا۔ کلام نہایت بلند۔ شوخ بیان۔ طبیعت میں آمد۔ اظہار پر قدرت۔ کلام آپ کا چلبلا پن۔

شہید } یہ نامور فاضل اور مشہور روزگار سخن گو۔ اگر بریلی میں سکونت نہ اختیار کرلیتا تو شعرائے بریلی کے ذکر کے ذیل میں اسے بخود انتخاب کی جگہ کیونکر ملتی۔

منشی کرامت علی خاں نام۔ ولد غلام رسول خاں (بعض تذکروں میں عبد الرسول خاں) افغان جلوانی۔ روسائے گرامی خیرآباد سے (بعض تذکروں میں دائرہ پور ضلع اناؤ) مصحفی و شاہ نصیر دہلوی کے شاگرد۔

محکمہ مال دہلی کے ایک منشی کارگزار و ہوشیار۔ ایک مدت کے بعد استعفیٰ دے کر پائجامہ چکن و انگرکھے کی بجائے تہبند و کمبل کا لباس اختیار کرکے نکل کھڑے ہوئے۔ راجہ جیت سنگھ والئ پٹیالہ سے کہ شائق و قدردان سخن و سخن دان تھے منشی برکت علی خاں نے شہید کا ذکر کیا۔ اور انھوں نے بکمال اشتیاق طلب کیا۔ شہید کے جب سے فقر اختیار کیا۔ تکریم امراء سے مستغنی ہو گئے اور آزادانہ پٹیالہ پہونچ چندے قیام کیا۔

اور ایک بزرگ سید وشاہ سے کہ درویشِ عالی مقام پٹیالے کے تھے بیعت ہو گئے بیس روز کے بعد رخصت ہو کر اکثر خاصانِ خدا کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ بیس بریلی (شہر جدید) میں پہنچے اللہ سرائے میں ٹھہر گئے انہی دنوں میں نوابان بکرد (سرائے) میں سے نواب محمد حسن خاں کے دولت کدہ پر مشاعرہ تھا دو تین گھڑی شب گئے بعد شہیدی با وضع درویشانہ پہنچے اور ایک غزل غیر طرحی پڑھی۔ مقطع سے معلوم ہوا کہ شہیدی ہیں۔ محمد عطا حسین ولد شیخ عظمت علی کمبوہ نے کہ رئیسِ گرامی بریلی سے شاعر اور عطا تخلص۔ آزاد بریلوی کے شاگرد تھے بڑھ کر معانقہ کیا۔ اور اپنے مکان پر لا کر بتواضع و تکریم رکھا۔ جہاں ایک مدت تک قیام پذیر رہے۔ شہیدی بالطف محبانِ احمدی و عاشقانِ محمدی سے تھے۔ ظاہراً کبوتر بازی اور پتنگ بازی میں لیل و نہار بسر ہوتے تھے۔

شہیدی نظم و نثر میں آسمانِ ہمہ دانی کا کوکب۔ حافظ ایسا کہ (۱۲) رسالے گردش سے لوگ از بر کہتے۔ وہ جامیِ عصر و قدسیِ زماں تھے۔ دیوان مطبوعہ ہے (۱)

آخر ۱۲۵۶ھ میں سفرِ حجاز پر روانہ ہوئے۔ بعد فراغِ حج اسہال و تپ بر اثر مدینہ شروع ہوئی۔ اور اکثر غافل رہتے۔ مدینہ مکہ سے ۱۳ منزل ہے جب کبھی آنکھ کھلتی گنبدِ سبز نبوی کو دریافت کرتے ۳ صفر ۱۲۵۶ھ کو مدینہ پہنچے۔ ہمدمی صبح کو غسل و لباس سفید تبدیل کر کے جائے قیام سے پاپیادہ روضۂ مقدس پہنچے اور سر رکھ دیا۔ ایک دو ساعت آنکھوں سے پانی جاری رہا اور کلمۂ شہادت با آوازِ بلند ادا کر کے پروانۂ شمع جمالِ محمدی ہو گئے۔ جنت البقیع میں قریب قبہ امام حسن استراحت فرمائی

شیوا۔ صابر حسن نام۔ مفتی عماد الحسن محو کے لڑکے۔ ولادت ۱۹۰۵ء۔ اسکول

---

(۱) غدر ہندی۔ حیدر علی۔

ماسٹر۔ کلام دل آویز و پختہ ہے۔

صادق } پنڈت دیبی پرشاد ولد پنڈت کشن لال برہمن ساکن بریلی شاگرد حبیب منیر شکوہ آبادی۔ اور جوہر و نادر سے بھی کبھی کبھی اصلاح لی پہلے فخر تخلص تھا۔ منیر کے مشورہ سے صادق اختیار کیا۔ سالِ ولادت ۱۸۲۴ء وفات ۱۲ دسمبر ۱۹۲۱ء بعمر ۹۷ سال۔ کلام سادہ و روزمرہ۔

صبا } افتخار علی مرزا۔ بی اے۔ ایل ٹی۔ ال ال بی۔ منشی۔ کامل۔ وکالت پیشہ مرزا سعادت یار بیگ کے لڑکے۔ قیصر کے پوتے۔ خاندانی شاعر۔ پھر شاعری کا کیا کہنا۔

ضمیر۔ علی حسین نام۔ محلہ شاہ آباد بریلی کے ساکن۔ شاعری مشاعروں کی دھوم دھام

عزیز } نواب عبدالعزیز خاں۔ عبدالملک ممتاز کے شاگرد۔ صاحب دیوان تصانیف۔ ۱۸۹۳ء میں انتقال کیا۔ کلام استادانہ۔ پختہ۔ بلند۔

علیش۔ میر سعادت علی۔ میر غلام علی عشرت کے لڑکے۔ باس بریلی کے ساکن۔ کلام ان کا پاکیزہ ہے۔

عشرت } میر غلام علی ولد معظم علی۔ مرزا علی لطف کے شاگرد۔ عبرت کی ناتمام مثنوی انھوں نے تمام کی۔ ۱۲۳۶ھ میں انتقال کیا۔ عبدالملک ممتاز نے "ہائے میر عشرت" سے تاریخ انتقال نکالی۔ کلام میں ترصیع۔ صفائی۔

عاصی } احمد علی خاں نام۔ امیر مینائی کے شاگرد۔ بریلی کے ساکن۔ سیاہ فام حبشیہ لباس واسوخت طبع ہوا۔ اخبارات میں مضامین نکلتے۔ کلام پر قدرت۔ روزمرہ

عباس۔ عباس علی خاں ابن زیارت خاں ساکن بریلی جاگیردار رام پور کے نائب۔ اردو فارسی کلام پر قدرت۔ (۱)

---

(۱) اخبار الصنادید۔ (۱)

عباس (نادر) — مرزا عباس بیگ نام۔ بریلی کے ساکن۔ قیصر کے والد آتش کے شاگرد۔ صاحبِ ہفت دیوان۔ تذکرۂ اردو میں آتش نے استاد لکھا ہے۔ بعض بعض اشعار اب بھی لوگوں کی زبان پر ہیں۔ نواب باندہ کے ملک الشعراء بے گناہ تلوار سے شہید ہو گئے۔ منیر نے تاریخ نکالی۔ ع

ہوا شہید یہ حیف آج شاہ نادر۔

عزیز۔ عزیز غوث نام۔ حمد و نعت کہتے۔ تاریخ گوئی میں ملکہ خاص۔ کلام پسندیدہ۔

عیش۔ ماسٹر شفیع احمد۔ ساکن بریلی۔ محلہ پھولیا ولان۔ کلام عمدہ۔

فرحان — میر مہربان علی نام۔ ذخیرہ بریلی کے ساکن۔ فارسی کے استاد مشہور کے شاگرد یادگار ہے۔ کلام پختہ دل نشین۔

فیروز۔ فیروز شاہ نام۔ سید۔ فرحان کے شاگرد۔ درس دیا کرتے۔ کلام مرصع۔

فخر — مولوی فخر الدین۔ سید۔ ساکن بریلی۔ ذخیرہ۔ عزیز بریلوی کے شاگرد مدرس فارسی اسکول قلعہ۔ کلام پختہ۔

قیصر۔ مرزا رستم بیگ۔ مرزا عباس بیگ کے لڑکے۔ شعر و سخن کے مشہور استاد پختہ کار۔

محو — عماد الحسن نام۔ مفتی سلطان حسن کے لڑکے۔ بسمل کے شاگرد۔ ولادت ۲۴ جولائی ۱۸۶۴ء مطابق ۹ صفر ۱۲۸۱ھ۔ کلام شستہ پختہ۔ مشہور استاد وفات ۱۳۴۵ھ یوم شنبہ۔ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۲۶ء۔

محتشم — نواب محتشم خاں۔ نواب محبت خاں خلف حافظ رحمت خاں کے لڑکے تاریخ محتشم خانی کے مصنف۔ استخراج مادۂ تاریخ میں مہارت تھی کلام پختہ و پاکیزہ۔ (۱)

---

(۱) تاریخ ادب اردو [illegible]۔

مصروف } نواب خاں بہادر خاں نواب ذوالفقار خاں کے لڑکے۔ حافظ رحمت خاں کے پوتے۔ ناشر و ناظم۔ صاحب تصنیف۔ زبان صاف (۱)

مشتاق۔ رائے بیجناتھ۔ ولد دیوان گنگا پرشاد۔ بریلی کے ساکن۔ دیوان قلمی یادگار۔ کلام پختہ۔

معجز۔ مرزا سعادت یار بیگ قیصر کے بڑے لڑکے۔ والد کے شاگرد۔ پانچ دیوان مکمل ہوئے۔ پرگو۔ خوش کلام۔

محبت } نواب محبت خاں۔ حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ جرأت کے شاگرد۔ صاحب تصانیف۔ عربی۔ فارسی۔ اردو۔ پشتو کے شاعر۔ استادوں کے استاد [illegible] تاریخ انتقال۔ کلام پختہ۔ متین۔

ناطق۔ قاضی محمد سجاد حسین۔ قاضی ٹولہ کے ساکن۔ بریلی ججی کے منصرم۔ کلام روزمرہ۔ بڑا چلبلا

نیاز } شاہ نیاز احمد۔ خانقاہ نیازیہ۔ خواجہ قطب کے مسند نشین۔ اپنے وقت کے اولیائے کاملین سے۔ صاحب دیوان فارسی و اردو۔ سنہ ۱۸۳۴ء تاریخ انتقال۔ کلام بلند۔ نہایت دل نشین۔ (۲)

واثق } منشی سید فدا علی۔ آپ کے مورث اعلیٰ سید قادر علی صاحب بریلی مدفن۔ نانہالی سلسلہ سید حسن شاہ بریلی۔ مدفن تک ملتا ہے۔ سلطان اشرف سمنانی کچھوچھوی سے بیعت۔ مشہور نعت گو۔ کلام صاف و زوردار۔

ہوش۔ نواب نیاز احمد خاں عرف بنے میاں۔ نواب محمد یار خاں پسر حافظ رحمت خاں کی اولاد میں۔ مورخ۔ مصنف۔ آسیر کے شاگرد۔ صاحب تصانیف۔ مشہور شاعر و استاد۔ شاعری پر قدرت کاملہ۔

یاور۔ سید یاور علی ساکن بریلی۔ نواب عبدالعزیز خاں عزیز کے شاگرد۔ کلام دردمند۔

---

(۱) غدر ہندی (۲) قاموس المشاہیر۔

بریلی کے بعض حکیم۔ ڈاکٹر۔ وید

حکیم عین الملک (شیرازی) } یہ مطب و عوام کا طبیب تو تھا نہیں لیکن خاص خاص صورتوں میں مشورہ دینے سے دریغ بھی نہ کرتا۔ چونکہ بریلی سکونت رکھتا تھا اسی وجہ سے ہم نے اس کا ذکر کر دیا ہے۔ اکبر بریلی کا فاتح ہے۔ اور عین الملک بریلی کا پہلا گورنر ہوا تھا۔ بریلی میں پہلی مسجد اسی نے بنوائی۔ اکبر کے معتمد امراء میں سے ایک اور طب میں بھی اس کا صاحب اعتبار تھا۔ علم میں عالی رتبہ رکھتا۔ اخلاق نہایت اچھا۔ زبردست انشا پرداز۔ طبی خدمات کے علاوہ دیگر مہمات میں نہایت ہوشمند۔ شاعر بے بدل۔ وفائی تخلص۔

اکبری نامور امیر حسین خاں ٹکریہ ایک میدان میں جولان تھی۔ دیت اور جب بال سے زخمی ہوا۔ اکبر نے ایک مکان مخصوص مقرر کر دیا اور حکیم عین الملک کو اس کے علاج پر مامور کر دیا۔

حکیم عین الملک کا انتقال ۱۵۹۵ء میں بمقام ہنڈیا (ضلع الہ آباد) ہوا۔

رسالہ ہمدرد صحت دہلی میں اطبائے سلف کے کچھ حالات اکثر شائع ہوتے ہیں۔ اس رسالہ کی قلمی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ حکیم عین الملک کے تفصیلی حالات بھی اسی سے ملے۔

حکیم خیر محمد خاں } ابن محبت خاں۔ گنیر (افغانستان) سے بریلی میں وارد ہوئے۔ مسکن۔ آپ ایک مشہور نامور اور نامور اطباء کے مورث

اعلیٰ ہیں۔ کمالِ فن کی شہرت بہت۔ آپ کی بعض نادر قلمی کتابیں (ذیقعدہ ۱۲۲۲ھ
میں آئیں) دیکھنے کو ملیں۔

حکیم محمد یوسف خاں } حکیم خیر محمد خاں کے لڑکے۔ عالی پایہ طبیب۔ باپ کے کمالات
فن کے جائز وارث۔ شہرت کو پیہ پرواز۔

حکیم محمد ابراہیم خاں } بے بدل نباض۔ لاجواب معالج۔ مشہور نزدیک و دور
۲ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو انتقال ہوا۔

حکیم محمد اسحاق خاں۔ حکیم ابراہیم خاں کے بھائی۔ پولیس انسپکٹر۔ حاذق طبیب

حکیم محمد جلیل اللہ خاں۔ حکیم ابراہیم خاں کے لڑکے۔ بزرگوں کی طبی قابلیت
کو سنبھالے ہوئے مطب میں بیٹھے ہیں۔

حکیم سید غلام غوث (عبد الصمد) بڑے معرکے کے طبیب۔ ایک زمانہ نے فیض
پایا۔ ۲۰ اپریل ۱۹۲۷ء کو انتقال ہوا۔

حکیم سید محمد غوث۔ حکیم عبد الصمد کے بھائی۔ نہایت قابل طبیب ۱۳۴۳ھ
میں انتقال ہوا۔

حکیم سید محمد عزیز غوث۔ بزرگانِ خاندانی کی آخری یادگار۔ حکیم محمد اجمل
خاں دہلوی نے آپ کے طبی کمال کا اعتراف کیا۔ ۲۷ جولائی ۱۹۴۳ء کو انتقال
ہوا۔ اور سلسلہ اطبائے خاندانی آپ پر ختم ہوا۔

حکیم الطاف غنی } ہائے بریلی۔ وائے بریلی۔ عجیب زمانہ تھا۔ جدھر نکل جائیے
ارباب علم و فضل۔ ہر فن کا باکمال خیر۔ انسانیت۔ شرافت
کے باغ لگے ہوئے۔ آنکھ کے امراض میں ان کو کمال تھا۔ دوا خود دیتے اور دنیا
فیض پاتی۔ ہندو مسلمان سب۔ صورتیں ایسی جیسے فرشتے۔

حکیم احسان غنی۔ الطاف غنی کے بھائی۔ امراض کے علاوہ آنکھ کے معالج بھی۔

حکیم بندہ علی } غریب حکیم اور غریبوں کا اکثر علاج کرتے۔ مگر
فن سے باکمال۔

حکیم آغا۔ مشہور طبیب۔ تشخیصِ امراض و تجویزِ علاج و نبض میں باکمال۔

حکیم چھٹن۔ مشہور طبیب۔

حکیم علیم اللہ۔ امروہہ وطن۔ بریلی مسکن۔ سرکار گوالیار کے طبیب ۱۸۶۷ء
میں تقریباً تیئس سال سے بریلی میں مطب کیا۔ (۱)

حکیم نرائن داس۔ مصرانی طریق علاج۔ مطب کامیاب۔

حکیم بانکے لال۔ نہایت نیک۔ مصرانی طریق علاج۔ مطب مشہور۔

حکیم کیشو دت۔ آپ کی بڑی شہرت۔

حکیم برج بہاری۔ محلہ چاہ بائی شہر کہنہ کے مشہور طبیب۔ بعہدہ ریف
شور سرکا ایاب ہوئے۔ وہاں کسی انگریز کا علاج کیا۔ اور مخبری کر کے مولوی شمس احمد
کو بہ تہمتِ بغاوت غدر ۱۸۵۷ء بریلی میں پھانسی دلوا دی ۱۸۵۹ء (۲)

حکیم مردان علی } آنولہ کے حکیموں کا جو ایک خاندان مشہور ہے حالانکہ یہ لوگ
علماً حکیم نہیں۔ مگر سب حکیم کہلاتے ہیں یہ اس کے
مورثِ اعلیٰ ہیں۔ عرصے محلہ گلاب نگر متصل مسجد دلیر خاں (بریلی) کے ساکن
اور بریلی میں مطب تھا۔ تحصیلدار میر گنج کی بیوی کا علاج کیا۔ انھوں نے میر گنج
کا واصل باقی نویس کرا دیا۔ حکیم جی نے پانچ ہزار روپیہ نے موضع بگرین خرید لیا
اور آنولہ رہنے لگے۔ محلہ کٹرہ آنولہ مدفن (۳)

حکیم طالب علی خاں۔ رئیس بریلی۔ بمانہ مشہور ہے۔ علماً و عملاً طب میں دستگاہ کامل

(۱و۲و۳) غدر ہندی۔

اور چیر پھاڑ میں تو دستِ اعجاز تھا۔ (۱)

حکیم غالب علی خاں۔ حکیم طالب علی خاں کے لڑکے۔ طبیب تجربہ کار۔ ۱

حکیم امان علی خاں۔ بریلی کے نامور۔ بانام و ذیشان طبیب۔

حکیم اکبر علی خاں۔ حکیم امان علی خاں کے لڑکے۔ مشہور طبیب۔

حکیم سیدہ علی خاں۔ احسان علی خاں وقائع نگار کشمیر کے لڑکے۔ طبیب ماہر۔ بریلی مسکن۔ مشہور۔

حکیم اسمٰعیل خاں { حافظ رحمت خاں کے پوتوں میں۔ دانا طبیب بے بدل نباض بے مثل
حکیم اسد اللہ امروہی کے شاگرد۔

حکیم وزیر علی۔ جن کے نام سے گلی مشہور۔ نامور طبیب۔

حکیم خورشید۔ پرانا شہر محلہ کوٹ کے ساکن۔ طب نہایت اچھی۔

حکیم رشید علی۔ طبیب ریاست جاورہ۔ پنشنر۔ تشخیص و علاج میں ملکۂ عالی۔

حکیم حمید حسین۔ آپ کا خاندان طبیب شاہان اودھ سے ہے۔ آخری شاہ اودھ کے پاس ملازمت کرنے کے لیے لکھنؤ سے نکلے۔ تقدیر شرق سے غرب میں لے آئی۔ بریلی ایسے بیٹھے کہ مر کر اٹھے۔ مزاج شاہانہ۔ قناعت بہت۔ کوڑیوں پیسوں کا نسخہ۔ مگر دستِ اعجاز و دستِ شفا۔ اکثر و بیشتر مریض پہلے ہی نسخے سے صحت یاب ہو جاتے۔

حکیم جعفر حسن۔ کاظم علی خاں کی سرکار سے متوسل طبیب۔ حکیم عالی پایہ۔

حکیم احمد یار بیگ { غربا و مساکین کو دوا مفت دیتے۔ پرہیز و غذا کے لیے بھی مدد دیتے
خود کم کھاتے۔ پکا کھانا اور دوسری چیزیں بانٹ دیتے۔ علاج
تشخیص و نباضی میں کمال۔

---

(۱) غدر ہندی۔

حکیم عبدالمجید خاں } افغانِ سرحدی۔ مولانا۔ علوم میں عالی رتبہ۔ خلق اللہ کے مخلص ہمدرد۔ طب میں عالی پایہ۔

حکیم عبدالوحید خاں } حکیم عبدالمجید خاں کے لڑکے۔ بڑی بڑی درس گاہوں کے فارغ التحصیل۔ ماہر امراضِ چشم بھی۔

حکیم اشفاق الحسین۔ کمالِ طبِ یونانی کی یادگار۔ طب میں عالی رتبہ۔ مطب مشہور

حکیم مختار احمد۔ امروہہ وطن۔ بریلی مسکن۔ مطب مشہور۔

ڈاکٹر ابلد یو سنگھ۔ بریلی شفاخانے کے اسسٹنٹ سرجن رہے تھے۔ ختم ملازمت کے بعد بریلی رہنے لگے۔ بڑے مشہور ڈاکٹر۔

ڈاکٹر سبحان علی۔ جالندھر کے ساکن۔ سول سرجن کے عہدے سے سبکدوش ہوکر بریلی رہنے لگے۔ بڑے مشہور ڈاکٹر۔ کوہاڑا پیر مدفن۔

ڈاکٹر مبارک شاہ خاں۔ ہومیوپیتھی کے مشہور ڈاکٹر۔

ڈاکٹر بسنت کمار مکرجی۔ بنگالی۔ مدت سے بریلی مسکن۔ مشہور ڈاکٹر۔

راجہ رام وید۔ بی۔ اے۔ بہت مشہور۔ بہت کامیاب۔

ڈاکٹر لعم بہادر۔ امراضِ چشم کے مشہور معالج۔ موتیابند کے آپریشن کے لیے مشہور۔

حکیم مظاہر الاسلام۔ مشہور طبیب۔

حکیم جیون رام۔ مشہور طبیب۔

حکیم اظفر حسین خاں۔ طبیب و مطب مشہور۔

حکیم مولوی مرزا عبدالعزیز بیگ۔ حکیم عبدالعلی۔ حکیم عبدالعزیز۔ حکیم عبدالحفیظ صاحبان لکھنوی۔ حکیم عبدالمجید خاں صاحب دہلوی جیسے مشہور روزگار اطبا سے فیضیاب۔ کانپور۔ رنگون میں مطب کرکے بریلی مسکن میں مطب ہے۔ طب یونانی کے کمال کی آخری سانس۔ تقریباً سو برس کی عمر ہے۔ قناعت، غذا، نیکی آپ کی ادا۔ وہ صوفی صافی جس میں ریا

نہیں۔ اور وہ درویش جس میں صدا نہیں۔ غضب کا یہ آفتاب آمادۂ غروب۔ آگے اندھیرا
(۱۴ مر ۱۵ ر شعبان ۱۳۴۷ھ کی درمیانی شب میں انتقال ہوا)

بعض امرائے بریلی

رانی مہالچھمی بائی — رئیسۂ قدیم۔ گنپت گوپال کی بیوہ۔ مصر برہمن۔ راجہ جسونت سنگھ لکھنؤ والے کی لڑکی۔ گنپت گوپال مشہور چودھری خاندان کے چشم و چراغ۔ مغلوں کے زمانہ سے یہ خاندان اب تک بریلی آباد ہے۔ اسی خاندان کے ایک شخص چودھری نوبت رام نے غدر میں انگریزوں کی بہت مدد کی ان کو جاگیر ملی۔ رام نومی۔ رام لیلا بڑے پیمانہ پر ہوتا ہے۔ چودھری محلہ میں سکونت ہے۔ (۱)

مصر برہمن — رجو (فرید پور) کے مشہور روسا ہیں۔ عہد اورنگ عالمگیر سے چلے آتے تھے۔ (۲)

چھتری راجہ — پرانے زمانے کے جن کی شہرتیں اور حکایتیں شیش گڑھ میں بہت مشہور تھیں۔ (۳) بشپ ہیبر (عیسائی) نے ۱۸۲۴ء میں ان راجاؤں کے برباد شدہ قلعہ کو دیکھا۔ اس نے شیش گڑھ کو ایک پامال ویرانہ لکھا۔

ہیبت سنگھ — بانور راجپوتوں کے عہد عروج کے سات گاؤں میں سے ایک سردار نگر ہے۔ ہیبت سنگھ نے یہاں ایک قلعہ بنوایا۔ اس کے لڑکے پرتاب سنگھ نے موضع بڈری میں دوسرا قلعہ بنوایا۔ اس خاندان کی شوکت عہد حکومت اودھ تک رہی۔ (۳)

---

(۱) ۱ لغایت ۳ بریلی گزیٹیر۔

راجہ شیوپوری - چوہان راجپوتوں کی چھوٹی ریاستیں۔ روہیلوں کے وقت تک یہ امرائے بحال رہے۔ اب نابود ہیں۔ (۱)

شیخانِ نوادہ } شیوخ اودھ کے یہ خاندان ۱۷۴۳ء سے بریلی آکر آباد ہوئے۔ شیخ تجمل حسین اور شیخ محمد حسن اس خاندان میں مشہور لوگ گذرے ہیں (۲)

کورمیاں احمد آباد - روسائے تحصیل نواب گنج میں مشہور اور ۱۷۷۴ء سے آباد ہیں (۳)

راجہ مصر بھیجناتھ } قنوجیہ برہمن۔ ساہوکارہ کے ساکن۔ ان کے لڑکے راجہ کالی چرن خاندانی خطاب یافتوں میں۔ غدر میں وفادارانہ خدماتِ انگریزی کے صلہ میں راجہ کا خطاب اور ۱۸۶۰ء میں جاگیر ملی۔ راجہ کالی چرن ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوئے بحالتِ نابالغی راجہ ہوگئے۔ چھتیس ہزار سالانہ کی آمدنی (۱۹۱۱ء) ہے۔ (۴)

رائے بہادر ٹھاکر لاکھن سنگھ } جنگھارہ راجپوت۔ ٹھاکر امراؤ سنگھ کے لڑکے۔ غدر میں انگریزوں کی امداد کی۔ اور وفادار رہے۔ جاگیر ملی حلقہ بوتھ کے آنریری مجسٹریٹ۔ ۱۸۹۰ء میں رائے بہادر کا خطاب ملا۔ (۵)

رائے جیت رام } کالیتہ۔ لکھنؤ گورنمنٹ کے سرکاری عہدہ دار۔ بریلی بزریعہ پورنگل میں آباد ہوگئے۔ بہت کافی جائیدادیں خریدیں۔ ان کے لڑکے رائے کنھیالال آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ رائے کنھیالال کی بیوہ مسز سُتی کنور تھیں۔ (۶)

دیوان بہادر سنگھ } کالیتہ۔ آگرہ سے بریلی آگئے ہے۔ قلعہ (بریلی) کے مشہور رئیس بہت سی جائداد خریدی۔ ان کے لڑکے کا نام مادھو سنگھ تھا جن کی جائداد ان کے لڑکوں بلدیو سنگھ۔ نرسنگھ سنگھ وغیرہ میں تقسیم ہوگئی۔ بلدیو سنگھ کے

(۱ سے ۶ تک) بریلی گزیٹر۔

وارث منشی رنجیت سنگھ۔ یہ ہو بہی کنگرہ تھے۔ منشی بھیم سنگھ جن کی زمینداری آگرہ متھرا پیلی بھیت اور بھی دیگر اضلاع میں تھی۔ آنریری مجسٹریٹ بھی تھے۔ (۱)

رائے بہادر داموودر داس } کھتری۔ رائے دوا۔ کا پرشاد کے لڑکے۔ دہلی سے آکر بریلی آباد ہوئے۔ یہاں جائدادیں خریدیں اور ورثہ نے اس میں اضافہ کیا۔ رائے داموودر داس مین پوری کے خزانچی اور بریلی کے آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ (۲)۔ ۵ دسمبر ۱۸۶۸ء تاریخ پیدائش۔ ۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء تاریخ وفات ہے۔

لالہ دیبی داس۔ } بنیہ۔ بہاجن۔ موضع دولکا کے رئیس۔ بہت سی حقیت خریدی۔ جو میر گنج بہیڑی میں ہے۔ (۳)

مدن لال۔ کورمی۔ بہیڑی والے۔ زمیندار مشہور رئیس۔ جائداد پر ان کے ورثا کا قبضہ ہوا۔ (۴)

لالہ لچھمی نرائن } کھتری۔ بڑے ساہوکار۔ لین دین کافی۔ بریلی کے خزانچی رہے ان کے والد لالہ بھوانی داس دہلی سے بریلی آئے۔ اور خزانچی ہوئے ان کے مرنے پر لالہ لچھمی نرائن ہو گئے۔ خیر خواہی ایام غدر میں دو ہزار سالانہ کی جائداد عطا ہوئی۔ (۵)

ساہو بانکے لال } قوم کے بنیہ۔ بڑے ساہوکار۔ لین دین کافی۔ بریلی کے خزانچی رہے۔ یہ ساہو بدھ سین کے پسر متبنیٰ تھے۔ انکے وارث بھی ہوئے (۶)

لالہ گیندن لال۔ بنیہ۔ سنتیل کے مشہور رئیس۔ نواب گنج میں زمینداری (۷)

راجہ شیو پرشاد۔ } بنیہ۔ پسر متبنیٰ لالہ لالتا پرشاد۔ سو برس قریب کی خاندانی جائداد پر قابض۔ آنولہ۔ فرید پور میں زمینداری۔ (۸)

(۱ و ۲) بریلی گزیٹر۔ (۳ تا ۸) بریلی گزیٹر۔

اودے ناتھ ساہ } نینی تال کے ساکن۔ امرناتھ ساہ کے لڑکے۔ بدایوں اور دوسرے ضلع میں جائدادیں۔ (۱) خیر خواہیِ غدر میں خیر اشاہ خاں کی عظیم الشان حویلی پر قابض ہوئے۔ جو موتی رام ساہ کی کوٹھی کہلائی۔

تلشی رام } کورمی۔ نیک پور کے مشہور رئیس۔ ان کے دو لڑکے۔ ہر پرشاد جنھوں نے لین دین سے بہت روپیہ پیدا کیا۔ دوسرے گنگا پرشاد پرگنہ کرور کے زمیندار (۲)

مصر گنگا پرشاد } بریلی کے تحصیلدار۔ مشہور گھرانے کے رئیس۔ خیر خواہی زمانہ غدر میں بارہ سو سالانہ کی جائیداد عطا ہوئی (۳)

ظالم سنگھ } ٹھاکر۔ ہارڈی انگریز کے خاندانی لوگوں کی جانیں بچانے میں بڑی بہادری دکھائی۔ جس کے صلہ میں دو ہزار سالانہ کی جائداد عطا ہوئی۔ (۴)

رائے صاحب بابو موہن لال } کھتری۔ مشہور رئیس۔ بریلی کے اکثر مواضعات میں زمینداری۔

چودھری جے نرائن } کایستہ۔ پربھو لال دیوان گو نیار کے خاندانی رئیس اور زمیندار تھے۔

رائے درگا پرشاد } کایستہ۔ غدر کے انگریزی وفادار۔ سندات خوشنودی تمغہ تیغ وغیرہ۔ نقرئی یافتہ۔ لائف آنریری مجسٹریٹ۔ سکریٹری ڈسٹرکٹ بورڈ۔ انسپکٹر آف اسکولز۔ (۵)

بابو جانکی پرشاد۔ زمیندار و رئیس چیئرمین میونسپلٹی۔

(۱ لغایت ۴) بریلی گزیٹر۔ (۵) اخبار الصنادید۔

راجہ خیراتی لال۔ دوسرے کایستھ سکسینہ مشہور رئیس و تعلقہ دار۔

رائے جوالا پرشاد — کایستہ۔ اس خاندان کے دیوان مول چند بہت مشہور غدر کے وفادار۔ زمینداری و خطابات ملے۔

راجہ پورن مل — کایستھ سکسینہ جن کے نام پر بزریہ مشہور۔ ان کی اولاد میں بابو بلدیو پرشاد وکیل مشہور رئیس و پریسیڈنٹ کایستہ سبھا بریلی (۱)

راجہ مان رائے۔ روہیلوں کا وزیر۔ بازار میں اس کی حویلی و کٹرہ مشہور ہے امرائے عالی شان سے۔

راجہ بلاس رائے۔ راجہ مان رائے کا لڑکا۔ روہیلکھنڈ کا ٹھیکہ دو کروڑ روپیہ میں لیا۔

رائے پہاڑ سنگھ کھتری۔ فوجدار روہیلہ گورنمنٹ۔ چار سو ساٹھ گاؤں کا جاگیردار۔

روشن لال — عوام رائے صاحب کہتے تھے۔ رائے لیکھراج کے پوتے۔ رائے چھدمی لال رائے کے لڑکے۔ اس ریاست کے ۴۰۸ گاؤں لوگ بتاتے تھے ۲ ستمبر ۱۹۰۲ء کو ان کا انتقال ہوا۔

محمد مسیح — خیر اندیش خاں ثانی خطاب۔ عالمگیری امراء میں نامور۔ عالمگیر کے لڑکے شاہ عالم بہادر شاہ نے چھ ہزاری منصب دار کیا۔ قلعہ نو محلہ (خیر نگر) عیدگاہ مبارک محل ان کے تعمیر کرائے ہوئے ہیں۔ روہیلوں کے زمانہ میں خیر نگر کے بجائے نو محلہ یہ مشہور ہو گیا۔ (۲) شمس الحسن خاں ۔۔ خواب بخت خاں امرائے نامدار شاہجہانی سے تھے۔ چونکہ ان کے لڑکے احسان علی خاں

---

(۱) مختصر تاریخ اقوام کایستھ (۲) مشاہیر نفیس احمد۔

خیراندیش خاں ثالث تھے۔ ان کے لڑکے نواب محمد خاں جن کا خطاب خیراندیش خاں اعلیٰ تھا تارک الدنیا ہو گئے تھے انگریزوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ گورنمنٹ اسکول ہسپتال وغیرہ اسی اراضی پر تعمیر ہیں۔ یہ میرٹھ کے ساکن۔ ان کی اولاد ذکور میں احسان علی خاں خیراندیش خاں ثالث — وقائع نگار کشمیر نے بریلی سکونت اختیار کی۔ یہ پانچ سو مواضعات کے جاگیردار تھے یکایک ترکِ دنیا و جاگیر کر کے گوشۂ عبادت میں بیٹھ گئے۔ اسی سلسلۂ خاندان میں نور الحسن خاں اور ان کے لڑکے شمس الحسن خاں نواب خیراندیش خانی نسبت سے اب تک نواب مشہور ہیں۔ کمبوہانِ بریلی میں شمس الحسن خاں بلحاظ اپنے حسنِ کردار اپنی متانت اور اپنے اخلاقِ فاضلہ کی وجہ سے مخصوص و ممتاز ہیں۔ اور وقار سلف کے امانت دار اور نہایت ہوشیار معتدل رفتار۔ شیریں گفتار۔ اور وثیقہ یاب تھی۔ یہ بریلی میونسپل بورڈ میں سپرنٹنڈنٹ ٹیکس۔ لائسنسنگ افیسر۔ فائر بریگیڈ افیسر و ایگزیکٹو افیسر کے عہدوں پر سرفراز رہے۔ نومحلہ کی جو اراضی ان کے مورثِ اعلیٰ نے خریدی تھی (بذریعہ بیعنامہ) اس میں اب گورنمنٹ اسکول اسلامیہ اسکول۔ آریہ اناتھ آلیہ سول ہسپتال اور سرائے خام ہے اور دو دارالکا پر قبضہ نئی کوٹھی ہے

الطاف علی خاں حکیم غالب علی خاں ولد حکیم طالب علی خاں کے پڑپوتے تھے۔ آنولہ کے روسائے گرامی میں تھے۔ تقریباً اسی ہزار سالانہ جائداد کی آمدنی بڑے معززِ و مشہور (۱)

نواب کاظم علی خاں نواب کلب علی خاں جاگیردار رامپور کے بھائی۔ بریلی مسکن مشاہیر امرائے بریلی سے۔ نواب یوسف علی خاں نے بعد غدر چار لاکھ روپیہ دیا۔ وسیع جائیداد کے مالک۔

بشارت خاں۔ نواب نجیب الدولہ کے چچا بشارت گنج آباد کیا۔ وہاں کے حاکم تھے۔

---

(۲) المشاہیر۔ نیض احمد۔

میر خاں بلبڑیا۔ روہیلہ امیر۔ میر گنج بسایا۔ شجاع الدولہ اور انگریزی جنگ میں توپ کے گولے سے انتقال ہوا۔ میر گنج مدفن (۱)

بخشی سردار خاں روہیلہ رکن و امیر۔ آنولہ کا حاکم۔ کڑہ پختہ۔ کڑہ خام چند عمدہ مکانات چند دوکانیں۔ ایک عالی شان مسجد کڑہ پختہ میں تعمیر کرائی۔ سردارِ جمیعِ صالحین و متقین۔ (۲)

شیخ کبیر کبیر خاں نام۔ اکرزئی پٹھان۔ کثرتِ زہد و عبادت کی وجہ سے شیخ کہلائے شہر کہنہ کے ساکن۔ روہیلہ گورنمنٹ کے نامور امیر۔ باتدبیر۔ اٹاوہ کے گورنر تھے۔

عبد الستار خاں۔ کمال زئی پٹھان۔ نامور امرائے روہیلہ سے۔ پرگنہ فرید پور انکی جاگیر۔

نواب دوندے خاں عزت الدولہ۔ دلاور الملک۔ بہرام جنگ۔ نواب نجیب الدولہ کے خسر۔ شجاعت میں یگانہ۔ مہتمم پرگنہ چچھ محلہ کے قلعدار ۷۶ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ بسولی مدفن۔

مستقیم خاں۔ شیخ کبیر کے لڑکے۔ روہیلہ دلاور امیر۔ رسالدار۔

نواب محبت خاں حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعدِ جنگ روہیلہ شاہزادہ ایک سو اکتیس روپیہ کچھ آنہ وظیفہ۔ دس روزانہ ریذیڈنٹ لکھنؤ سے آمدنی۔ ۱۸۰۹ء میں بمقام لکھنؤ انتقال کیا۔ (۳)

شیخ امام بخش بہرقہ۔ بریلی کا مسکن۔ دربارِ لکھنؤ کا متوسل۔ کشاں کشاں لکھنؤ سے نکالا گیا۔ اور قدیمی وطن بریلی کو چلا آیا۔ علاقۂ زمینداری خرید کر امیرانہ بسر کرنے لگا۔ ۱۶ اگست ۱۸۳۷ء کو انتقال کیا۔ (۴)

---

(۱) حیاتِ حافظ رحمت خاں۔ (۲) خلاصہ ہندی ۲ (۳) اخبار الصنادید (۴) تاریخ اودھ۔ نجم الغنی خاں۔

نواب حافظ محمد یار خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعد جنگ روہیلہ آٹھ ہزار ایک سو اٹھاون روپیہ سالانہ علاوہ معافیات کے خزانہ بریلی سے وظیفہ۔ نواب معظم الدولہ حشمت جنگ خطاب۔ پنج ہزاری منصب دو ہزار سوار۔ خلعت گراں بہا۔ پالکی جھالردار اور ایک ہاتھی قبل شاہ عالم ثانی سے پائے (۱) دوسرے احاطہ مقبرہ حافظ رحمت خاں میں مدفن۔

نواب محمد ذوالفقار خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعد جنگ روہیلہ دو گاؤں۔ کچھ معافیات نو ہزار نو سو بائیس روپیہ سالانہ اور پانچ روپیہ یومیہ آمدنی۔ محلہ زرہ مسکن چراغ علی شاہ۔ درویش کا مقبرہ سنیتھل میں بنوایا۔ ۱۷۹۵ء میں انتقال کیا۔ بریلی مدفن۔

نواب الٰہ یار خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعد جنگ روہیلہ۔ دیہات و اراضیات معافی کے علاوہ چھ ہزار تین سو تریسٹھ روپیہ سالانہ وظیفہ۔ ۱۸۳۲ء میں انتقال ہوا۔

نواب عنایت خاں بہادر } حافظ رحمت خاں کے لڑکے اور ولیعہد شجاعت میں انتظامی قابلیت میں۔ سرداری اور میدان داری کی اہلیت میں۔ ہوش مندی اور دانائی کی شہرت میں۔ اُن کے بعد سے شمالی ہند کی سرزمین روہیلکھنڈ نے اب تک ایسا فرزند نامور دوسرا پیدا نہیں کیا۔ وفات ۱۷۷۴ء میں۔ مدفن باقر گنج۔ بریلی تین گاؤں۔ اراضیات معافی۔

نواب عظمت خاں } حافظ رحمت خاں کے لڑکے تین گاؤں اراضیات معافی کسی قدر یومیہ۔ دو ہزار سات سو چھہتر روپیہ سالانہ وثیقہ سنہ ۱۷۷۹ء میں فوت ہوئے۔ باقر گنج۔ بریلی مدفن۔ مرقد نواب عنایت خاں سے قریب

نواب حشمت خاں — حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعد جنگ روہیلہ شاہ عالم ثانی نے چھ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ۔ کئی ہزار سوار و پیادہ کی رسالداری پر سرفراز فرمایا۔ ۱۸۳۲ء میں انتقال ہوا۔ مراد آباد مدفن۔

نواب غلام مصطفےٰ خاں — بعد جنگ روہیلہ کچھ اراضیات معافی اور دو ہزار چار سو اٹھ روپیہ سالانہ وثیقہ۔ ۱۸۰۰ء میں انتقال کیا مقبرہ حافظ رحمت خاں کی غربی دیوار کے نیچے مدفن۔ حافظ رحمت خاں کے لڑکے تھے۔

نواب محمد عمر خاں — حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ دیہات استمراری اراضیات معافی کے علاوہ ایک ہزار تین سو تریسٹھ روپیہ سالانہ وثیقہ تھا ۱۸۲۴ء میں انتقال کیا۔ مدفن بریلی۔

نواب مستجاب خاں — حافظ رحمت خاں کے لڑکے گلستانِ رحمت کے مصنف ۷۴ سال کی عمر میں ۱۸۳۳ء میں انتقال کیا۔ مدفن نیک پور (بریلی)۔

نواب محمد اکبر خاں — حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ بعد جنگ روہیلہ رام پور رہنے لگے فیض اللہ خاں نے اپنی لڑکی کی شادی ان سے کر دی۔ اور چار سو روپیہ ماہوار بھی دیتا۔ ایک ہزار سات سو چھتر روپیہ سالانہ وثیقہ بھی ملتا تھا۔ ۱۸۳۰ء میں انتقال کیا۔ مدفن رام پور۔

خان محمد خاں بکمالزی۔ حافظ رحمت خاں کے بھانجے۔ انہی کا باغ حافظ رحمت خاں کا مدفن ہوا۔

نواب جان بہادر خاں — حافظ رحمت خاں کے بڑے۔ ذوالفقار خاں کے لڑکے۔ محلہ بھور مسکن تھا۔

میر خاں۔ حافظ رحمت خاں کے بھانجے۔ اعظم نگر کے ساکن۔ لاولد تھے۔ مسجد

گنج۔ بذریعہ ٹوک پرلا کی تعمیر کرائی۔ یادگار رہیں۔ (۱)

احمد خاں محمد خاں } حافظ رحمت خاں کے بھتیجے۔ ساہوکارہ خورد سے قریب گنج میں رہتے تھے۔

احمد علی خاں } روہیلہ امیر۔ عالمگیری گنج شہر متصل امام باڑہ ناصر خانیاں اور ساہوکارہ خورد میں رہتے تھے۔ ان کا باغ و تالاب مشہور ہے۔

مولوی اصغر علی خاں } خان بہادر خطاب۔ نیازی خیل۔ افغانستان میں آبائی معزز گھرانا ہے۔ ہندوستان میں سکھوں مرہٹوں کے مظالم کے وقت احمد شاہ درانی نے ہندوستان بلایا۔ مورث اعلیٰ نجیب الدولہ کے زمانہ میں بریلی کے حاکم مال ہوئے۔ اور حسین علی خاں کے فوجدار۔ اصغر علی خاں کے والد جعفر علی خاں۔ انہی کے نام پر گھیر جعفر خاں محلہ مشہور ہوا۔ جائداد اصغر علی خاں کی پیدا کردہ۔ بریلی جو گلی کے چیئرمین۔ مشہور وکیل۔ (۲)

نذیر خاں۔ روہیلہ امیر۔ محلہ نخاس چیان۔ دیوان خانے سے قریب مسکن۔

گلی نوابان } کٹڑہ مانرائے سے متصل یہ کوچہ روہیلہ نوابوں کا چھتہ ہے۔ حافظ رحمت خاں کے لڑکے۔ نواب ذوالفقار خاں کا مسکن ہے۔ اور اسی لئے یہاں مخصوص ان کی اولاد وغیرہ کی کثرت آبادی ہے۔ نواب محمد حسن خاں۔ نواب چھمن میاں نواب اکن خاں۔ نواب گلو میاں۔ نواب نادر علی خاں۔ نواب معشوق علی خاں نواب مظہر میاں۔ نواب انور علی خاں۔ نواب حید حسین خاں۔ نواب حسین احمد خاں نواب سلطان علی خاں۔ نواب کاظم علی خاں خصوصاً خیر اللہ شاہ خاں کا گھرانا ان کی عظیم الشان حویلی جو پہاڑی (نینی تال) شاہ کو انگریزوں نے دیدی۔

---

(۱) غدر ہندی۔ (۲) اصغر علی خاں کے بھائی محمد علی خاں کی زبانی۔

ملک اعجاز ولی خاں ملکیوں کا خاندان ہے۔ معز اللہ خاں کی لڑکی امراؤ بیگم نے (معز اللہ خاں حافظ رحمت خاں کے زمانہ کے ایک لاولد امیر تھے۔) اپنے بھانجوں محمد ولی خاں اور احمد ولی خاں کو اپنی جائداد لکھ دی۔ ملک اعجاز ولی خاں، محمد ولی خاں کے نواسہ آنریری مجسٹریٹ۔ ان کے لڑکے ملک اعجاز ولی خاں آنریری اسسٹنٹ کلکٹر اور مشہور رئیس ہیں۔ (۱)

شفیع علی خاں شیوخِ لکھنؤ سے تھے۔ آصف الدولہ کے زمانے میں بریلی منتقل ہوئے۔ تخمیناً پانچ سو موضع کی زمینداری۔ مورثِ اعلیٰ چاند خاں۔ لڑکے ان کے ذوالفقار خاں۔ ان کے لڑکے شہامت علی خاں۔ ان کے لڑکے جعفر علی خاں۔ ان کے لڑکے شفیع علی خاں۔ چاند خاں کا کٹرہ محلہ و مسجد مشہور ذوالفقار خاں کا ذوالفقار گنج۔ اور شہامت علی خاں کا شہامت گنج مشہور ہے ۱۷ رجب ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۲ اپریل ۱۸۲۱ء تاریخِ انتقال ہے پختہ مقبرہ لب سڑک شاہجہاں پور (۲)

مولوی محمد احسن خاں خاندانِ حضرت عباس سے۔ مورثِ اعلیٰ مولانا خاصۃ اللہ سنبھل آئے اور پھر یہ خاندان بدایوں منتقل ہوا جس نے اکبر کے دینِ الٰہی کی مخالفت کی۔ اور اکثر اکابرِ خاندان شہید ہوئے دایہ ایک بچہ (عبد السلام) کو لے کر بریلی آ گئی۔ جن کی ساتویں پشت میں محمد احسن خاں عالمگیرِ ثانی کے زمانے میں وزیر ہوئے اور مستعفی ہو کر بریلی چلے آئے۔

حسبِ فرمان ۱۰ ذی الحجہ ۱۱۶۷ھ خطاب خانی۔ مواضعات جمعی پنجلکھ دام آنہ پرگنہ بریلی عطا ہوئے جو شجاع الدولہ نے ضبط کر لئے۔ لارڈ ولزلی نے بارہ سو روپیہ

(۱ و ۲) زبانی قاضی عمران۔

سالانہ وثیقہ تعامی مقرر کر دیا۔ سند عطائے مواضعات مُہری نظام الملک آصف جاہ اور شجرہ ہم نے دیکھ لیا ہے۔ (۱)

قاضی عبدالجمیل } عہدِ شاہی سے قاضی۔ جائداد کافی اور شایانِ امارت۔ ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال ہوا۔

قاضی محمد خلیل } عبدالجمیل کے لڑکے۔ اولاد کوئی نہیں۔ جائداد یتیم خانہ بریلی کو وقف کر کے ۷ جنوری ۱۹۳۹ء کو انتقال ہوا۔

نواب بہادر رسالدار اللہ داد خاں } فرسٹ پنجاب کیولری رسالدار۔ غدر میں قریبی رشتہ دار ان کے مخالف تھے۔ اور دھمکاتے رہتے لیکن وہ انگریزی وفادار رہے اور ان کے رسالے کا ایک آدمی بھی باغی نہ ہوا۔ تمغے اور خطابات اور محمد گنج تحصیل نواب گنج دیپریا تحصیل آنولہ انعام میں ملے۔ اور ان کے رشتہ داروں کی جاں بخشی کی گئی۔ وہ پنشنر بھی تھے۔ گلاب نگر کے ساکن۔ (۲)

خاں بہادر رسالدار محمد رحیم داد خاں } اللہ داد خاں کے لڑکے۔ باپ کے متروکہ کے علاوہ جائداد کو بہت فروغ دیا۔ انگریزی کے تحصیلدار۔ بریلی چونگی کے چیرمین بھی رہے۔ مدبر، منتظم اور ہوشمند بہت تھے۔ ۲۴ اپریل ۱۹۳۳ء کو انتقال ہو گیا۔ لڑکا کوئی نہ رہا۔

خان بہادر محمد شاکر داد خاں } اللہ داد خاں کے دو لڑکے۔ رحیم داد خاں۔ رزاق داد خاں۔ یہ رزاق داد خاں کے لڑکے۔ رحیم داد خاں کے داماد۔ حصہ رسدی جائداد پر قابض۔ ممبر اور چیرمین چونگی رہے۔

مولوی اشفاق احمد۔ پرانا شہر قاضی ٹولہ کے رئیس۔ سب سے بڑی جائداد ان

---

(۱) زبانی ماسٹر صولت حسین، ایم اے۔ (۲) بریلی گزیٹر۔

کے پاس تھی۔ (سنہ ۱۹۱۱ء) لاولد فوت ہوئے۔ جائداد زیر اہتمام کورٹ آف وارڈس آگئی (۱)

بدر الدین } زمانۂ غدر میں بریلی کا کوتوال تھا نینی تال انگریزوں کے ساتھ گئے ساتھ لوٹے۔ وفاداری خدمت کا انعام بارہ سو روپیہ سالانہ کی جائداد مرنے پر وہ محلات جن کے یہ وارث تھے ویران۔ لڑکا حفیظ الدین بدحال و پریشان ہوگیا (۲)

عبد الرحمان خاں } کمالزئی۔ حافظ رحمت خاں کی بھتیجی فاطمہ بیگم اس کو منسوب حافظ رحمت خاں کے بعد ان کی جائداد کا ایک جزو فاطمہ بیگم کو پہنچا غدر میں خان بہادر خاں کی طرف سے یہ آنولہ کا ناظم تھا۔ (۳) جائداد تھوڑی سی۔

عبد القادر خاں } عرف خواجہ میاں۔ ان کے رضی الدین خاں، شفیع الدین خاں، غلام محی الدین خاں تین لڑکے سوا رام پور کے علاوہ کچھ جزوی جائداد اور بھی۔ ۲۲ر نومبر سنہ ۱۹۰۸ء تاریخ انتقال۔ رام پور سے جنازہ آیا۔ بریلی مدفن۔

ملک احمد ولی خاں } حافظ رحمت خاں کے ایک رشتہ دار۔ شاہ ولی خاں کے لڑکے جنھیں بڑی جائداد ترکہ میں ملی۔ اور انھوں نے اسے فروغ بھی دیا (۴)

ملک سعادت ولی خاں } ملک احمد ولی خاں کے لڑکوں میں سے ایک۔ جو رام پور کے نواب محمد حسن خاں کے رشتہ دار ہیں۔ زمینداری تحصیل نواب گنج میں (۵)

ملک افتخار ولی خاں } ملک سعادت ولی خاں کے پوتے۔ ان کی زمینداری کی مالگزاری تقریباً ۹ ہزار ایک سو چھپن روپیہ سنہ ۱۹۱۱ء (۶)

(۱ تا ۶) بریلی گزیٹر۔

خان بہادر ملک شہنشاہ ولی خاں او بی ای } ملک سعادت ولی خاں کے پوتے۔ ان کی زمینداری نواب گنج، فرید پور میں آنریری مجسٹریٹ و چیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ بھی رہے ہیں۔

شیخ عزیز احمد } شیخ نور احمد کے لڑکے۔ مادھو پور ضلع پیلی بھیت کے ساکن۔ قوم راعیان میں ان کا شمار سب سے زیادہ کامیاب زمینداروں میں تھا جائدادیں اچھی حالت میں تھیں۔ اور پیلی بھیت، ہرچا، محلہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ بریلی کے ساکن ہو گئے۔ اور سب سے بڑی بلڈنگ کے مالک۔ نواب گنج بہیڑی میں میونسپل کمشنر بھی رہے ہیں۔ ماہ مئی سنہ ١٩٤١ء کو انتقال ہوا۔ (١)

خان بہادر شیخ منیر احمد } شیخ نور احمد کے لڑکے۔ ان کے پاس ایک علاقہ زمینداری ہے۔ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ہیں۔

خان بہادر قاضی قطب الدین احمد } بریلی قاضی ٹولہ کے رئیس۔ ایضاً آنریری مجسٹریٹ۔

خان بہادر قاضی نصیر الدین احمد } قطب الدین احمد کے لڑکے۔ یہ لوکل بورڈ کے چیرمین و اسپیشل مجسٹریٹ۔ سکریٹری بورڈ کالج رہے ہیں۔

حکیم سعادت علی خاں بہادر پسر لال مردان علی } آنولہ میں ایک بڑی جائداد حکیموں کے خاندان کی۔ یہ لوگ آنولہ کے مسلمانوں میں خاص ہیں۔ غدر کے زمانہ میں ان کی خدمات خداداد رہا اہم تھیں۔ جس کے صلہ میں انگریزوں نے خلعت قیمتی پانچ ہزار روپیہ۔ بہادری کا خطاب۔ دس ہزار روپیہ آمدنی کی زمینداری۔ معافی مالگزاری کا انعام عطا ... اور خیر خواہ

(١) بریلی گزیٹیر۔ (٢) بریلی گزیٹیر

کی پھانسی کی تجویز ہوئی۔ (۱) آخر عمر میں انہوں نے اپنی زمینداری کو فروغ دیا۔ رامپور میں یوم دوشنبہ کے دن ۱۲۹۰ھ میں انتقال کیا۔ ڈپٹی ہدایت حسن خاں جنازہ لائے باپ کے مقبرہ محلہ کٹرہ میں دفن ہوئے۔ متصل مکان چودھری جو علی محمد خاں کے مکانات سے تھے۔ اب ان کے رہنے کے مکانات ہیں۔ ان کے چھ لڑکے۔

حکیم محمد ولایت علی خاں } ضلع کے رئیسوں میں پیش پیش تھے۔ جائداد کا بڑا حصہ نیل کی تجارت میں نقصان کے باعث تلف ہوا (۲)۔ آنریری مجسٹریٹ بھی رہے۔ گینی کی مسجد بنوائی۔

حکیم صغیر علی خاں } محمد سعید خاں جاگیردار رامپور نے ایک عورت کہیں سے پائی تھی۔ وہ پسند نہ آئی۔ تو حکیم سعادت علی خاں کو دے دی۔ یہ اس سے پیدا ہوئے۔ ہوشیار عہدہ دار سپاہ رامپور (۳)

حکیم شہاب علی خاں } یہ اسی عورت سے پیدا۔ شادی ان کی مولوی رضا علی خاں کی چھوٹی لڑکی سے بریلی سوداگری محلہ میں ہوئی (۴)

حکیم امداد علی خاں۔ حکیم واحد علی خاں۔ حکیم صادق علی خاں۔

حکیم محبوب علی خاں۔ خاں بہادر۔ ایم۔ ایل۔ سی۔ اسپیشل مجسٹریٹ۔ ممبر وچیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ۔ واحد علی خاں کے لڑکے۔

حکیم معظم علی خاں۔ خاں بہادر۔ حاجی۔ اسپیشل مجسٹریٹ۔ ممبر وچیرمین ڈسٹرکٹ بورڈ۔ واحد علی خاں کے لڑکے۔

---

(۱) بریلی گزیٹیر و اخبار الصنادید۔ غدر ہندی۔ (۲) بریلی گزیٹیر۔ غدر ہندی۔ (۳) اخبار الصنادید (۴) غدر ہندی

باب ۹

بریلی کہتی ہے مجھ کو شرف اللہ نے بخشا
امانتدار ہوں میں فاطمہ کے نونہالوں کی

سادات نو محلہ
صوفیاء صاحب مزار وغیرہ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

فرزند

حضرت امام حسین علیہ السلام
شہید کربلا

کی اولاد کا قیام۔ مسکن۔ مدفن بریلی میں

سید احمد صاحبؒ عرف شاہ جی بابا معہ اولاد سید علی بابا صاحبؒ
کے اور وہ سادات ترمذ سے تھے۔

ترمذ۔ دریائے جیحون کے شمالی کنارے پر افغانستان سے قریب مابین بلخ اور حصار کے ایک بڑا رستہ ہے۔ ماوراء النہر کے جنوب سابق فرخ آباد تواریخ (۱) سادات ترمذ سید محمد مدنی صاحبؒ ابن سید حسام الدینؒ خلف سید شاہ ناصرؒ کی نسل سے جن کا آبائی سلسلہ ابو عبداللہ حسین الاصغرؒ ابن امامؒ زین العابدینؒ ابن امام حسین ابن علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ سید حسن ابن سید موسیٰ ابن سید علی ابن ابو عبداللہ حسین الاصغرؒ مدینہ سے ترک سکونت کر کے ترمذ گئے تھے۔ ان کے بیٹے سید محمد جو ساتھ تھے وہ شاہ ناصر ترمذی کے نام سے مشہور ہوئے۔ اور حسن اصغر نے جو سادات مدینہ منورہ کے بنی حسین کہلائے ۱۵۷ھ میں وفات پائی (۲) یہ خاندان ترمذ سے منتقل ہو کر روہیلہ دار الحکومت آنولہ میں قیام پذیر ہوا۔ سید علی کے یہ پیر ہیں۔

آنولہ ریلوے اسٹیشن سے جو سڑک آنولہ کی آبادی کو جاتی ہے۔ اس پر ڈاک بنگلہ سے قریب سید احمد صاحبؒ کے شکستہ قلعہ کے آثار پائے جاتے ہیں۔

نواب خیر اندیش خاں ثانی عہد مغلیہ میں نائب کٹھیر کے ناظم تھے انھوں نے بریلی میں ایک قلعہ تعمیر کرا کر خیر نگر اس کا نام رکھا۔ مگر مشہور نہ ہوا۔ حافظ رحمت خاں کا جب بریلی پر قبضہ ہوا تو انھوں نے یہ قلعہ سید معصوم صاحبؒ ابن شاہ جی

---

(۱) فٹ نوٹ ترجمہ تزک بابری (۲) تاریخ فرخ آباد سید ولی اللہ

بابا صاحبؒ کو نذر کر دیا۔ جو حافظ رحمت خاں کے ساتھ ہی بریلی آ گئے تھے۔ اور نومحلہ مشہور ہو گیا۔

بریلی کی سرزمین پر اس اشرف و اعلیٰ خاندان کو حافظ رحمت خاں نے آباد کر کے مدینۃ الرسول کے انوار بریلی میں چمکا دیئے۔ سید احمد صاحب اور سید معصوم صاحبؒ دونوں روہیلہ حکومت کے رسالدار بھی رہے۔

اس خاندان کا آخری نور سید محمد یحییٰ عرف مجو میاں صاحبؒ ابن سید محمد نظیف صاحبؒ تھے۔ جن کی خدمت میں ہمیں بھی حاضری کے موقعے ملتے اور سید صاحب بھی غریب اور غریب خانہ کو معزز فرماتے۔ انتقال سے پیشتر کلاہ سر سے سرفرازی بخشی
سید صاحب کے لڑکے سید سلطان احمد نے عین جوانی میں انتقال کیا۔ مدفن الہ آباد۔
ان کے دو لڑکے سید سلطان حامد۔ مدفن گورستان خاندانی نومحلہ۔

سید محمد یحییٰ صاحب نور و اخلاق محمدی کی آخری نشانی بریلی میں تھے جن کے بعد وہ رنگین جمال ہمیں کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ تقریباً ستر برس کی عمر میں ہم نے انھیں دیکھا تھا۔ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء منگل تاریخ وصال۔ مولوی احمد رضا خاں نے قبر میں اتارا۔ پیشانی کو بوسہ دیا۔

سید معصوم صاحبؒ کے لڑکے عبدالصبور صاحب۔ ان کے لڑکے سید محمد تقی صاحب ان کے دو نواسے۔ سید احمد حسین شاہ صاحب بچپن میں فوت ہوئے۔ سید محمد حسین شاہ صاحب عمر طبعی کو پہنچے۔

شاہ جی بابا صاحب سید معصوم صاحب سید محمد یحییٰ صاحب کے مزارات بھی گورستان خاندانی مسجد نومحلہ میں ہیں۔

سیاحیِ دل کن کہ دیارے بہ ازاں نیست

ترجمہ۔ دل کی سیر کرو کہ کوئی ملک اس سے اچھا نہیں ہے

در یادِ خدا باش کہ کارے بہ ازاں نیست

خدا کی یاد کرتے رہو کہ اس سے بہتر کوئی کام نہیں ہے

نظارگیانِ حریمِ ناز۔ عشاقِ جانباز۔ طالبانِ وصالِ محبوب

پردۂ کبریائی کے اندر کے دیکھنے والے۔ عاشق اپنی جان پر کھیل جانے والے دوست تک رسائی کے طلبگار

شیدایانِ جمالِ مطلوب

حسنِ حقیقت کے عاشق

ہر دم تارِ نظر بسویش دوختہ می نگرند و دمے بے یادش بر نمی آرند

ہر وقت اسی کی طرف ٹکٹکی لگائے اور کوئی سانس بغیر اس کی یاد کے نہیں لیتے

گروہِ عملدار عزلت نشین | قدم ہائے خاکی دمِ آتشیں
گوشہ نشین گروہ کام میں مصروف | پیروں پہ خاک گریبانیں گرم
بیک نعرہ کوہے ز جا بر کنند | بیک نعرہ ملکے بہم بر کنند
ایک چیخ سے پہاڑوں کو ہلا دیں | ایک فریاد سے ملک آباد کریں
تہیدست مردانِ پُر حوصلہ | بیاباں نوردانِ بے قافلہ
ہاتھ خالی حوصلہ بہت | اکیلے جنگلوں میں سفر کرنے والے

یعنی

بعض اہل اللہ صوفیا صاحبِ مزار و مزارات ۔ بریلی

شیخ شاہدانا صاحبؒ - زمانۂ قدیم یعنی عہدِ اکبری کی بات ہے۔ آپ کے حالات تاریخوں میں تفصیلی کہیں نہیں ملے۔ سوائے ماثرالامراء کے مختصر ذکر کے کہ آپ نے عرب بہادر۔ نیابت خاں کے ساتھ اکبر کے خلاف خروج کیا۔ بریلی کا گورنر حکیم عبدالملک شیرازی تھا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۵۸۲ء اور سنہ ۲۶ جلوس اکبری کا ہے۔ حکیم نے قلعہ بریلی کو مستحکم کیا۔ اور جاگیرداران گرد و نواح کے ساتھ مقابلہ کیا۔ شاہدانہ صاحب نے حکیم کو ملانا چاہا مگر حکیم نے نیابت خاں کو توڑ لیا۔ شاہدانہ قوت ضعیف ہوگئی۔ تاہم انھوں نے مقابلہ کیا دوران لشکر کو شکست ہوئی۔

خیال ہوتا ہے کہ اکبر کے خلاف شاہدانہ صاحب کا یہ جہاد اس کے دینِ الٰہی کی مخالفت۔ اکبر کی بے دینی۔ اختیاراتِ ملکی کا علمائے شریعت سے نکل جانا اور شیخ مبارک کے لڑکوں فیضی و فضل کا اسے گمراہ بنانا۔ اسلام کی کھلی توہین و رسوائی کی وجہ سے ہوگا۔

ذوالفقار بدیع - حضرت شاہ بدیع الدین مدار کے حالات کا ایک تذکرہ ہے جس میں لکھا ہے کہ شاہ مدار نے اپنے خلفائے کامل الفیض کو ایک روز جمع کر کے بعض ہدایات کے ساتھ ہندوستان کے مختلف مقامات پر تعینات کیا۔ شاہدانہ صاحب و برقی دیوانہ صاحبؒ بریلی تعینات ہوئے۔

ہمارے نزدیک یہ بیان قابلِ قبول نہیں ہے۔ شاہ بدیع الدین مدار۔ شیخ تیفور بسطامیؒ کے مرید اور تاریخ وصال ۳۰ دسمبر ۱۴۳۴ء۔ سہ ۱۲۴ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ (۱)

بریلی ۱۵۳۷ء میں آباد ہوئی۔ پس مدار صاحب کا بریلی تعینات کرنا کیونکر صحیح مانا

---

(۱) قاموس المشاہیر۔

جائے گا۔ جبکہ بریلی کا اس وقت نام و نشان بھی نہ تھا۔ نیز شاہدانہ صاحب کا فیض یافتہ ہونا۔ یہ بھی معتبر نہیں۔ شاہدانہ صاحب سنہ ۵۸۳ھ میں حیات تھے۔ ان کی عمر اگر اس وقت سو برس فرض کر لی جائے تو سنہ ۱۴۸۳ء ہوتے ہیں۔ اور علاء صاحب سنہ ۱۳۳۴ء میں انتقال کر گئے تھے۔ بریلی گزیٹیر میں شاہدانہ صاحب کو فقیر مشہور لکھا ہے۔

اب رہیں زبانی روایتیں۔ قاضی محمد عمران کا بیان ہے کہ یہ خاندان محمد بن قاسم کے زمانہ میں ہندوستان آیا۔ سلطان علاء الدین کے زمانہ میں دہلی منتقل ہوا اور مورثِ اعلیٰ کڑہ مانک پور کے قاضی ہوئے۔ اور قاضی صاحب کے دوسرے خاندانی لوگ فتح پور ہسوہ میں آباد ہو گئے۔ عالمگیر کے زمانہ میں قاضی اسد اللہ قاضی القضاۃ بدایوں مقرر ہوئے۔ اور دوسرے خاندانی لوگ بریلی صوفی ٹولہ میں آباد ہو گئے۔ اور محلہ قاضی ٹولہ آباد کیا۔ شاہ دانا صاحب اسی گھر کے دو بھائی۔ ایک ابو محمد دوسرے شاہدانہ صاحب۔ ابو محمد کی نسل قاضی ٹولہ میں آباد ہے۔ شاہدانہ صاحب مجرد رہے عام شہرت آپ کی بطور ایک ولی۔ فقیر۔ قطب کے مشہور ہے۔ بریلی کے اندر آپ کے مزار سے زیادہ مشہور کوئی دوسرا مزار نہیں۔ دور دور کے مجذوب فقیر اکثر آتے رہتے ہیں۔

عالمگیر کے گورنر مکرند رائے نے مقبرہ پختہ گنبدِ عالی چہار دیواری عمارت شایستہ و عالی تعمیر کرا دی۔ (۱) مقبولیت و عالمگیری یہاں کا قریباً مشہور ہے۔

سید حبیب شاہ میاں شاہ دانا صاحب کے ہمعصر کوئی بزرگ تھے۔ مزار مشہور ہے اکثر لوگ آتے رہتے ہیں۔ شہامت گنج میں عقب چوکی پولس مسجد سے متصل پختہ گنبد و چبوترہ مزار ہے۔

سید قادری صاحب۔ سادات صحیح النسب کے سلسلہ کے کوئی باخدا بزرگ تھے

---

(۱) بریلی گزیٹیر۔

چند زیرِ طبع کتابیں

۱- علمائے صادق پور کی سرگزشت جزائر انڈمان و نکوبار
(مولوی عبدالرحیم صادقپوری)

۲- کالا پانی مع تاریخ کالا پانی
(محمد جعفر تھانیسری)

۳- تاریخی مقالات مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

۴- کاروانِ رفتہ
(ماضی قریب کے مرحومین کا تذکرہ)

ذوالنورینؓ اکادمی بھیرہ ضلع سرگودھا
مہران اکیڈمی ۸/۰، لیاقت آباد کراچی